انہ من سلیمان و انہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ؕ

سیرتِ محمود

حالات مبارکہ:

والمشائخ حضرت خواجہ محمد محمود رحیم چراغ تونسوی قدس سرہٗ

یہاں منظور ہوئی ہیں دعائیں خستہ حالوں کی

اثر خامہ: مولانا الف۔ب بلوچ سوکڑی

ناشر: اجمیری کتب خانہ، پیر پٹھان روڈ۔ ملتان

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

هو المحمود

خواجہ محمود جہاں

غوث زماں

پیرِ کامل دستگیرِ ناقصاں

ہند میں اور سندھ میں مشہور میرا پیر ہے
نام ہے محمودؔ جس کا فیض عالمگیر ہے

وَمحمُودُ نا فازا فوزاً عظیما

آئینہ نورانی جلد ثانی خاتمِ سلیمانی معروف بہ

سیرتِ محمودؒ

بمعہ ذکرِ خیر

حضرت فخر الاولیاءؒ ۔ حضرت خواجہ کریمؒ ۔ حضرت خواجہ رحیمؒ
حضور نعیمؒ ۔ خواجہ فخر جہاںؒ ۔ حضرت معین المشائخؒ

زیرِ سرپرستی :

ابو عثمان حضرت خواجہ غلام نظام الدین خانصاحب سعینی نظامی زیبِ آستانہ عالیہ تونسہ شریف

حسبِ ارشاد :

مرشدِ عرب و عجم ابوالفضیل حضرت خواجہ غلام اللہ بخش خان صاحب معینی نظامی رونق آستانہ عالیہ تونسہ شریف

ناشر: اجمیری کتب خانہ پیر پٹھانؒ روڈ، ملتان

هو المحمود

128285

خواجہ محمود رح جہاں غوثِ زماں
پیر کامل دستگیرِ ناقصاں

بفیضان شہزادگان ذیشان حضرت معین المشائخ تونسوی رضی اللہ عنہ

نام کتاب ——— سیرت محمود رح

اثر خامہ ——— مولانا الف رب بلوچ

ترتیبِ نو ——— مولانا شیخ غلام محمد راشد نظامی ایم اے عربی

تصحیح و تزئین ——— مولوی محمد رمضان معینی تونسوی

طباعت ——— بارِ اول ۱۹۳۰ء

طبع ثانی ——— محرم الحرام ۱۴۱۶ھ

قیمت ——— ۱۲۰ روپے

جملہ حقوق بحق شعبۂ تبلیغ وارشاد اجمیری کتب خانہ ملتان محفوظ ہیں

تقسیم کار

ضیاء القرآن پبلی کیشنز۔ گنج بخش روڈ۔ لاہور

چشتیہ کتاب گھر۔ تونسہ شریف

ملتان کتاب گھر۔ تونسہ شریف

ھو المحمود

فہرستِ مضامین (سیرتِ محمود رح)

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
بادشاہ کی وعدہ فرمائی	۷	مقامِ عشق	۴۷
تاریخ تونسہ شریف	۸	وقت آ گیا	۴۸
وجہِ تسمیہ تونسہ مقدسہ	۱۵	با خدا یار	۴۹
حضرتِ اعلیٰ تونسوی رح	۱۷	بیامن خان ہیروی	۵۱
حضرت قبلۂ عالم رح کی نگاہ	۲۰	مکتوب خان صاحب	۵۵
خلافت حضرت صابر رح	۲۳	تدبیر کریمانہ	۵۹
شیخ زردلہ رح	۲۵	محبت کی باتیں	۶۱
تاجدارِ ملتان	۲۷	نورِ بصیرت	۶۵
پیر کامل	۲۹	فقر کی بات	۶۷
قیمتی کنواں	۲۹	مُبارک کلام	۶۹
حضرت خیر پوری رح	۳۱	غوث زماں	۷۰
بابرکت ہاتھ	۳۳	سلسلۂ چشتیہ	۷۱
بے سایہ آقا	۳۴	استقبال بادشاہ	۷۳
سایۂ محشر	۳۶	نیک نیتی	۷۴
شرعی مسئلہ	۳۸	غلط روایت	۷۶
اُدنیٰ اغلام	۳۹	فرنگی سے نفرت	۷۷
مقامِ اولیاء	۴۱	شفاءِ مریض	۷۸
حضرت مولانا	۴۳	لطیف مزاج	۷۹
ادب و احترام	۴۴	کالی گھٹا	۸۰
آگ کا دریا	۴۶	اچھا شوہر	۸۱

عنوان	صفحہ
حافظِ مطلق	۸۲
سُنّتِ نبوی	۸۳
مرشدِ روم و شام	۸۴
جم جم آئیں	۸۵
سچّا بُزرگ	۸۷
ہمارا فرض	۸۸
لنگر کا اونٹ	۸۹
خدا کے واسطے	۹۰
میں صدقے جاؤں	۹۲
وِصالِ غوثِ زماں	۹۳
دبدبہ سلیمانی	۹۵
دو آدمی	۹۷
زہے بیدار بخت	۹۹
روشن ضمیری	۱۰۱
میں جان گیا	۱۰۳
خاص لوگ	۱۰۴
بُری صحبت	۱۰۷
ہمارا آشنا	۱۰۹
ایّامِ جہالت	۱۱۲
دیدارِ خواجہ	۱۱۳
جلال سلیمانی	۱۱۴
جوتیوں کی تراڑ	۱۱۵
ہم کو کیا	۱۱۶
بے نمازی سے نفرت	۱۲۱
بے کشکول پیر	۱۲۲
آگ لینے آئے	۱۲۳
نمک رفت نمک شد	۱۲۵
بسلامت روی	۱۲۶
قبا تنگ میشود	۱۲۹
عاقبت باالخیر	۱۳۱
تین دعائیں	۱۳۳
کھیتی والا پیر	۱۳۵
مشیتِ خداوندی	۱۳۷
کہنی کیا غیر سے	۱۳۹
فقر چیست	۱۴۱
دست پیر	۱۴۳
شہید اکبر	۱۴۵
حضرت چراغ دہلوی رح	۱۴۶
خدا باتیں کرتا ہے	۱۵۰
سلسلۂ شریف	۱۵۱
تبرکاتِ قبلہ عالم رح	۱۵۲
بے پردہ محبوب	۱۵۳
دین و دنیا کے بادشاہ	۱۵۵
توجہ غوثِ زماں	۱۵۷
حضرت کا صحیح فیصلہ	۱۶۰
کیف و مستی	۱۶۴

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
خواجہ کریم کی خوشی	١٦٤	شریعت پاک	٢٦٥
مریدوں کی بلا	١٦٦	جوار خود کھائے	٢٦٧
پیر دستگیر کا ذکر	١٦٧	آفتابہ شہید محبت	٢٦٩
وفادار ساتھی	١٦٩	روح کی آسائش	٢٧٠
حضرت خواجہ رحیم رح	١٧٢	حضرت محبوب الٰہی رح	٢٧١
پیارا بچپن	١٧٧	زندگی با بندگی	٢٧٥
تعلیم و تربیت	١٧٨	عالی شان مسجد	٢٧٦
خوش اخلاقی	١٨٤	مقام محمود	٢٧٨
جلالِ سلیمانی	١٨٥	مسجد لاثانی	٢٧٩
اخلاق کریمانہ	١٩١	قبلہ گاہ ما	٢٨١
موسیٰ وہابی	٢٠١	تاریخی تحفے	٢٨٣
شہنشاہ طیبہ کے حضور	٢٠٤	زوال شو لبوئے تولنہ	٢٨٤
پیر مہاراں کا فرمان	٢١١	روضہ شریف	٢٨٧
عیدگاہ ملتان میں جلوہ فرمائی	٢١٧	تاریخ وصال	٢٩٥
قصیدہ عالیہ	٢٢٢	دردناک مرثیہ	٣٠٠
احمدو شیر رح	٢٢٩	غیاث الدین	٣٠٨
جشن نظام بادشاہ	٢٣٤	آخری تحریر	٣١٠
وصال مبارک	٢٣٦	قطب دوراں	٣١٦
آخری وصیت نامہ	٢٤٣	فرمان خواجہ کریم رح	٣١٩
ملتان میں ہڑتال	٢٤٨	نظام بادشاہ رح	٣٢٢
بڑی بوڑ فقیر	٢٥٥	خواجہ فخر جہاں رح	٣٣٠
تحریری تبرک	٢٦٠	حضرت معین المشائخ رح	٣٣٦
مولانا در محمد سوکڑی	٢٦١		

انتساب

- صدر المشائخ حضرت نظام رح بادشاہ کے وزیر اعظم
- حضرت خواجہ رحیم چراغ تونسوی کے رعب و دبدبہ کے مالک
- حضرت ثانی لاثانی حضرت کریم سلیمانی کی مسند کے وارث و جانشین
- غوث زماں حضرت پیر پٹھان کی ولایت عظمیٰ کے غیر تمند نگہبان
- تحریک نظام مصطفوی کے درد مند سپہ سالار
- ناموس صحابہ کرام شان اہلبیت کے سچے شیدائی
- تحریک ختم نبوت کے مرکزی قائد سابق ایم۔ این۔ اے۔

پیر طریقت معین المشائخ حضرت خواجہ **غلام معین الدین** خان صاحب نظامی نور اللہ مرقدہ

کے نام

جس نے سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے پلیٹ فارم سے مجاہدانہ سج دھج کیساتھ خدمت اسلام کا فریضہ سرانجام دیا اور جنرل ضیاء الحق کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کلمۃ الحق کو سربلند فرمایا۔ مسند ادنیشنل اسمبلی میں اسلامی آئین کیلئے بھرپور جدوجہد فرمائی۔

ع اک شیر تھا جو گونج رہا تھا کچھار میں

بادشاہ کی وعدہ وفائی

بسم اللہ القدیم والصلوٰۃ والسلام علی نبیہ الکریم وعلی اصحابہ الرحیم وآلہ النعیم

حضرت چراغ تونسوی رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد تونسہ شریف کے بابائے اردو مولانا الف. ب بلوچ مغلانی نے آپکی سوانح شریف پرسیرت محمود کے نام سے کتاب شائع فرمائی جو عقیدتمندوں نے ہاتھوں ہاتھ لے لی آج جبکہ ستر سال کا طویل عرصہ گذر چکا ہے کتاب دُرّ نایاب بن گئی ہے خال خال اہل محبت اسکے نام سے آشنا ہیں. عرصہ پہلے جگر گوشہ خواجۂ ملت صدر المشائخ حضرت خواجہ غلام معین الدین خان صاحب نظامی نے بندہ سے وعدہ کرتے ہوئے فرمایا "پیارے شیخ صاحب حضرات کرام کے بارہ میں سب کچھ مواد محفوظ ہے آپ مطمئن رہیں آپکو ہی ملیگا." حضرت خلدِ آشیانی کی کرامت اور وعدہ وفائی ملاحظہ فرمائیے آپکے شہزدگان والاشان نے نشریاتی محاذ پرکام کرنے کا آغاز فرمایا ہے تاکہ کالی کملی والے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ نظام کیلئے کوششوں کو تیز ترکیا جاسکے۔

لیجئے پون صدی پہلے کا نایاب تحفہ سیرت محمود ملاحظہ فرمائیے جو ——— پیران تونسہ شریف کے ذکرِ خیر کا بابرکت مجموعہ ہے بطور تکملہ شیوخ ثلاثہ کے تبرکاً حالات کا بھی اس میں اضافہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سعادتِ دارین کا باعث بنائے۔

حلقہ بگوش پیران چشت اہل بہشت ابو سلیمان نظامی عفی عنہ

ڈیرہ غازی خاں کے ضلع میں تونسہ ایک چھوٹا سا گاؤں تھا جو رود سنگھڑ کے کنارے سنسان ریگستان پر آباد ہوا۔ نہ سبزی نہ ترکاری نہ بازار نہ کوئی دل فریب نظارہ۔ محض کاشتکاروں کے جھونپڑے تھے۔ جب حضرت سلطان التارکین فخر الاولیاء شاہ سلیمان صاحب رحؒ کوہ سلیمان سے تشریف لائے اور علوم ظاہری و باطنی میں یکتائے زمانہ ہوئے ان کے زہد و اتقاء، تزکیہ نفس اور فیض رسانی کا شہرہ تمام عالم میں پھیلا تو پنجاب ہندوستان۔ کشمیر۔ لنکا۔ بلوچستان۔ افغانستان ایران اور عرب سے ہزارہا مخلوق بغرضِ حصولِ تعلیم و فیض روحانی آنا شروع ہوئی اِس

گاؤں کو چار چاند لگ گئے۔ دیار و امصار میں اس کا آواز بلند ہوا منگروٹھہ سے تحصیل کا صدر مقام اسی گاؤں میں منتقل کیا گیا۔ علماء فضلاء اور مشائخ کا ایک مجمع نظر آیا۔ اب تونسہ خالی تونسہ نہ رہا بلکہ تونسہ شریف ہو گیا۔ امیر و غریب۔ قوی و ضعیف ادنیٰ و اعلیٰ ایک کشش مقناطیسی سے خود بخود کھچ کر آنے لگے اور بالکل یہ شعر صادق آیا ؎

ہر کجا چشمۂ بود شیریں ٭ مردم و مرغ و مور گرد آیند

محلّ وقوع

تونسہ شریف دریائے سندھ کے مغربی کنارہ سے چھ میل دور ہے اس کا عرض شمالی ۳۱ درجہ اور طول مشرقی ۷۰ درجہ ۳۰ دقیقہ ہے۔ اس وقت تحصیل سنگھڑ کا صدر مقام ہے مگر اس کی شہرت و وقعت محض اس عالی شان خاندان کے قیام کی وجہ سے ہے جس کا پہلا فرد فَخْرُ الْاَوْلِیَاءِ کے لقب سے ملقّب ہے یعنی حضرت خواجہ سُلیمان غوثِ زمان ۔

آبادی و حکومت:

تواریخ سے ثابت ہے کہ پہلے پہل اس گاؤں میں قوم چچہ و بھٹہ سکونت پذیر ہوئی اور عرصہ دراز تک اس علاقہ میں ان کا عمل دخل رہا۔ اس وقت ہم کو اس پرانی روایت کے دہرانے کی ضرورت نہیں کہ اسلام سے پہلے یہ علاقہ بالکل کفرستان تھا۔ سنگھر منگھر دو بھائی یہاں برسرِ اقتدار رہے سنگھر کے نام سے رود کا نام مشہور ہوا اور منگھر سے منگروٹھہ کا شہر

موسوم ہوا۔ جو تونسہ مقدسہ سے بہت پُرانا۔ اور عرصہ دراز تک اس علاقہ کا دارالریاست رہا ہے جب بلوچ لودھیوں کی عہدِ حکومت میں کوہِ سلیمان کے دروں سے اس تمام علاقہ میں پھیل گئے جو تنسکار پور سے ڈیرہ اسماعیل کی شمالی سرحد تک دامان کے نام سے موسوم ہے تو قوم چچہ اور بھٹہ کا اقتدار کم ہونے لگا۔

اتنا یاد رکھنا ضروری ہے کہ بلوچ لوگ محض مویشی چرانے کے لیے اس علاقہ میں وارد ہوئے اور جب اُن کے ایک سرکردہ نے جو قوم مرانی سے تعلق رکھتا تھا۔ اُس علاقہ میں اپنا تسلط جمایا۔ جہاں چوٹہ اور قدیم شہر ڈیرہ غازیخاں واقع تھا تو ان کی دیکھا دیکھی دیگر بلوچ سردار بھی ضلع کے طول و عرض میں آہستہ آہستہ اپنا قدم جمانے لگے ـــــ حاجی خاں نے جو غازی خاں کا والد تھا۔ حاجی غازی کی بستی بنائی جو بعد ڈیرہ غازی خاں کا عظیم الشان شہر بنا جس کی آبادی اپنے عروج کے زمانہ میں ۲۵ ہزار تھی۔ اور مغربی پنجاب میں شہر مُلتان چھوڑ کر سب سے بڑا شہر تسلیم کیا جاتا تھا۔ شہر ڈیرہ غازی خاں کی بنیاد ۱۴۸۴ء مطابق ۸۸۷ھ رکھی گئی ـــــ جنوبی دامان کے علاقہ میں جب حاجی خاں مرانی نے اپنا تسلط جمایا تو اس سے چند سال پہلے سہراب خاں ہوت بلوچ شمالی دامان میں اپنا قبضہ کر چکا تھا۔ سہراب خاں کی اولاد میں اسماعیل خاں ہوت بلوچ نے شہر ڈیرہ اسماعیل خاں کی بنیاد رکھی جس کا سال بنیاد ۲۳ مانگھ ۱۶۱۹ء بکرمی بیان کیا جاتا ہے۔ افسوس کہ پہلے ڈیرہ اسمٰعیل

خاں دریائے سندھ سے غرقاب ہوا۔ اور ۱۹۱۰ء میں ڈیرہ غازی خاں بھی غرقاب ہوگیا۔ اسماعیل خاں کے بھائی فتح خاں نے ڈیرہ فتح خاں ایک شہر آباد کیا تھا۔ یہ شہر بھی دو دفعہ دریا کی نذر ہوا۔

اور اب تیسری جگہ آباد ہے مگر اس کی حیثیت ایک گاؤں سے زیادہ نہیں ہے۔ موجودہ شہر ڈیرہ اسمٰعیل خاں ۱۸۱ھ ہجری مطابق ۱۸۲۴ء میں نواب سدوزئی کا آباد کردہ ہے جسکی اولاد آجتک نوابانِ ڈیرہ کہلاتی ہے۔

سنگھڑ کے علاقہ میں پہلے غازی خاں اور اس کی اولاد کی حکومت رہی جو بہاول خاں کی طرح سب غازی خاں کہلاتے ہیں آخری غازی خاں اپنے وزیر محمود گوجر کی سازش کا شکار ہوا اور ۱۷۶۹ء میں بلوچوں کے اس مایۂ ناز خاندان کا خاتمہ ہوا۔ اگرچہ یہ بلوچ سردار بابر کے زمانہ سے لیکر بہادر شاہ پسر محی الدین اورنگ زیب عالمگیر کے زمانہ تک سلطنت مغلیہ کے باج گذار رہے۔ مگر حقیقت میں یہ مطلق العنان والئے ریاست تھے۔ جب ۱۷۳۹ء میں نادر شاہ ایران سے چل کر دہلی تک تمام ملک کو روندتا ہوا چلا گیا۔ تو فتح دہلی کے بعد یہ علاقہ بھی شاہانِ خراسان کے زیر نگین آیا۔ نادر شاہ کے مقتول ہونے پر اکتوبر ۱۷۴۷ء سے احمد شاہ ابدالی جو قوم سدوزئی افغان کا درخشندہ گوہر تھا۔ افغانستان کا بادشاہ ہوا۔ تو یہ علاقہ اس کے قبضہ میں آیا اس کی وفات پر تیمور شاہ سریر آرائے سلطنت ہوا۔

اس وقت سنگھڑ میں سردار مستو خاں نشکانی شاہان خراسان کی طرف سے حاکم تھا چنانچہ مولوی محمد عمر صاحب ملغانی کی ایک نظم اس زمانہ کی لکھی ہوئی موجود ہے۔

قضائے کہ ایں باغ را آفرید
عجب لالۂ خاں مستو دمید

بود ہر زماں چوں گل افروختہ
بد اندیش مثل سپند سوختہ

ریاضت کشی را حسن ثانیئے
بدانش فلاطون یونانیئے

بحشمت او سالار جمشید است
چو جمشید خورشید تاباں تر است

بہ ہنگام تیغ است چوں کوہ قاف
بدر دسر دشمناں تا بناف

رود گرگ خونی بدر بار میش
خدایا مراکن ز سرکار خویش

چہ وصفش کند واصف ناتواں
چو دریائے نیل است موجش گراں

بود تا زمیں آسماں را بقا
خدایا نگہدارش از لغزپا

جب شاہان خراسان یعنی احمد شاہ ابدالی کے پوتوں میں نزاع ہوا اور محمود شاہ شاہ زماں شجاع الملک ایک دوسرے سے جنگ و جدال میں مصروف ہوئے اور سلطنت کابل کو کمال ضعف پہنچا۔ اس وقت سکھوں نے یہ علاقہ بزور شمشیر لے لیا۔ اب ہم اس زمانہ میں پہنچ گئے ہیں جبکہ حضرت فیض رساں سرتاج چشتیاں خواجہ محمد سلیمان علیہ الرحمۃ والغفران کوہ سلیمان سے تونسہ میں رہائش فرما ہوئے آپ کے اس علاقہ

غیر آباد میں تشریف لانے کے متعلق مندرجہ ذیل امور پر غور کرنا چاہیئے۔

(۱) سکھوں کا پر آشوب زمانہ تھا۔

(۲) جہالت کا زور تھا۔ آفتاب اسلام جہالت کی کالی گھٹا میں نظر تک نہ آتا تھا۔

(۳) علاقہ ایسا تھا جہاں ذرائع آمد و رفت بہت دشوار اور ناقابلِ گذر تھے۔

(۴) مشرق کی طرف دریائے ذخار جو ہندوستان کا سب سے بڑا دریا ہے حائل تھا۔

(۵) مغرب میں کوہِ سلیمان پھیلا ہوا تھا۔

اس واسطے یہاں قدرتی طور پر ایک مصلح اور ریفارمر کی ضرورت تھی جو اپنے فیوض ظاہری و باطنی سے لوگوں کا تزکیہ نفس کرے اُن کے وساوس شیطانی اور عقائد باطلہ کا استیصال ہو۔ اسلام کا نورانی چہرہ جو ظلمت میں چھپ رہا ہے اُسے روشن صورت میں دکھائے۔ قوم چچہ، بھٹہ، شیروانی، بلوچ اور افغان جیسی متمرد اقوام کو حلقۂ اسلام سے نہ نکلنے دے۔ اُن کے آئینہ دل کو کدورت ضلالت اور غبارِ جہالت سے پاک کرے۔ اور تمام دامان کے علاقہ کو اپنے دامنِ رحمت میں جگہ دے پس قدرتی طور پر حضرت اقدس خواجہ غریب نواز حضرت اعلیٰ کا قیام اس علاقہ میں ضروری اور نہایت ضروری تھا۔ جہاں عرصہ دراز سے

کوئی مصلح اور کوئی ہادی رونق افروز نہ ہوا تھا۔ اور جب یہ دیکھا جاتا ہے
کہ حضرت فیض رساں قبلۂ عالم خواجہ نور محمدؒ صاحب قدس سرہٗ العزیز
کا ارشاد بھی اسی علاقہ کے قیام کے متعلق ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ
تمام فیضانِ الٰہی ہے جو سنگھڑ جیسے گمنام اور غیر آباد علاقہ کو عطا ہوا یہ
وہ علاقہ ہے جہاں کوسوں تک پینے کا پانی نہیں ملتا۔ اور تونسہ مقدسہ
کے شمال میں محض ریگستان اور سنسان علاقہ ہے پس سے اس قادر
ذوالجلال نے اپنی رحمتِ کاملہ اور حکمت بالغہ سے اس بے آب گیاہ علاقہ
میں ایک آبِ حیات کا چشمہ پیدا کیا اور گمراہانِ صراطِ مستقیم کی ہدایت
اور رہنمائی کے لیے خضر بھیجا۔ اور نہایت برمحل بھیجا جس نے ہم گنہگاروں کو
جو قعر جہالت و ضلالت میں پڑے تھے ساحل مقصود پہ پہنچایا اور خوب
پہنچایا ؎

نصیب ماست بہشت اے خدا شناس برو — کہ مستحقِ کرامت گناہگارانند

اللہ اللہ! اس چشمہ آبِ حیات سے کس قدر پیاسوں نے اپنی پیاس
بجھائی۔ صاحب ہمت و صاحب استعداد منزلیں طے کر کے آئے
اور ہندوستان کا کون سا شہر ہے جہاں اس چشمہ کا فیض نہ پہنچا ہو۔
پنجاب دوڑا، صوبہ سرحد بھاگا۔ سندھ جاگا۔ الغرض پشاور، گلاچی
مکھڈ، راولپنڈی، سیال۔ ابوہر۔ جھجھر۔ گلبرگہ، اجمیر شریف۔ کلکتہ
اور برما تک لوگ اپنے اپنے جام صراحیاں اور جھجھر بھر بھر کر لے گئے

اور سچ تو یہ ہے کہ اس خزینۂ رحمت کو جس قدر ہندوستان نے لوٹا۔ اہلِ وطن کے حصہ میں کم آیا۔ ہاں چشمۂ رحمت بدستور یہاں موجود ہے ؎

کھلا ہے آج میخانہ چلو خواجہ سلیمان کا
ہمارے حامیٔ دین کا ہمارے نورِ ایمان کا

نشہ میں چور بیٹھے ہیں یہاں کے ساقی گل رو
کلام اللہ کی صورت ہے نقشہ اس گلستان کا

تمہارے در پہ آئے ہیں تمہارے ہی کہلاتے ہیں
پلادو ایک قطرہ اب تو اللہ جامِ عرفان کا

وجہ تسمیہ تونسہ شریف:

بیان کیا جاتا ہے کہ خراسان کا ایک بادشاہ جس کا نام کسی کو معلوم نہیں ایک دفعہ اس مقام پر گذرا جہاں موجودہ شہر تونسہ آباد ہے وہاں اس کا ایک مرغ طاؤس مر گیا۔ چونکہ اس بادشاہ کو یہ طاؤس بہت عزیز تھا اور سفر میں ساتھ رکھنے کی وجہ بھی غیر معمولی الفت و محبت معلوم ہوتی ہے۔ بادشاہ کو بہت افسوس ہوا اور اس کی قبر بنانے کا حکم دیا جو امتدادِ زمانہ سے ناپید ہو گئی اور گاؤں کا نام طاؤسہ ہو گیا جو بدل کر تونسہ ہو گیا۔

حقیقت میں یہ روایت کچھ قابلِ اعتبار نہیں کیونکہ کسی تاریخ یا گزیٹیر میں اس کا ذکر نہیں مگر زبان زد خلائق ہے اس واسطے درج کی گئی۔

حضرت اعلیٰ کی پاک زندگی

اس مختصر کتاب میں کہاں گنجائش ہے کہ شہنشاہِ عالمیان غوثِ زماں حضرت خواجہ محمد سلیمان علیہ الرحمۃ والغفران کے حالات

وملفوظات وکمالات قلم بند ہوسکیں۔ محض تبرّک اختصار کے طور پر چند واقعات تحریر کیے جائیں گے۔ حضرت اعلیٰ کے والد بزرگوار کا نامِ نامی واسمِ گرامی محمد ذکریا بن عبدالوہّاب ہے۔ قوم جعفر افغان آپ ۱۱۸۴ھ میں اس دار ناپایدار کی زینت بڑھانے اور خلق اللہ کو اخلاقِ محمدی سکھانے کے واسطے عالمِ ظہور میں آئے آپ کا مولد موضع گڑگوجی تحصیل بازار موسیٰ خیل ضلع لورالائی ملک بلوچستان ہے جو تونسہ شریف سے جانب اندرون کوہ دو منزل کے فاصلہ پر ہے۔ محمد زکریا خاں ایک نیک اور صالح افغان تھے اور اپنی نیک نیتی اور پرہیزگاری سے ابنائے جنس میں خاص عزّت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے مگر کوئی ایسا مالی اقتدار حاصل نہ تھا کہ حضرت اقدس کے تولّد ہونے سے پہلے اُن کی ناموری یا شہرت کا باعث ہوتا مگر مبارک اور ہزار مبارک ہے وہ گھرانہ جس میں ایسا غوث الزمان پیدا ہُوا۔ والدہ ماجدہ کا اسم گرامی اور نام نامی مائی زلیخا ہے۔

حضرت کا نام بچپن میں مانہ خاں مشہور تھا مگر اصلی نام جو درحقیقت والدین نے تجویز کیا تھا محمد سُلیمان تھا چنانچہ اب بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ عہدِ شباب سے پہلے آپ پیار کی وجہ سے مانہ خاں کے نام سے بھی موسوم ہوئے۔ حضرت قبلہ عالم صاحب نے اصلی نام کی تجدید فرمائی چنانچہ اس بارہ میں چراغ تونسوی خواجہ محمد محمود صاحب

نوّر اللہ مرقدہٗ نے ایک دن زبان فیض ترجمان سے فرمایا کہ باپ زکریاؑ برادر یوسفؑ، ماں زلیخا، بھائی الیاسؑ تو آپ کا نام حقیقی محمد سلیمان ہی ہوگا" اور جیسا کہ ضلع ڈیرہ غازی خاں میں اصلی نام کے ساتھ ایک عُرف بھی ہوتا ہے۔ اسی طرح بچپن میں یہ عُرف پیار کی وجہ سے مشہور ہُوا۔ حضرت قبلۂ عالم قدس سرہٗ العزیز نے نیا نام تجویز نہیں فرمایا بلکہ حقیقت سے پردہ اُٹھا دیا۔ گویا وہ مجازی نام تھا حقیقی محمد سلیمان تھا۔

آپ کی پیدائش کے وقت کسی قسم کی خاص خوشی کا اظہار نہ ہُوا کیونکہ آپ تین ہمشیرگان کے بعد تولد ہوئے تھے۔ اور یہ وہم باطل افغانی اور میدانی علاقہ میں عوام الناس میں چلا آتا ہے کہ ایسا مولود اچھا نہیں ہوتا مگر آپ تو شریعتِ محمدی کے علم بردار اور ایسے عقائدِ باطلہ اور توہمات فاسدہ کو مٹانے کے لیے اس دنیا میں وارد ہوئے تھے پس آپ کی ولادت باسعادت کا پہلا کرشمہ تو یہی سمجھنا چاہیئے کہ اس جاہلانہ خیال اور وہم ناقص کو ایسا ملیا میٹ کر دیا کہ اب اس علاقہ میں شاید ہی کوئی عقل کا دشمن ہو جو پھر اس وہم میں مُبتلا ہو۔

حضرت اعلیٰ کی پیدائش کے متعلق دو تین بزرگوں کی پیشین گوئیاں مختلف کتابوں میں دیکھی گئی ہیں کہ آپ ابھی بطنِ مادر میں تھے کہ ایک دُرویش گوشہ نشین دُور سے آپ کی والدہ ماجدہ کے سامنے

آکر تعظیم کرتا۔ دریافت پر فرمایا کہ اِس مائی صاحب کے بطن سے وہ فرزند ارجمند تَوَلُّد ہوگا کہ غرب سے تا شرق اس کے نُور سے منوّر ہوگا۔

خدا تعالےٰ کی قُدرت جیسا اس دُرویش نے کہا تھا تمام وکمال پُورا ہُوا۔

اسی طرح سے ایک دُرویش صفاکیش قوم کا افغان مگر پیشہ حجام کا کرتا تھا بچپن سے آپکی خاطر ومدارات اور کمال تعظیم کرتا۔ کبھی گھر سے اچھا کھانا تیار کرا کے حضورِ انور کی تلاش میں پھرتا اپنے ہاتھوں سے وہ طعامِ لذیذ کھلاتا۔ اور خود ہی آپکے بال سنوارتا اور حجامت بناتا۔ درحالیکہ خواجہ صاحب بچپن میں اُس سے چنداں التفات نہ کرتے اور بھاگ جاتے مگر وہ حجامت بنانے کے واسطے منت وخوشامد کرتا اور دو تین تین دن اسی مقصد کے واسطے مارا مارا پھرتا۔ ایک دن کسی نے پوچھا کہ بھلے آدمی! اس افغان زادہ سے تجھے کیا حاصل ہے اُس نے بیان کیا میاں! تجھے کیا خبر؟ کہ یہ کون ہے یہ زکریا کا بیٹا مقبول حق اور برگزیدہ خلائق ہے ایک وقت آئیگا کہ ایک عالم اس کے فیض سے مستفیض ہوگا اور یہ فخرالاوّلین والاٰخرین ہوگا۔ اور یہی میرا جنازہ پڑھے گا۔ خدا کی قدرت جیسا اس حجام نیک انجام نے کہا تھا من وعن پُورا ہُوا

حضرت اعلیٰ اپنے پیر ومرشد حضرت قبلہ عالم مہاروی سے رخصت لے کر اپنی والدہ کی قدم بوسی کو وطن آرہے تھے جب کوہ درگ سے

سے گذرے تو ایک پہاڑی کے نیچے چند آدمیوں کی آواز سُنائی دی
اُن دنوں پہاڑ کے اندر امن نہ تھا خیال گذرا شاید ڈاکو ہُوں آگے چل کہ
معلوم ہوا کہ اپنی ہی قوم کے آدمی ہیں۔ اور ایک جنازہ رکھا ہے اور اس وقت
کوئی جنازہ خواں نہیں ہے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہی حجام نیک نام فوت
ہو گیا ہے جو بچپن میں آپ کی حجامت کیا کرتا تھا۔

الغرض آپ نے جنازہ پڑھا اور بہت دیر تک اس کے واسطے دعائے
مغفرت کرتے رہے ـــ القصہ یہ پیشین گوئی بھی حرف بحرف پوری
ہوئی۔ شاید حکیم انوری نے یہ قصیدہ بے نقطہ آپ کی شان میں لکھا تھا۔

کہ کرد کار کرم مرد وار در عالم	کہ کرد اساس مکارم ممہد و محکم
عماد عالم و عادل، سوار ساعد ملک	اساس طارم اسلام و سرور عالم
ملک علو و عطارد و علوم و مہر عطا	سماک رمح و اسد حملہ و ہلال علم
سر سرا ہل محامد، ہلاک ہمہ عدو	سر ملوک و دلارام ملک و اصل حکم
کلام او ہمہ سحر حلال در ہمہ حال	مراد او ہمہ اعطائے مال در ہمہ دم

غوث زماں کے نبر کا حالات درج کئے ہیں مزید اضافہ ۔
ایمان کے لئے مناقب المحبوبین نافع السالکین انتخاب مناقب
سلیمانی سیرت سلیمان خاتم سلیمانی وغیرہم کا مطالعہ
کیا جائے ۔

الف ۔ س ۔ تونسوی

دوسرا باب

قلمی کتاب تنویر القلوب فی لطائف المحبوب ـ

یعنی ملفوظات عطا بخش خواجہ اللہ بخش صاحب قدس سرہ

ملفوظ حضرت ثانی کے خاص غلام اور مجاور مولوی احمد خاں بختیار علیہ الرحمۃ کی رشحات قلم کی گل ریزی ہے یہ بزرگ عرصہ دراز تک آپ کی خدمت میں رہے اور زہد و اتقاء میں وہ درجہ حاصل کیا جو عاشق رسول کا خاصہ ہے یہ نایاب نسخہ مجھے حضرت چراغ تونسوی خواجہ محمد محمود صاحب نور اللہ مرقدہ کے توشہ خانہ سے ملا۔ اصل نسخہ فارسی میں ہے میں اسے اردو زبان کا لباس پہنا کر میر برادران کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کرتا ہوں۔

قبلۂ عالم کی نگاہ: ایک دن اس دعاگو کو نماز عصر کے بعد حضرت ثانی علیہ الرحمۃ کی مجلس میں حاضری کا فخر حاصل ہوا بہت سے درویش اور اہل علم موجود تھے حضرت غریب نواز نے فرمایا کہ حضرت اعلیٰ ایک دن فرماتے تھے کہ حضرت قبلہ عالم خواجہ مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کیمیا اثر میں وہ تاثیر تھی کہ جس پر ایک دفعہ توجہ ہوئی وہ ہر دو جہان سے آزاد ہوا جاتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ چودھواں تحصیل کلاچی ضلع ڈیرہ اسماعیل خاں کا خستہ ساہوکار قرض سے ازبس لاچار اور خوار ہو گیا یہاں تک کہ اسے وطن چھوڑنا پڑا۔ اور لنگر شریف حضرت قبلہ عالم میں جا کر کاروبار کرنے لگا اور اس قدر محنت و جانفشانی سے خدمات بجا لایا۔ کہ حضرت قبلہ عالم اس کی خدمت گزاری اور محنت و مشقت سے ازبس مسرور ہوئے اور جب اس شخص کو معلوم ہوا کہ حضرت اس کے حال پر مہربانی کی نظر رکھتے ہیں۔ تو ایک دن

اپنا خستہ حال عرض کیا کہ کس طرح ساہوکاروں کے قرض سے وہ بھاگ کر آیا ہے اور اب خاص عنایت کا طالب ہوا۔ حضرت قبلہ عالم صاحب نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے وطن جاؤ اور قرضخواہوں سے کہو کہ میں تمہارے واسطے روپیہ لایا ہوں آؤ میرے ساتھ فیصلہ کرو۔ چنانچہ وہ صادق الاعتقاد حضرت کے فرمان کے مطابق چودھواں گیا اور بموجب ارشاد مرشد ساہوکاروں سے کہا کہ اپنی بندی اور بہی وغیرہ لاؤ اور میرے ساتھ حساب کا فیصلہ کرو۔ جب ساہوکار اپنی حساب کی کتاب لائے تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ کسی جگہ اس آدمی کے ذمہ حساب درج نہ تھا۔ آخر متحیر ہو کر ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ اور پھر کمال منت و خوشامد سے اپنے قرضدار سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے اس شخص نے تمام کیفیت بیان کردی۔ ساہوکار اس بات سے بڑے متعجب ہوئے اس پر وہ شخص کہنے لگا۔ کہ اگرچہ تمہارے پاس کوئی تحریر نہیں ہے لیکن مجھے اس بات سے انکار نہیں کہ میں تمہارا قرضدار ہوں بہتر ہے کہ میرے ساتھ مصالحت کر کے فیصلہ کر لو۔ چنانچہ انہوں نے اپنی رضامندی ظاہر کی اور تھوڑی سی رقم لیکر باہمی مصالحت کر لی اور وہ قرض سے سبکدوش ہو کر پھر اپنے مرشد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور پہلے سے بھی زیادہ لنگر شریف کے کاروبار میں مصروف رہا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس کے کسی خیرخواہ نے مشورہ دیا کہ تمہاری طرف حضرت قبلہ عالم کی توجہ زیادہ ہے بہتر ہے کہ آپ سے

کوئی سبق بھی پڑھ لیا کریں۔ کیونکہ یہ شخص محض اَن پڑھ تھا۔ پس وہ شخص
قاعدہ بغدادی لے کر حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا
کہ کہو الف تو اس نے الف کہا اس حرف کے پڑھنے سے جذبہ عشق اس پر
ایسا طاری ہوا کہ ہر وقت الف الف اس کی زبان پر تھا اور جب اُسے
ب کا حرف بتایا گیا تو وہ اُسی الف میں مست رہا۔ اور دوسرا حرف زبان سے
نہ نکلا۔ چند روز میں اُس کی حالت محض مجذوبوں اور دیوانوں کی ہوگئی ہر
وقت زبان سے الف الف جاری تھا۔ اور اس کا نام میاں الفو مشہور
ہوگیا۔ اور دنیا و مافیہا کا کوئی ہوش نہ رہا۔

چنانچہ ایک دفعہ ایک کُتیا کا بچہ بغل میں لیے پھرتا تھا اور رات کو
وہ بچہ لے کر مسجد میں سو رہا۔ لوگوں نے حضرت قبلہ عالم کی خدمت میں یہ
کیفیت بیان کی آپ نے فرمایا کہ تم بکری کا بچہ لے کر اس کے حوالہ کرد واور
وہ اس سے دور کرد و چنانچہ یہ عمل کیا گیا اُس نے کچھ تعارض نہ کیا۔ پھر بکری کے
بچہ کو لئے پھرتا رہتا تھا۔ 128285

اس کے بعد حضرت ثانی قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ وہ میاں الفو
بہاول پور جا نکلا اُس وقت اس کی حالت ظاہری نہایت ابتر تھی کپڑے
پھٹے ہوئے اور حال پریشان۔ ایک مولوی صاحب جو حضرت قبلہ عالم
کے غلاموں سے تھے انہوں نے میاں الفو کو اس حالت زار میں دیکھا
اور چونکہ وہ اُسے عرصۂ دراز سے جانتے پہچانتے تھے پس اپنے پاس

ٹھیرایا۔ اور چند روز کے بعد کہا کہ آؤ تمہیں عالی جناب معلی الالقاب نواب صاحب بہاول خاں کے پاس لے چلیں تاکہ وہ محکمہ تصریفات سے تمہاری وجہ معاش کی صورت بنا دیں۔ اور تم اس طرح خوراک و پوشاک سے بے فکر ہو جاؤ میاں الفو نے انکار کیا اور کچھ ایسے الفاظ کہے جن سے دنیا داری سے نفرت کی بو آتی تھی۔

خلافت صابریا!

ایک دن پھر دربار منعقد ہوا دعاگو بھی ایک گوشہ میں بیٹھا ہوا حضرت کے دیدار فیض آثار سے بہرہ اندوز ہو رہا تھا۔ کہ حضرت ثانی قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص ہندوستانی مسمی خلیل الرحمٰن نے ایک اعلان شائع کیا ہے کہ حضرت علی احمد صابر صاحبؒ کی بیعت و خلافت حضرت گنج شکر بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت نہیں ہے آپ نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ دنیا میں کیسے کیسے لوگ ہیں جو ایسے باکمال بزرگ کے بارہ میں ایسے کلمات تحریر کرتے ہیں۔ حالانکہ مرآۃ الاسرار اور اخبار الاخیار دونوں کتابوں میں اس امر کا مفصل حال درج ہے۔

چنانچہ مؤلف مرآۃ الاسرار تحریر فرماتے ہیں۔ کہ جب حضرت بابا صاحبؒ نے حضرت علی احمد صاحب کو سند خلافت عطا فرمائی تو ارشاد کیا کہ حضرت قطب جمال ہانسویؒ سے بھی اس کی تائید کرا کر مُہر لگوائیں اور پھر دہلی آپ چلے جائیں۔ چنانچہ حضرت علی احمد صاحب صابرؒ وہاں سے رخصت ہو کر

حضرت قطب جمال کی خدمت میں ہانسی میں حاضر ہوئے اور اس سند پر اپنی مُہر لگانے کی استدعا اور درخواست کی حضرت قطب جمال نے اس سند کو پارہ پارہ کر دیا۔ پس یہ کیفیت دیکھ کر صابر صاحب واپس حضرت گنجشکر صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام کیفیت بیان کی۔ حضرت بابا صاحب نے فرمایا کہ اچھا کوئی ہرج نہیں تم کو ایک بڑے شہر پیران کلیر کی ولایت دی جائے گی پس انہیں وہاں روانہ فرمایا جب صابر صاحب اس مقام پر پہنچے اور کئی دن استقامت فرمائی تو بعدہٗ اپنے مُریدوں اور عقیدت مندوں کو ساتھ لے کر جامع مسجد میں پہنچے اور ایک خاص مقام پر جو مصلےؒ کسی پیر زادہ کا تھا۔ وہاں متمکن ہوئے ہر چند انہیں کہا گیا کہ یہ تمہارا مقام نہیں ہے چنانچہ اس بات پر بہت جھگڑا ہوا۔

آخر حضرت صابر صاحبؒ نے فرمایا کہ میں پیر ولایت ہوں وہ بولے تمہارے پاس کیا ثبوت ہے یہ ناراض ہو گئے اور بد دُعا کر کے چلے گئے۔ خدا کی قدرت تھوڑے دنوں میں وہ سب مدعی ہلاک ہو گئے اور شہر بھی ویران اور برباد ہو گیا ــــ اس پر آپ نے یہ بھی ارشاد کیا کہ شاہان دہلی نے کئی دفعہ اس بستی کے آباد کرنے کی کوشش کی مگر وہ ویران ہو گئی پھر ارشاد فرمایا کہ حضرت علی احمد صابر صاحب کی مزار مبارک اگرچہ ایک ویرانہ میں ہے مگر عُرس کے موقع پر اس قدر ہجوم خلائق ہوتا ہے

کہ جس کا شمار نہیں ہو سکتا اور ہر ایک چیز افراط سے مل سکتی ہے پھر ارشاد فرمایا کہ مرآۃ الاسرار کے مؤلف تحریر فرماتے ہیں کہ بعض اولیاء اللہ میں جلال موسوی و اسرافیلی پایا جاتا ہے چنانچہ حضرت علی احمد صابرؒ میں یہی بات تھی۔

شیخ رودلہ

ایک دن اولیاء اللہ کا ذکر ہو رہا تھا آپ نے زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ عبد الحق رودلوی صاحب توشہ والے ولی کامل ہو گذرے ہیں آپ کی عمر ابھی سات سال تھی کہ اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ تہجد کے واسطے اٹھتے اور باقاعدہ عبادت میں مصروف ہوتے۔

ایک دفعہ بتقاضاء محبت ان کی والدہ ماجدہ نے کہا کہ تم اس عمر میں کیوں تکلیف کرتے ہو حالانکہ شرعاً تم پر یہ تکلیف روا نہیں آپ کو والدہ ماجدہ کا یہ کلام ناگوار گذرا اور کہنے لگے کہ یہ والدہ نہ ہوتی کہ مجھے عبادت الہٰی سے منع کرتی ہے پس گھر سے چلے گئے اور اپنے برادر تقی محمد کے پاس پہنچے جو علاء الدین خلجی شاہ دہلی کی سرکار میں نوکر تھا یہاں ان کے بھائی نے ایک درس میں داخل کرایا اور مولانا نے انہیں صرف پڑھانا شروع کی جب ضَرَبَ یَضْرِبُ پر پہنچے تو پوچھا کہ اس کے معنی کیا ہیں مولوی صاحب نے کہا ضَرَبَ بمعنی زدن۔ آپ نے تعلیم چھوڑ دی اور بولے میں لوگوں کے مارنے کے واسطے پیدا نہیں ہوا چنانچہ

وہاں سے حضرت جلال الدین صاحب پانی پتی کی خدمت میں آئے اور وہاں سے خلافت بھی حاصل کی مگر تسکین خاطر نہ ہوئی آخر کشمیر کی طرف روانہ ہوئے وہاں بھی عقدہ حل نہ ہوا وہاں سے بغداد شریف گئے مگر یہاں بھی وہ مقصود ہاتھ نہ آیا واپس ہندوستان آئے اور کہنے لگے کہ اہلِ حیات سے تو کچھ نہ ملا۔ اب صاحبانِ قبور سے التجا کرنی چاہیئے پس ایک قبر بنوائی اور وہاں فیوض باطن حاصل کرنے میں مصروف ہوئے لیکن اس مجاہدہ سے آپ بالکل نحیف و لاغر ہو گئے۔ مریدوں نے انہیں کپاس میں لپیٹ رکھا تھا اور غذا صرف حلوہ تھی۔ چنانچہ اس وقت سے آپ کا توشہ" مشہور چلا آتا ہے۔

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ یہ توشہ کسی بھنگ پینے والا یا چلم پینے والے کو جائز نہیں ہے چنانچہ صاحبزادگان مہاروی اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ اگر یہ توشہ کسی نشہ باز کو دیا جائے تو اسے درد پیدا ہوتا ہے اور مرآۃ الاسرار میں ہے کہ حضرت شیخ صاحب کا فرمان ہے کہ میری اجازت کے بغیر یہ توشہ کھانا جائز نہیں پھر فرمایا کہ ہمارے حضرت اعلیٰ خواجہ شاہ سلیمان تونسوی تو یہ توشہ لے لیتے اور لنگر میں تقسیم فرماتے خواہ کسی صورت میں دیا جائے شاید آپ کو اجازت ملی ہوئی ہوگی۔

پھر فرمایا کہ یہ نکتہ حل نہیں ہوتا کہ شیخ صاحب کو جب بیعت اور خلافت بھی مل چکی تو پھر کیوں پیر کی تلاش کی مولوی خدا بخش صاحب نے

فرمایا کہ ان کی استعداد برتریں ہو۔ اس واسطے زیادہ کامل استاد کی ضرورت ہو گی اس محل پر معمولی ذکر کے بعد عالم شاہ بولے کہ صاحب مرآۃ الاسرار لکھتے ہیں کہ خاندانِ چشت اہل بہشت میں تین صاحب بزرگوار صاحب استغراق ہیں حضرت خواجہ قطب صاحب حضرت مخدوم صاحب چراغ دہلوی حضرت شیخ عبدالحق صاحب رودلویؒ۔ مولوی خدابخش صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت قطب صاحب۔ قطب ارشاد اور حضرت شیخ عبدالحق صاحب قطب ابدال تھے۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ان ہر دو بزرگوں سے بہت سی کشف و کرامات اور خارق عادات ظہور پذیر ہوئیں مگر حضرت خواجہ مخدوم چراغ دہلوی قدس سرہٗ العزیز سے اس بارہ میں کچھ ظہور نہیں ہُوا اور یہ عدمِ اظہار ان کے کمال استقامت پر دال ہے۔

تاجدارِ ملتان کا فرمان

پھر ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رقم طراز ہیں کہ خاندانِ چشتیہ نظامیہ میں حضرت مخدوم چراغ دہلوی کے بعد کوئی صاحب کمال نظر نہیں آیا۔ مگر حافظ محمد جمال صاحبؒ ملتانی جب ہمارے حضرت اعلیٰ خواجہ محمد سلیمانؒ کی طرف دیکھتے تو کہتے کاش! شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلویؒ آج زندہ ہوتے تو عرض کرتا کہ آیئے شیخ صاحب دیکھئے اور اپنی تحریر کو ذرا مٹا دیجئے۔

پیرِ کامل

ایک دن ارشاد فرمایا کہ ہر کسی کا انجام محض رحمتِ ایزدی اور فیضِ الٰہی پر موقوف ہے چنانچہ مرزا فخر الدّین خاں دہلوی اوائل میں کسی عہدہ سرکاری تھانہ داری یا تحصیلداری پر تعینات تھا مگر بہت جور و تعدی کرتا اور لوگ اس سے سخت نالاں تھے مگر انجام اس کا بخیر ہُوا آپنے یہ شعر بھی فرمایا ؎

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد ۔ اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

مؤلف ان اوراق (مولانا احمد خاں صاحب بختیار) کے اس مقام پر لکھتے ہیں ۔ انجام بخیر کا مطلب یہ تھا کہ مرزا فخر الدین اپنے افعال سے آخر عُمر میں تائب ہوئے اور سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ سُلیمانیہ میں داخل ہوئے اور تائب ہونے کے بعد حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضۂ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرّف اور فیضیاب ہوئے انتہیٰ کلامہٗ

بعدہٗ حضرت اقدس نے فرمایا کہ ہم نے محمد حسین کو دہلی میں تار دیا تھا کہ فخر الدین کا حال بذریعہ تار لکھے جواب تار کا نہ آیا مگر ایک چِٹھی پہنچی جو مرزا فخر الدّین کی تھی درج تھا کہ لوگوں نے پیری مُریدی کو بہت آسان سمجھ رکھا ہے ۔ حالانکہ پُل صراط سے گذرنا آسان مگر مُریدی مشکل ۔ آپنے فرمایا واقعی سچ ہے مرید کو چاہیئے کہ وہ اپنے آپ کو پیر کے حوالے کر دے جیسے کالمیّت فی ید الغسّال یعنی مُردہ جس طرح غسل کرانے والے کے ہاتھ ہوتا ہے ۔ اس پر میرا نام ایک غلام

حضرت اعلیٰ کا ذکر فرمایا کہ آپ نے اُسے ایک دن فرمایا تھا کہ تو بہشتی ہے وہ بہت خوش ہوتا تھا۔ بعدہٗ آپ نے ایک اور آدمی کا ذکر فرمایا کہ حضرت صاحب حاجی پور والے کا ایک غلام تھا آپ نے اُسے ایک رات کہا کہ تمہیں فلاں مقام پر صبح جانا ہے وہ مستعد آدمی علی الصباح اس مقام کو روانہ ہو گیا اور یہ نہ دریافت کیا کہ کام کون سا ہے اور کس لیے فرمان تھا جب واپس آیا تو عرض کیا کہ میں فلاں مقام سے ہو آیا ہوں پیر صاحب بولے کہ بھلے آدمی! خالی وہاں کا چکر لگایا اور تکلیف اُٹھائی مگر یہ استفسار نہ کیا کہ کام کون سا ہے مرید نے عرض کیا قبلہ! آپ نے تو اتنا فرمایا تھا کہ تمہیں فلاں مقام پر جانا ہے مگر اس وقت کام تو کوئی نہ فرمایا تھا۔ اگر کوئی کام ہے تو اب حاضر ہوں ابھی جاتا ہوں۔

مولانا بختیار لکھتے ہیں کہ مرید کو لازم ہے کہ اپنے تمام کاروبار اپنے پیر کے سپرد کر دے اور خود کسی قسم کا دخل نہ دے بالکل یہی کیفیت ہو کالمیت فی یدِ الغسال اس وقت وہ پورا فیض حاصل کر سکتا ہے

قیمتی کنواں: ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ علاقہ سنگھڑ میں پینے کا پانی بڑی مشکل سے ملتا ہے اس واسطے اس علاقہ میں کسی چاہ کا احداث کرنا ایک بڑی خیرات ہے یہ صدقہ جاریہ اور دائمی فیض ہے ـــــ حضرت اقدس نے رفاہِ عام کے

واسطے یوں تو کئی چاہ احداث کرائے جن سے اہالیان تونسہ مقدسہ کو بڑا آرام ہوگیا کیونکہ ضروریات زندگی میں پانی جزوِ اعظم ہے اور اس کے بغیر کہاں گذارا ہوسکتا ہے لیکن جس چاہ کی احداثی کا اس وقت ذکر کیا جاتا ہے یہ ایک نعمت غیر مترقبہ ہے صبح ہو یا شام دوپہر ہو یا آدھی رات ہر وقت اس چاہ پر ایک ہجوم رہتا ہے اور بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ چاہ دَہ دردَہ ہے۔

یعنی حنفیہ کے نزدیک اس کو نجاست کا خطرہ نہیں۔ حضرت ثانی علیہ الرحمۃ جن کی تمام زندگی خیر خواہی عوام کے واسطے وقف ہوئی اور ہمیشہ بہبودی خلائق و فیض رسانی عالم پر متوجہ رہے۔ عرصہ سے یہ خیال رکھتے تھے کہ ایک عظیم الشان چاہ تیار کرایا جائے۔

حضور انور نے رود سنگھڑ کی طغیانی کو روکنے کے لیے کئی سدات تیار کرائیں اور بہت روپیہ اس کار خیر میں خرچ کیا اور دیگر تعمیرات میں بھی یہ رمز مخفی تھی کہ عوام الناس کو کسب حلال سے روزی کمانے کا شوق ہو مگر یہ کنواں تو محض لوگوں کو آرام و آسائش کے واسطے تیار کیا گیا۔ اس میں اس کی بنیاد رکھنے کا ذکر مولانا مولوی احمد خاں بختیار کے الفاظ میں لکھتا ہوں وھو ہذا۔

ایک دن سرکار ثانی حسب معمول خانقاہ مبارک کے سامنے بعد نماز عصر رونق افروز تھے آپ نے مولوی خدا بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا

کہ کل کون سا دن ہے ہمارا خیال ہے کہ کل چاہ کی ابتداء کی جائے آپ نے فرمایا کہ کل یوم خمیس ہے اور بکرۃ الخمیس برکۃ حضرت اقدس نے فرمایا کہ کل سترہ ربیع الاول ہے اور یہ تاریخ بھی مبارک اور بابرکت ہے پس کل ہی چاہ کی احداثی شروع کی جائے۔

پھر ارشاد فرمایا کہ مولوی صاحب! کہ بکرہ خمیس سے کون سی ساعت مراد ہے مولوی صاحب نے عرض کیا کہ صبح صادق کے بعد پہلا پہر۔ اس کے بعد گفتگو اس بارہ میں شروع ہوئی کہ دن کون سا مبارک ہے آپ نے فرمایا کہ انا عند ظن عبدی تمام ایام مبارک ہیں مگر خداوند کریم نے جمعہ کو خاص فضیلت عطا کی ہے اس موقعہ پر یہ تذکرہ بھی ہوا کہ بعض لوگ چہارشنبہ کو اچھا سمجھتے ہیں اور ہمارے حضرت صاحب اس دن سفر کرنا پسند نہ کرتے تھے ہم بھی ان کی پیروی کرتے ہیں دراصل یہ محض عقیدہ اور ظن ہے۔

حضرت خیرپوریؒ

چنانچہ آپ نے حضرت مولوی خدابخش صاحب ملتانی ثم خیرپوری رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر فرمایا کہ آپ بڑے نیک اور پرہیزگار تھے۔ ایک دفعہ ان کا ایک مرید حاضر ہوا اور عرض کیا کہ کل میرے فلاں عزیز کی شادی ہے آپ ضرور قدم رنجہ فرماویں۔ مولوی صاحب نے کہا کہ آج بدھ کا دن ہے اگر ایک دن پہلے کہتے تو میں ضرور چلتا۔ مگر اس مرید با اخلاص نے بہت اصرار کیا آپ نے

اس کی دل شکنی گوارا نہ کی مگر یہ فرماتے رہے کہ میں چہارشنبہ کے دن سفر نہیں کیا کرتا۔ الغرض آپ گھوڑی پر سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ چار پانچ کوس کا فاصلہ طے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک مست اونٹ بھاگا آتا ہے۔ مولانا صاحب نے گھوڑی کو تیز کیا اور مرید سے بولے دیکھو وہ چہارشنبہ (بدھو) ہمارے تعاقب میں آرہا ہے۔

مرید نے عرض کیا قبلہ یہ شتر ہے بدھو نہیں عجیب بات ہوئی کہ اونٹ نے آکر گھوڑی پر حملہ کیا اور آپ گھوڑی سے گر پڑے اور چوٹ آئی۔

اسی طرح آپ نے ایک اور حکایت اسی بارہ میں بیان کی کہ ایک دفعہ اس شہر میں عارضہ جدری کا بچوں میں نمودار ہوا اور ایک شاہ صاحب سید یوسف شاہ ساکن لنترا اس عارضہ کا علاج سوئی لگانے سے کرتے تھے ہم نے مناسب سمجھا کہ شاہ صاحب کو بلایا جائے تاکہ میرے دو لڑکوں کو ٹیکا کرایا جاوے۔ اگرچہ میاں نصیر تونسہ مقدسہ میں اس مرض کا علاج کرتا تھا مگر ہم نے تبرکاً شاہ صاحب کا بلانا مناسب سمجھا۔ پس عثمان نام ایک آدمی کو بھیجا کہ اتوار کے دن شاہ صاحب کو لے آئے۔

جب میاں عثمان اُن کے پاس پہنچا تو وہ بولے کہ آج اتوار کے دن میں کبھی نہیں جاتا مگر میاں عثمان بلائے جان ہو کر چمٹ گئے اور بولے کہ آج اتوار کو لے جانے کا حکم ہے چنانچہ وہ شاہ صاحب آئے خدا کی قدرت پہلے

میرے دو لڑکوں کو اس نے سُوئی لگائی اور پھر شہر کے بہت سے بچے اس کے زیر علاج رہے۔

شاہ جی بولے کہ اب میں سات آٹھ یوم یہاں رہوں گا تاکہ اس علاج کا نتیجہ معلوم کیا جائے مگر تقدیر الٰہی سے سب لڑکے فوت ہو گئے صرف دو بچے بچ رہے اور علاج کنندہ کو تپ محرقہ نے آدبایا مگر زندگی کے دن باقی تھے کہ اس موذی بخار سے نجات پائی۔"

خلاصہ مقصود ان حکایات سے یہ ہے کہ کوئی دن بھی نحس نہیں بلکہ یہ محض عقیدہ اور ظن پر موقوف ہے اگر کسی شخص کے دل میں یہ خیال متمکن ہو کہ یوم شنبہ نحس ہے تو ضرور اس کے عقیدہ کے مطابق اُسے نقصان پہنچے گا ورنہ جو کام مقدر میں ہوتا ہے وُہی ہوتا ہے نہ اس میں دن کا کوئی دخل ہے نہ وقت کا۔

بابرکت ہاتھ

الغرض دوسرے دن کہ یوم خمیس ۷ ا ربیع الاوّل تھی حضرت ثانی علیہ الرحمۃ صبح کی نماز کے واسطے معمول سے پہلے تشریف لائے اور بعد ادائے نماز صبح کہ امامت اس احقر نے کی تھی۔ آپ نے حکم دیا کہ کل درویش اور احقر آستانۂ مبارک میں آئیں اور دعا طلب کریں کہ اس چاہ کا کاروبار آسانی اور خیر خوبی سے انجام کو پہنچے آبِ شیریں حاصل ہو اور لوگ اس سے مستفید ہوں چنانچہ دیر تک دُعا طلب فرمائی پھر تمام درویش اور فقراء اور علماء حضور کے ہمرکاب آئے صاحبزادہ

حافظ محمد موسیٰ صاحب بھی ساتھ تھے۔ مسجد کے صحن سے مشرقی جانب اس مقام پر پہنچے جہاں چاہ کھودنے کی تجویز تھی۔ آپ نے اس عاصی پُر معاصی کو ارشاد فرمایا کہ یہ بیلچہ لے کر پہلے آپ بسم اللہ کریں۔ میں نے عرض کیا کہ غلام تراب الاقدام اس لائق نہیں جب حضور انور خود رونق بخش ہیں دوسرے کو کیا طاقت؟ آپ نے فرمایا کہ کچھ فکر نہ کرو اور رُو بقبلہ ہو کر بیلچہ سے مٹی کھود دو۔ جب آپ نے دوبارہ ارشاد فرمایا الامر فوق الادب کا خیال کیا اس عاصی پُر معاصی نے سب سے پہلے بیلچہ ہاتھ میں لیا اور فرمان ذی شان کے مطابق عمل کیا۔ اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یا پیر مدد کن اور تین دفعہ بیلچہ سے مٹی نکالی۔

پھر آپ نے مولوی خدابخش صاحب سے ارشاد فرمایا پھر ان کے مٹی نکالنے کے بعد مولوی غلام محی الدین صاحب مکھڈی اور پھر عالم شاہ صاحب سے یہی ارشاد ہوا۔ اور آپ فرماتے تھے کہ مٹی دائرہ سے باہر ڈالی جائے پھر درویشوں نے مٹی نکالی۔ اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لَنَا بِالْخَیْرِ وَاخْتِمْ لَنَا بِالْخَیْرِ وَاجْعَلْ عَوَاقِبَ اُمُوْرِنَا بِالْخَیْرِ وَانْفَعْہُ لَنَا بِالْخَیْرِ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ۰

چاہ کی احداث کی تاریخ یوم خمیس ۱۷ ربیع الاول ۱۳۰۵ھ ہے

بے سایہ آقا

ایک دن بعد نماز عصر دربار دُربار میں حاضری کا فخر حاصل ہوا۔ آپ نے مولوی خدابخش صاحب سے

پوچھا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر ابر ہمیشہ سایہ کرتا تھا یا گاہے گاہے
مولوی صاحب نے عرض کیا غریب نواز! مجھے اس بارہ میں پختہ معلوم نہیں پھر
آپ نے فرمایا کہ مولوی دادار بخش صاحب ایک دفعہ ذکر کرتے تھے کہ خانقاہ
حضرت قبلہ عالم صاحب پر حضرت اعلیٰ کی مجلس میں یہ تذکرہ ہوا تو
آپ نے فرمایا تھا کہ گاہے گاہے آپ پر ابر سایہ فگن ہوتا تھا پھر یہ حکایت
فرمائی —— کہ آپ مہار شریف رونق افروز تھے کہ لوگوں نے
استغاثہ کیا کہ امساکِ باراں سے لوگ از حد پریشان ہیں اور مال مویشی
تباہ ہو رہے ہیں دعا فرمایئے کہ خداوند کریم بارانِ رحمت عطا کرے۔ حضرت
اعلیٰ قدس سرہ العزیز نے مذاق کے طور پر میری طرف (مولوی دادار بخش)
منہ کر کے فرمایا کہ اس مولوی ہندوستانی کو پکڑ کر دھوپ میں بٹھا دو تو ضرور
بارش ہو گی۔

مولوی دادار بخش نے کہا کہ اس گروہ میں ایک صاحب ایسے ہیں کہ وہ
سایہ سے اُٹھ کر ذرا دھوپ میں چلے جاویں تو اگر بارش نہ ہو تو میری....
مونڈ لو۔ حضرت اعلیٰ سمجھ گئے کہ یہ اشارہ آپ کی طرف ہے۔ اس پر آپ
نے فرمایا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نسبت عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ کا لفظ
ہے باوجودیکہ آپ کی ذات پاک اشرف المخلوقات ہے مگر عبد کا لفظ
رسول کے لفظ پر مقدم ہے اور آپؐ نے رسالت کے باوجود پہلے عبودیت
کا اظہار فرمایا دوسرے کسی کو کیا طاقت کہ عبودیت سے ذرا قدم باہر رکھے۔

ع باخبر شو از مقامِ آدمی

مولوی صاحب نے عرض کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی انسان ہی تھے اور ایسے انسان کہ جب آپ چلتے تو ابر آپ کے اوپر سایہ کرتا آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں گاہے گاہے آپ پر ابر سایہ فگن ہوتا۔

مولوی صاحب کا بیان : کہ میں اس بارہ میں ذرا متردّد سا ہوا کیونکہ میرا قیاس تھا کہ ہمیشہ ابر آپ پر سایہ کرتا تھا۔ الغرض ! جب مجلس برخاست ہوئی تو میں چشتیاں شریف جس مسجد میں اترا ہوا تھا اور سو رہا جب جاگا تو دیکھا کہ اس قدر بارش ہوئی کہ خانقاہ مبارک تک چلنا دشوار ہے اور تمام پانی ہی پانی ہے۔ آخر ظہر کے وقت حضرت اعلیٰ کی خدمت میں آیا آپ نے دیکھتے ہی فرمایا کہ مولوی صاحب خوب بارش ہوئی ہے میں نے عرض کیا ہاں قبلہ ! بڑی بارش ہوئی ہے۔

اس حکایت کے بعد حضرت ثانی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ عالم شاہ صاحب بھی آج کہتے تھے کہ بخاری شریف کی حدیث سے ایسا منکشف ہوتا ہے کہ ابر کا سایہ علی الدوام ذاتِ اقدس پر نہ ہوتا تھا۔

سایۂ محشر : اس کے بعد آپ نے استفسار فرمایا کہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ ہمیشہ نہ ہوتا تھا یا کس طرح ؟ مولوی خدا بخش صاحب نے عرض کیا کہ قبلہ ! اس بارہ میں بھی مجھے تحقیق نہیں ہے حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا کہ آپ کا سایہ کبھی ہوتا تھا اور

کبھی نہ ہوتا تھا۔ غالباً جب کمال اتحاد ذات باری تعالیٰ سے ہوتا تو
اُس وقت شاید نہ ہوتا ہوگا جیسا بُلھے شاہ فرماتے ہیں۔ ؎

اَحَد احمد وچ فرق نہ کوئی ذرہ ہک پیچ مروڑی دا

خواجہ حافظ فرماتے ہیں ؎

آفتاب از روئے تو شد در حجاب ؛ سایہ را باشد حجاب از آفتاب

مولانا جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

چتر فرازندۂ فرقت سحاب ؛ سایہ نشین چتر ترا آفتاب
سایہ ندیدت بزمین ہیچ کس ؛ نور بود سایہ خورشید و بس

سُئِل عن انس بن مالک رضی اللہ عنہما ما الحکمۃ فی عدم وقوع ظل النبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم علی الارض قال لان الشمس نورۂ خُلق من نورہٖ علیہ السلام ونورۂ اضوء من نور النہار ونور الشمس والقمر لا یظل بہ۔ کذا فی فتاوٰی الظہیری

امیر خسرو دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب مطلع الانوار میں فرمایا ہے

سایۂ خویش آنکہ نکردیش نشر ؛ داشتیمش از پئے خورشید حشر
تا چو بسوزیم دراں آفتاب ؛ خود فگنی سایہ براہل عذاب

❀

سایہ نہ ہونے سے یہ سمجھیں غلام ؛ حشر کے دن سایہ وہ آئیگا کام

شارح دلائل الخیرات ! اس عبارت کی شرح اللھم صل علی من کان تظلہ الغمامات میں بھی ایسا تحریر فرماتے ہیں کہ نبوت سے پہلے ابر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوپر سایہ کرتا تھا۔ اور یہ معجزہ تھا۔ اور نبوت کے بعد تحقیق نہیں ہے۔ ہاں یہ ثابت ہے کہ حالت سفر میں سایہ دیکھا جاتا تھا اور آپ کا یہ معجزہ بھی تھا کہ جس طرح آپ اپنے آگے دیکھ سکتے تھے پیچھے بھی اسی طرح نظر آتا تھا اللھم صل علی من کان یری من خلفہ کما یریٰ من اَمامہٖ وجہ یہ ہے کہ آپ محض نور تھے پس پشت بھی اسی طرح دیکھ سکتے تھے جیسے کہ اپنے آگے۔

شرعی مسئلہ

ایک دن مجلس عالیہ میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ گل محمد خاں تنگوانی کی چھٹی آئی ہے کہ یہ مسئلہ لکھا جائے کہ میں کچھ عرصہ انگشتری طلا اور پوستین سے جس کا اوپر کپڑا ریشمی تھا نماز پڑھتا رہا ہوں آیا نماز جائز ہے یا قضا کروں۔ مولوی صاحب نے فرمایا نماز جائز ہے مگر بکراہت اگر احتیاطاً اعادہ کرے اور قضا پڑھے تو بہتر ہے۔ کیونکہ ان دونوں کا پہننا مرد کو مناسب نہیں آپ نے فرمایا التَّائِبُ من الذنب کمن لَّا ذَنْبَ لَہٗ

اُسے لازم ہے کہ آئندہ استعمال نہ کرے نماز قضا نہ کرے اس کے بعد آپ نے ذکر فرمایا کہ مولوی احمد صاحب جمعہ کی نماز پڑھاتا تھا تو زریں کنارہ والا پاجامہ ہوتا تھا۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ حضرت اعلیٰ کے

کے روبرو ایسا کپڑا پہن کر امامت کرنا بے ادبی ہے مگر حضرت اعلیٰ منع نہ فرماتے تھے۔

اسی طرح آپ نے فرمایا کہ مولوی نور محمد صاحب کو اگرچہ سودا کا عارضہ ہو گیا تھا مگر حضرت اعلیٰ اُسی کو امامت کے واسطے پسند فرماتے اگرچہ لوگ شکایت کرتے مگر حضرت اعلیٰ توجہ نہ فرماتے اور مولوی نور محمد کی عدم موجودگی میں اس کا انتظار فرماتے ہاں اگر وہ کوئی عُذر کرتے تو البتہ دوسرے کو امامت کے واسطے فرماتے۔ اسی طرح مولوی علی محمد کو بواسیر کا عارضہ تھا مگر حضرت اعلیٰ اسی کی امامت پسند فرماتے دراصل بات یہ ہے بقول علی حیدر ؎

ادھر بہت لوڑ پیار دے جی ∴ نہیں حاجت درہم دینار دے جی

یعنی حضرت اقدسؒ کو اس بات سے کیا غرض! کہ کوئی کیسا کپڑا پہنے ہوئے ہے۔ انہیں عبادت میں وہ مصروفیت اور وہ استغراق تھا کہ ان باتوں پر کبھی توجہ نہ فرمائی ؎

شیر سر افگندہ خرامد براہ ∴ کار سگاں ست بہر سو نگاہ

ادنیٰ غلام

پھر آپ نے فرمایا کہ حضرت اعلیٰ کے ادنیٰ ادنیٰ غلام اس قدر متقی اور خدا پرست تھے کہ دنیا جہاں کی اُنہیں خبر ہی نہ تھی۔ مثال کے طور پر حافظ امام بخش نامی ایک درویش تھے مکھڈی بنگلہ کے پاس ایک جگہ رہتے تھے اپنا پانی آپ بھرتے

بلکہ اپنی کوٹھڑی بھی خود اپنے ہاتھوں سے تعمیر کی تھی ۔ انہی دنوں چاہ جمعدار احمد خاں والا نیا احداث ہوا ۔ اس چاہ کا پانی بہ نسبت دیگر چاہات کے شیریں تھا بس شہر کی اکثر عورتیں وہاں سے پانی لایا کرتیں اور حافظ امام بخش صاحب کی جھونپڑی بھی عین راہ پر تھی ۔ ایک دن کسی شخص نے حافظ صاحب سے کہا کہ اس شہر کی عورتیں گھگھرہ استعمال کرتی ہیں وہ بولا کہ میں نے آج تک یہاں کی عورتوں کا لباس مشاہدہ نہیں کیا اس شخص نے کہا کہ حافظ جی کیوں جھوٹ بولتے ہو ۔ بیسیوں عورتیں تمہارے مکان کی گلی سے گذرتی ہیں اور تمہیں اتنی بھی خبر نہیں کہ وہ پاجامہ پہنتی ہیں یا گھگھرہ !

حقیقت یہ ہے کہ حضرت کے غلام اس درجہ اپنی عبادت اور ورد وظائف میں مصروف رہتے تھے کہ انہیں دنیا و مافیہا کی خبر نہ تھی اس حکایت کے بعد آپ نماز مغرب کیواسطے تشریف لے گئے اور ہر دو مولوی صاحبان (مولوی نور محمد صاحب امام ۔ مولوی علی محمد صاحب امام کا ذکر دوبارہ فرمایا اور آبدیدہ ہوئے کہ حضرت اعلیٰ کی وفا کا کیا ذکر کیا جائے ا جس کا دامن پکڑا اُسے پھر نہ چھوڑا ۔ شاید اپنے مرشد قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے یہی وصیت ہوگی ؏

کہ بہر کس کہ دست نہادی ۔ باز آں را مگذار

مقامِ اولیاء

ایک دفعہ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا ذکر ہونے لگا کہ شیخ سعدی صاحب نے اپنا تخلص سعدیؒ کس واسطے تجویز کیا مولوی خدابخش صاحب نے فرمایا کہ سعد بن زنگی بادشاہ سے نسبت ہے آپ نے فرمایا کیا سعدی صاحب سعد کی تعریف وقصیدہ لکھنے سے سعدی ہوئے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ اسی طرح مذکور ہے آپنے فرمایا کہ سعدی کو سعد سے کیا تعلق اور ان کی تعریف وتوصیف سے کیا واسطہ؟

مطلب یہ ہے کہ ایک متقی اور کامل شخص کو شاہان وقت کی تعریف سے کیا مقصد؟ مولوی صاحب نے فرمایا کہ آپنے یہ تعریف وتوصیف استتار کے طور پر کی ہوگی اور یہ بلند مقام ہے کہ انسان اپنا درجہ مخفی رکھے۔ آپنے ارشاد فرمایا کہ درست ہوگا مگر اولیاء کرام کی ذات سفید کپڑے کی مثال ہے کہ ذرا سا بھی داغ لگ جائے تو وہ عیب دار ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ سعدی کی تعریف وتوصیف مقصود بالذات نہ ہوگی وہ ایک باکمال شخص تھا اُسے کیا پڑی کہ دنیاداروں کی تعریف کرتا پھرے۔" مولوی صاحب نے اس دعوے کی تائید میں کہ وہ ظاہراً تعریف سعد میں اور باطناً حمد ایزدی میں مصروف ہوں گے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا واقعہ بیان فرمایا کہ آپ

نماز میں تدبیر و انتظام لشکر فرماتے درحالیکہ توجہ الی الحق ہوتی اور یہ کمال شخصیت ہے۔

آپ (خواجہ صاحب) نے فرمایا کہ ایسا تو ہم بھی کرتے ہیں پھر اعراض فرمایا اور کسرِ نفسی کے طور پر ارشاد فرمایا کہ ہم تو قولی و فعلی ارکان ادا کرتے ہیں اور اولیار کرام اسے بطریق حقیقت۔ یعنی ہماری تو ظاہری نماز ہے اور اولیار کبار کی باطنی اور اولیار کرام محفوظ ہیں کیونکہ ان کا حافظِ حال خود ذوالجلال ہے اور شیطانی وساوس اور خطرات سے وہ بچے ہوتے ہیں برخلاف اس کے کہ ہم ذرا اور خطرہ سے اپنی توجہ درہم برہم کر دیتے ہیں اولیار کرام تین چیزوں کے لیے مامور ہیں ظاہری انتظام ادائے نماز اور حضور باطنی کے لئے اور ہم لوگ فقط ادائے صلوٰۃ پر مامور ہوتے ہیں پس اولیار کرام کو حق تعالےٰ نے اس بھاری ذمہ داری کی وجہ سے استعداد بھی زیادہ عطا فرمائی ہے اور خود ان کا حافظ بھی ہے۔ وجہ یہ کہ ان کا بار گراں ہے کیونکہ وہ انتظام ظاہری و باطنی پر مامور ہیں۔"

اس موقعہ پر اس نیاز مند نے گذارش کی کہ کتاب رشحات میں حضرت بہاؤالدین صاحب نقشبند ارقام فرماتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں بمقامِ منیٰ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ پچاس ہزار دینار کے قریب خرید و فروخت بھی کرتا۔ اور ایک لحظہ یاد خدا سے غافل نہ ہوتا

بلکہ "ہتھ کار دو دل یار دو" والا مضمون تھا۔

اس موقع پر آپ نے حضرت اعلیٰ علیہ الرحمتہ کا عین حضرت قبلہ عالم کی رحلت فرمانے کے وقت ان کی خدمت میں پہنچنے کا قصہ بیان فرمایا کہ حضرت اعلیٰ فرماتے تھے کہ جب میں گھر سے روانہ ہوا۔ اس وقت میرے پاؤں میں نیا جوتا تھا راستہ میں میرے دونوں پاؤں اس سے زخمی ہو گئے اور جو قدم چلتا تھا خون پاؤں سے نکلتا تھا یہاں تک کہ پاؤں کے ناخن جُدا ہو گئے اور مجھے کوئی خبر نہ ہوئی اور یہ سب کچھ محبت اور جذبہ کا اثر تھا"

پھر یہ حکایت فرمائی کہ میں نے حضرت اعلیٰ قدس سرہٗ سے کئی دفعہ یہ حکایت سُنی ہے۔ ایک بادشاہ اسلام نے ایک شہر کفار کا فتح کیا تھا جب فوج مندر میں داخل ہوئی تو کیا دیکھتے ہیں کہ چند برہمن ایک مورتی کے سامنے مراقبہ میں بیٹھے ہیں۔ جب سپاہیوں نے ان پر تلوار چلائی تو ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ یہ بات کسی بزرگ نے سُنی تو وہ کہنے لگا کہ مورتی اور ان کے درمیان کوئی حجاب رکھ دو جب حجاب حائل ہوا تو وہ برہمن جو پتھر بنے ہوئے تھے بولنے چالنے لگے

حضرت مولانا ایک دن آپ نے فرمایا کہ میاں صاحب حاجی پور والے (حضرت نور محمد صاحبؒ) جو حضرت قبلہ عالمؒ کے خلفاء میں سے تھے جب اپنے پیر و مرشد کے وصال سے تین

سال پہلے انتقال کر گئے۔ تو حضرت قبلہ عالمؒ بہ تقاضائے طبع کریمانہ افسوس کرنے لگے کسی نے اُس وقت کہا۔ مولانا صاحب مرحوم بڑے کامل انسان تھے۔ حضرت قبلہ عالم خاموش رہے پھر اس شخص نے مکرر سہ کرر ان الفاظ کو دُہرایا تو حضرت اقدس نے فرمایا کہ میں نے تو انسان کامل ایک اپنے مرشد حضرت مولانا فخر صاحبؒ کو دیکھا ہے اور بس! ہاں میاں صاحب! نیک آدمی تھے

ایک دن صاحب زادہ میاں حامد صاحب کی تعلیم کے متعلق آپ نے مولوی خدا بخش سے استفسار فرمایا کہ گلستان میں کیا پڑھتا ہے پھر عشق کا ذکر چلا کہ اصل ہر شئے محبت و عشق ہے تمام امور خواہ عبادات یا ریاضت خواہ تقویٰ و طہارت کے متعلق ہوں وہ محبت سے ہی وابستہ ہیں اگر عشق نہیں تو کچھ بھی نہیں۔

پھر اہل تصنیف کے متعلق ارشاد فرمایا کہ ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ مذاق ہے۔ شیخ سعدیؒ کا مذاق وعظ و نصیحت کی طرف، مولانا رومؒ قدس سرہٗ کا عشق کی طرف اور مولانا جامی کا وحدت وجود کے مسئلہ کی طرف کوئی حکایت ہو۔ آخر اپنے مدعا اور مقصود کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

ادب و احترام: ایک دن ادب کے متعلق گفتگو ہونے لگی آپ نے فرمایا کہ بنیاد ہر چیز کی محبت و عشق ہے جس

قدر محبت زیادہ ہوگی اسی قدر ادب زیادہ ہوگا۔

ایک دن ارشاد فرمایا کہ حیدرآباد دکن سے مسمی سردار بیگ جو شاہ صاحب کے خلیفہ ہیں یہاں آئے اور انہیں حقیقی وجد طاری ہوا۔ پہلے ہوش میں تھے اور ہاتھوں کے اشارے حضرت اعلیٰ قدس سرہ کی مزار کی طرف کرتے رہے۔ پھر مناسب موقع پر پُرلطف کلام پر کیف میں آئے اور سماع اور وجد کی لذت اور کیفیت بھی اس وقت معلوم ہوتی ہے کہ صوفی سخن فہم بھی ہو۔

اس کے بعد آپ نے صاحبِ موصوف کی تعریف فرمائی کہ انسان تارک اور بااوقات ہے مگر ہاں یہ نقص ضرور ہے کہ کسی بیگم کے ہمراہ آیا ہے قُربِ زن ایسا ہے جیسے روئی اور آگ قریب ہوں خواہ کتنی احتیاط کی جائے ممکن نہیں کہ اثر نہ ہو ؎

اگر نیک بودے سرانجام زن ؛ زناں را مزن نام بودے نہ زن

جب کئی دن کے قیام کے بعد سردار بیگ موصوف اجازت طلب کرنے لگے تو آپ نے فرمایا کہ کل تیاری ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہاں غریب نواز! آپ نے فرمایا کہ دل تو چاہتا ہے کہ چند روز اور ٹھیرتے مگر شاید آپ کے ساتھی تیار ہیں آپ بھی لاچار ہیں ہاں اکیلے ہوتے تو انتظار نہ ہوتی لیکن ہاں عرس شریف حضرت اعلیٰ علیہ الرحمۃ پر ضرور آئیو وہ بولے انشاءاللہ!

آگ کا دریا

آپ کی وفات سے دو سال پہلے صاحب زادہ خواجہ محمود صاحب (نبیرہ حضرت قبلہ عالم مہاروی) اس جگہ تشریف لائے تو ان کی روانگی کے وقت ارشاد کیا صاحب زادہ صاحب! جب روضۂ منورہ حضرت قبلہ عالمؒ پر آپ جائیں میری طرف سے حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت میں عرض کریں کہ میری تمام آرزو ہے کہ ایک دفعہ زیارت سے شرف حاصل کروں مگر ضعیفی سے لاچار ہوں اگر مجھے ایک میل بھی سواری کی طاقت ہوتی تو ہرگز یہاں نہ رہتا کیا کروں لاچار ہوں" اس تقریر کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ ساون کا مہینہ تھا اور دریا زوروں پر، حضرت اعلیٰ وطن سے اپنے مرشد حضرت قبلہ عالمؒ کی زیارت کو روانہ ہوئے تمام جگہ سیل ہی سیل نظر آتا تھا یہاں تک کہ شہر ملتان کے گرد چار چار کوس تک پانی تھا بھلا شوقِ زیارت میں پانی کہاں روک سکتا۔

پس حضرت نور احمد صاحب فرزند و سجادہ نشین قبلہ عالم صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت اس سال تو دریا کی چھل بہت زیادہ ہوگی آپ وہاں سے کیسے گذرے حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ یہ تو پانی تھا اگر آگ کا دریا ہوتا تو بھی ایں جانب نہ رُکتا جب حضرت غریب نواز نے یہ قصہ بیان کیا تو اُس قوال کو جو مسمی سردار بیگ کے ساتھ آیا تھا ارشاد کیا کہ کوئی غزل گاؤ۔ اس پر نیک بخت سردار بیگ نے

عرض کیا کہ غریب نواز! ایک مولوی صاحب تھے انہیں وجد آیا اور سات دن برابر سکر و بے خودی کے عالم میں رہے اور اس عالم میں انہوں نے ایک غزل تصنیف کی ہے اگر حکم ہو تو قوال وہی غزل سُنائے۔ چنانچہ آپ بہت محظوظ ہوئے۔

مقامِ عشق:۔ اسی دن آپ نے فرمایا کہ حضرت اعلیٰ قدس سرہٗ کو خانقاہِ مبارک حضرت قبلہ عالمؒ پر ایسا وجد طاری ہوا کہ آنکھیں سُرخ ہوگئیں اور آپ بالکل بے حس و حرکت ہوگئے یہاں تک کہ بعض اشخاص کا یہ گمان تھا کہ حضرت قطب صاحب والا معاملہ نہ ہو جائے۔ صاحب زادہ صاحب نے نواب غیاث الدین کو بُلوا بھیجا جو اچھے نباض تھے نواب صاحب نے نبض دیکھی اور بہت دیر کے بعد آپ کو ہوش آیا" یہ بھی سُننے میں آیا ہے کہ آپ کی آنکھیں بالکل بے ہوشوں اور مُردوں کی طرح باہر نکل آئی تھیں آپ کا سر مبارک حضرت حافظ محمد جمالؒ صاحب کے زانو پر اور پائے مبارک قاضی عاقل محمد صاحب کے زانو پر تھے یہ دونوں بزرگوار ہاتھوں اور پاؤں کی ہتھیلیاں ملتے تھے اور صاحب زادہ صاحب میاں نور احمد جی پنکھا جھلتے تھے۔ جب آپ اس بے خودی سے بیدار ہوئے تو دریافت فرمایا کہ میری نماز تو قضا نہیں ہوئی۔ اور یہ کہ میرے پاؤں خانقاہ مبارک کی طرف تو نہیں ہوئے لوگوں نے تسلی فرمائی۔

کہ نہ قبلہ! دونوں امور نہیں ہوئے۔

وقت آگیا ایک دن غریب نواز نے فرمایا کہ ایک شخص ملا سکنہ اوان کاری حضرت اعلیٰ کے مریدانِ با اخلاص میں سے تھا جو قوم کھتران کے علاقہ میں جاکر پیشہ مُلّاگیری کا کرتا تھا۔ ایک کھتران چوہڑ نام جو سردار قوم تھا اس مُلّا کی عورت پر عاشق ہوگیا پہاڑی لوگ تند خُو ہوتے ہیں انہوں نے اس غریب کو مار ڈالا اور عورت سے نکاح کرلیا جب یہ خبر آپ نے استماع فرمائی تو خاموش ہوگئے جب سال گذرا تو تین آدمی قوم کھتران سے ادھر تونسہ شریف آنکلے جو وہوا جا رہے تھے آپ نے ان سے کہا کہ جب واپس وطن کو جاؤ تو میرا پیغام لیتے جائیو۔

چنانچہ جب وہ وہوا سے اپنا کام کر کے واپس آئے تو حضرت اعلیٰ نے فرمایا کہ چوہڑ کو کہہ دینا کہ تو نے میرے مُرید کو قتل کیا ہے وُہ وقت نہ تھا اب وقت آگیا ہے اگر تو جوان مرد کا بیٹا ہے تو خبردار رہیو۔ یہ پیغام لے کر وہ ہرسہ اشخاص اپنے وطن چلے گئے۔ ابھی تھوڑا سا عرصہ گذرا تھا کہ اس قوم کھتران میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑک اٹھی اور چوہڑ مذکور اسی فتنہ میں مارا گیا کوئی آل و اولاد نہ رہی چند رشتہ دار بچے تو وطن چھوڑ کر کہیں نکل گئے ادھر قوم مری بلوچ نے جو بہادر اور زبردست قوم ہے قوم کھتران پر حملہ کر دیا۔ الغرض یہ اور مصیبت آپڑی

مولوی خدا بخش صاحب نے عرض کیا کہ خواجہ فُضیل بن عیاض اوائل حال میں رہزنی کرتا تھا۔ ایک رات راہ پر بیٹھا تھا کہ ایک قافلہ کا گذرا ہُوا اور ایک شخص نے یہ آیت پڑھی اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ ط

جب یہ آیت شریفہ فُضیلؒ کے کانوں میں پہنچی تو خوف خدا سے کانپنے لگے اسی وقت رہزنی سے توبہ کی اور خاصانِ خدا میں اس کا شمار ہونے لگا۔ مدعا یہ ہے کہ ہر ایک کام اپنے وقت مقررہ پر ہوا کرتا ہے جیسا کہ پہلی حکایت اور اس حکایت سے ہویدا ہے۔ سچ ہے کُلُّ اَمْرٍ مَرْهُوْنٌ بِاَوْقَاتِهَا ط

یا خدایا! ایک دن دربار فیض آثار میں فرماتے تھے کہ آج ایک شیخ سوداگر ساکن موسیٰ زئی آیا ہے اور اس نے بیان کیا کہ وہ مشہد شریف سے اب آ رہا ہے اور حضرت علی موسیٰ رضا قدس سرہٗ (جو بارہ پاک اماموں میں سے ہیں) کے روضہ منوّرہ کی زیارت سے مشرّف ہوا ہے اس نے بیان کیا کہ مزار مبارک پر بے شمار سونا اور چاندی خرچ ہوئی ہے۔ وہاں کے لوگ اس خانقاہ کے کمال معتقد ہیں اور لوگوں کا بڑا ہجوم ہے۔ تین تین ہزار آدمی روزانہ دُور دُور مقامات کے موجود رہتے ہیں اور نیز ایک زنجیر حضرت کے روضہ میں ہے جو کوئی مجرم اس زنجیر کے احاطہ میں آ جائے خواہ کیسا ہی مجرم ہو اسے کوئی تعرض

نہیں کرتا مگر تمام زائرین وہاں کے شیعہ ہیں۔

آپ نے اس ذکر کے بعد فرمایا کہ چشت شریف میں بھی زنجیر اس قسم کی تھی مگر اب لوگوں کو اس کا کچھ خیال نہیں رہا۔

اس موقع پر مولوی خدابخش صاحب نے عرض کیا کہ خواجگانِ چشت بہت زبردست اور صاحبِ تصرّف ہوئے ہیں۔ چنانچہ ایک کتاب میں درج ہے کہ حضرت ابو یوسف چشتیؒ جب بیت اللہ میں آئے تو لوگوں نے عجیب کرامات اور خوارق عادات دیکھیں کہ خانہ کعبہ نے ان کے گرد طواف کیا۔ اور فقہاء نے لکھا ہے کہ خانہ کعبہ اگر اپنی جگہ پر نہ رہے تو بھی اسی سمت نماز پڑھنا ضروری ہوگا۔

آپ نے فرمایا کہ مولانا جامی صاحب نے نفحات الانس میں ارقام فرمایا ہے کہ چشتیاں با خدا یار واز ہمہ خلق بیزار ہیں۔ مولوی خدابخش صاحب نے ذکر کیا کہ مولینا جامی صاحب نے یہ قول حضرت شیخ الاسلام سے نقل کیا ہے اور نیز تحریر فرمایا ہے

"کہ چشتیاں بیباک اور اپنے کام (تقویٰ) میں چالاک ہیں۔"

تیسرا باب

از بیاض گل محمد خاں هیروی انسپکٹر پولیس بلوچستان

ذیل کا مسودہ خان صاحب گل محمد خاں ہیروی کے بیاض سے مرتب کیا گیا ہے خاں صاحب ایک معمر بزرگ تھے۔ خاتم سلیمانی میں بھی ان کی زبانی لبست سنی روایات درج کی گئی ہیں۔

اصل مسودہ فارسی الفاظ میں مجھے حاجی فتح محمد خاں تنگوانی مرحوم سے ملا تھا۔ جو خان صاحب مرحوم کے قریبی رشتہ دار تھے ۱۹۱۲ء میں فارسی عبارت کو اردو کا لباس پہنایا گیا۔ اور میری کوشش تھی کہ یہ مسودہ بھی جلد پبلک کے سامنے پیش کیا جائے مگر اس کی نظر ثانی کا موقع نہ ملا۔

حضرت چراغ تونسوی کی وفات حسرت آیات پر جب ان کے حالات و کمالات لکھنا شروع کئے تو اس مسودہ پر نظر پڑی اس واسطے ان کو حضرت ثانی علیہ الرحمۃ کی سوانح حیات میں درج کرنا مناسب تصور کیا۔

اصل مسودہ بھی بوسیدہ حالت میں ملا تھا پھر اسے اردو ترجمہ کرنے اور واقعات کے تسلسل میں اچھی خاصی محنت کرنا پڑی۔

جن اصحاب کو خان صاحب گل محمد خاں کی محبت و حسن اعتقاد کا معلوم ہے کہ آپ کو حضرت خاتم الاولیاء خواجہ اللہ بخش صاحب سے کس قدر نیاز تھا وہ اس کو پڑھ کر مصنف اور مؤلف کے حق میں دعائے خیر

فرمائیں گے۔ والسلام

پہلے دو تین صفحوں میں گُل محمد خاں مرحوم کی اصلی تحریر بطور نمونہ لکھی گئی ہے۔

لطیف و لذیذ دیباچہ مصنّف گُل محمد خاں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رَبِّ یَسِّرْ وَلَا تُعَسِّرْ وَ تَمِّمْ بِالْخَیْرِ وَبِکَ نَسْتَعِیْنُ

-ایا اللہ بخش۔

حمد بے حد و ثناء لاتعداد خدائے را کہ جس کی عنایت بے غایت سے احمد مجتبیٰ صلوا علیہ و آلہ نے تخت لولاکی پر جلوس فرمایا اور حضرت صدیقؓ یار غار و امیر عمرؓ فاروقی تاجدار و حضرت عثمانؓ کان حلم وحیا امیرالمومنین اسد اللہ علی المرتضیٰ کو سرور کائنات معراجی درجات شفیع الامم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشیر بنایا و بمیدان جہادِ اکبر پہلوانانِ منصور مظفر حضرات خواجگانؒ چشتیاں کے خیام نصرت احتشام موقعہ مقدمۃ الجیش پر لگوائے اور ان معرکۂ جان افزا و غزائے فی سبیل اللہ میں بہادران تیغ زنان غریب نواز ال حضرات چشتیاں اہل بہشتیاں کی لوا ہائے اولوالعزم کو نسیم فتوحات غیبی و فیوضات لاریبی سے مستحکم کیا جن کی مدحت میں مولانا جامی

نے ہر ہر میر مجلس کی محفل گرم کرنے کے لئے یہ کلمات بیان فرماتے۔

باخدا یار۔ از ہمہ بیزار۔ از خلق بیباک در باطن پاک۔ در معرفت

و فراست چالاک ہمہ چشتیاں چنیں بودند"

اور ان کی وصف میں شیخ الاسلام حضرت عبداللہ ہروی سے نیز روایت

لائے۔ کہ من ہیچ کس را در طریق امامت قوی تر و تمامتر از احمد چشتی ندیدم

پس بارگاہِ الٰہی سے ان فتوحات کے صلہ میں شہسواران فرمان و فاتحان

میداں کو تخت سلیمانیہ انعام ملا۔ لیکن یہ تو باخدا یار از ہمہ بیزار تھے اس لیے

خدا کے نزدیک اس سے بڑھ کر مستحق عطا کے سمجھے گئے لہذا آپ نے

ہوا خواہان ذاتی و خیر خواہاں صفاتی پر اپنی ذات کو اللہ بخش رحمہ اللہ کیا ختم الاولیاء

کا اپنے اوپر نقش کیا۔ اور جامۂ انسانیت کا پہن کر کبھی آپ کو ژندہ فیل

آخر الزمان کہلایا گیا ہے قطب ابدال و ارشاد کے دونوں کمانیں کرنے والا

بتلایا۔ و از ہر بیگانہ بیگانہ باش کی سنت چشتیہ کو پورا کر دکھلایا۔

جرائم پیشہ لوگوں کو اپنے دربار میں رستہ دلایا (مصنف انسپکٹر پولیس تھے)

چنانچہ بندہ مجرم سرغنہ مجرماں کو بھی منگایا۔ سبحان اللہ بخش و کرم فرمایا اور

اکثر اوقات باب عالی کی طلب داشت پر جس جس مرتبہ میری حاضری کا

اتفاق پڑتا رہا۔ تو سلطان وقت سے کلمات لطیف و کرامات عجیب سنتا

اور دیکھتا رہا۔ پس خیال آیا کہ ولی القبلتین اور امام الدولتین کی خدمت

میں گذارش کروں کہ ان عجیب و غریب واقعات کے واسطے ارشاد ملے تو

قلم بند کروں۔ لہٰذا درخواست بھیجی گئی اور اجازت آگئی کہ سعادت ہےت اسلئے ایسے زمانہ تاریکی میں جو دید و شنید کی روشنی اس شمع شبستان الٰہی سے میرے اقتباس میں آئی ہے۔ ارادت منداں و راہِ رواں بابِ عالی کے نشیب و فراز دیکھنے والوں کو یہ شب چراغ چشتیہ پیش کرتا ہوں انتہیٰ کلامہٗ۔

خاکسار مؤلف بلوچ نے اصلی الفاظ میں دیباچہ کو قلم بند کیا ہے اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ مصنّف کس پایہ کا منشی ہے۔ ہمارے حضرت غریب نواز خواجہ اللہ بخش صاحب قدس سرہٗ کا انہیں ارشاد تھا کہ ہر روز ہم کو خط لکھا کرو۔ اور وہ شیر مرد ہر روز ایک عرضی حضور میں بلاناغہ بھیجتا تھا صوفی منش اس درجہ کا تھا کہ سفر و حضر میں تسبیح ہاتھ میں ہوتی تھی بڑے مزے کی بات ہے کہ ادھر جرائم پیشہ اشخاص کی پڑتال ہو رہی ہے کسی تفتیش میں بیان ملزماں لکھا جا رہا ہے اور تسبیح برابر جاری ہے راقم الحروف اللہ بخش بلوچ کو خان صاحب گل محمد خاں انسپکٹر موصوف کے کئی دفعہ دیکھنے کا اتفاق ہوا کیونکہ ان کی عادت تھی کہ سال میں دو چار دفعہ عموماً اور عرس شریف کے موقع پر خصوصاً رخصت لے کر حضور میں حاضر رہتے تھے۔

دربارِ سلیمانی میں نہ وہ انسپکٹری لباس تھا نہ وہ حکم حکومت، معمولی تہہ بند باندھے ایک معمولی سا پشاوری صافہ سر پر رکھے فقیروں کی طرح

پھرا کرتے تھے کفش برداری کو اپنا فخر سمجھتے تھے اور دربانی اور پنکھا کشی کو موجب عزت تصور کرتے تھے تحریر و تقریر میں بے نظیر تھے طبع میں ظرافت کہو یا زور عقیدت ان کی عرضی عجیب نمونہ کی ہوتی تھی چنانچہ اتفاق سے ایک دو خطوط ہمارے ہاتھ لگے ہیں بطور نمونہ ان کو یہاں درج کیا جاتا ہے۔

بحضور حضرت ثریا رتبہ فیل آخرالزمان خواجہ جانِ جہاں دام فیضہ وخضر عمرہٗ

غریب نواز سلامت!

رات جو میرے ساتھ گذری وہ اس تن کو معلوم جس تن گذری پھانسی کھالینا مشکل نہ تھا خدا معلوم کس بلا میں مبتلا ہوا ہوں کوئی ہمدرد متنفس نہیں کہ تیرے سوا اس کا قصہ کروں اور تیری خدمت میں عرض کرنے کا نتیجہ شیخ الاسلام راوی کی نفحات میں روایت کہ عارض را از منتہی نفع کم مے رسد۔ اسلئے فلانے کو میں خرقانیؒ کی خدمت میں نہ لے جاتا کہ وہ منتہی تھے میں فلانے کے پاس لے جاتا کہ وہ صاحب تا حال باکمال نہ ہوں گے پس خرقانی وقت کا۔ کہ راسخ تراز کوہ ہو۔ کب کسی کے لئے تو نے ہلنا ہے بجز ناپیدا کنار۔ کب میرے جیسے خشک چشم کے لئے تو نے موج مارنی ہے حضرت کلیم۔ حضرت اورنگ آبادی کو تلقین فرماتے ہیں کہ اولاد

وظائف پر مضبوط رہنا۔ تاکہ مریداں راقبض نہ شود۔ وحالانکہ تیری

مست ذات۔ ادائے فرض کے لئے

ولئے برنقیباں محمدی کہ ازبارگاہ ہم کشید بہ پائگاہ مے برند

فرماتی رہتی ہے پس باقی اوراد و وظائف کا کیا ذکر۔ دودھ پینے

والے بچہ کو اگر ماں کچھ کھالیوے اَرڑا ہو جاتا ہے۔ ذات کے

لوڈلوڈا ان کی خوراک افتراق واشتراک ہے مزے اڑاؤ۔ بچہ

مرتا مرے جیتا جیوے۔ آپ کو خوب تپا سے پلاؤ۔ پھر آثار

تو نظر نے میں آئیں۔ مگر اپنی حرمت کے طفیل ویسے بُرے

دن نہ دکھلائیں خبر نہیں کیا شامتِ اعمال ہے کہ میرے گلے

خواہ مخواہ لگ جاتی ہے نہ یہاں پہ نوکری میں دل لگتا ہے

نہ تو نے اپنی خدمت میں رہنے دیا ہے۔ قسمت

راقم دسگ ضعیف گُل محمد)

عریضۂ دوم

بحضور حضرت ذُنده فیلِ آخرالزمان خواجہ جانِ جہاں

دام فیضہ وخضر عمرہ

غریب نواز سلامت باشے

درکوئی نیک نامی مارا گذر نہ دادند ؛ گر تو نمے پسندی تغیر کُن قضا را

آج مجرم سنجاوی پہنچا۔ کل کی سواری آج کی بیکاری نے مجرم
کو جو کچھ تکلیف کہ دینی تھی سو دی یہاں تک چارۂ جوئی۔ مداخلت
کوئے نیکنامی کرتا آیا جانے نہیں دیتے تو نے بھی کچھ نہ کیا
چراکہ ؎

ہود گرد مومناں خطے کشید ؛ سرد مے شد باد کا بخامے وزید

سو برما محبت دنیا کہ ظن داریم۔ وخود را در خطوط تو شماریم۔ سرد نہ شد
ایک روز حضور نے فرمایا تھا از ہند قافلہ در ملک چین بہ یک سال
مے رسد۔ وجہاز بہ شش ماہ واز سیاحت ڈاکٹرے (اسٹائن
یا بیڈن ہوگا) کوہے پیچدار معلوم شد۔ اگر وے را منقطع نمایند
وریل تیار گردد۔ بہ دوازدہ پہر از ہند در چین ریل رسیدہ شد
وسلوک چشتیہ ہم چنین است۔ اگرچہ قادریہ ونقشبندیہ نیز
بخدا رسند۔ مگر مثل قافلہ وجہاز بعد از مدت مزید مے رسند۔
وایں قدر مطول انتظار دراں سلاسل کردہ شود۔ ودر سلسلہ
شریف چشتیہ گر انتظاری ہست تا دوازدہ پہر است وبس۔
سو تیری ایسی تالیف القلوب سن کر ہم بھی بارہ پہر تو بجائے
خود آٹھ سال تک انتظار بھوگی (اٹھائی ہے) چین بجائے
خود اجمیر۔ اورنگ آباد شریف تک بھی کوئی نہیں لے گیا
ہر دن کا زنار کاٹنا پڑتا ہے۔ تجھ سے تو ڈرتا ہوں۔ اگر کوئی

دوسرا ہونا تو اس پر قیامت کے دن نالش کرتا جکھا مارا (بد گفتم خاکم بدہن) ابتدا میں جبکہ عیال از من جدا بود۔ فرماتے تھے کہ عیال ساتھ لے جانا کہ اس کے حقوق تم پر ہیں۔ گویا علامت ہدایت کی ہے۔

وبار دیگر فرماتے ہیں کہ کوئی بیٹا ہو جائے وبعد از تو میراث پادے۔ اب اگر عیال ہمراہ کے برم وتخم امل کارم۔ میدانم کہ ارکان دولت را نا پسند آمد۔ پس ایں معلق اندیش عالی را خدا داند۔ ہم کو اپنا یہ زہد۔ کہ بدیں اندک آمد۔ ملازمت قناعت کنم۔ اس تحریص گدایاں خوشہ چیناں کہ بہ خرمن دو جہاں سر فرو نمے آرند۔ قبول ہے کیونکہ خاک دیوار خویش لیس بہ کہ زیا لودہ کساں انگشت مگہ تو نے بھی خوب کمائی۔ تو داں وکارتو۔ فقط۔ ۷ رنومبر ۱۸۹۱
(عریضی قادری گل محمد سگ ضعیفہ باب عالی)

اوپر کے دو خطوط پڑھنے سے معزز ناظرین اس امر کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ منشی گل محمد خان انسپکٹر پولیس کس درجہ خوش اعتقاد مرید تھا۔ اور کس درجہ نڈر ہو کر اپنے معروضات اس شہنشاہ کے حضور بھیجتا تھا۔ معمولی خط وکتابت میں اگر ہم کسی کو تو وغیرہ الفاظ لکھیں تو وہ برا مانے گا مگر بے تکلفی کہو یا حد درجہ کی غلامی۔ یہ لفظ عام طور پر ان کی تحریر میں پایا جاتا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ بے ادبی نہیں

انگریزی نماز میں (تو) انگلش کا لفظ خدا کے واسطے استعمال ہوتا ہے
بہرحال نکتہ شناس ان خطوط سے بہت کچھ دلچسپ نکات اخذ
کر سکتے ہیں۔ اب ہم دلچسپ حکایات کو تحریر کرتے ہیں۔

تدبیر کریمانہ: نواب عبدالخالق خان ڈیرہ اسماعیل خاں کے رہنے والے تھے اور اپنے تمام تعلقات
چھوڑ کر اس شہنشاہ کے دربار میں حاضری کو اپنی سعادت تصور کر کے
تونسہ مقدسہ میں آرہے ایک دن محرم کی حاضری میں اپنے بیٹے
کے نام چھٹی لکھ کر استصواب کے واسطے حضور میں سنائی کہ منظور حضور
ہو۔ تو یہ مضمون اپنے فرزند کو لکھدوں جو میرے پاس تونسہ شریف
آنے کو تیار ہے۔ مضمون بہت لمبا چوڑا تھا آپ نے برعایت خان مذکور
تھوڑا سا پڑھ کر فرمایا کہ ایسے طول طویل تحریر کی کیا ضرورت ہے
صرف اتنا کافی ہے کہ میرا دل دنیا سے سرد ہو گیا ہے اور جو جو تمہارے
حقوق مجھ پر تھے وہ سب میں نے ادا کر دیے ہیں۔ اب کنارہ کر آیا
ہوں میرے پاس کس لئے آتے ہو۔ اس کے پیچھے یہ تقریر ہدایت تاثیر
فرمائی کہ تمہارے بیٹے نے مجھے تحریر کیا تھا کہ آپ کا مرید ہو گیا ہوں مگر
مجھ سے نماز نہیں ہوتی دوسرا پہلے پیر مجھے بددعائیں دیتے ہیں آپ
بھی ان کو بددعا کریں۔ میں نے اسے لکھوایا کہ بیعت کرتے وقت تمہیں
کہا گیا تھا کہ نماز پڑھا کرو۔ اب تمہاری مرضی ہے چاہے اسے پورا کرو

یا نہیں۔ اور پیروں سے بچاؤ کی تدبیر یہ ہے کہ جو چیز ان کو دیتے رہتے تھے اسے بدستور قائم رکھو۔ اور جو کچھ تمہارا ارادہ ہمارے دینے کا ہو۔ وہ بھی ان کو دیا کرو۔ اس طرح تو وہ بجائے بدعا کے نیک دعا کریں گے۔

روس و روم کی جنگ کے وقت ایک روز طاؤس ولایت بنگر خانہ کی چھت پر بیٹھتے تھے خاکسار مجرم (منشی گل محمد خاں اسی لفظ سے اپنا نام لکھتے ہیں) اور چند اشخاص دیگر پیروی سنت کر رہے تھے کہ اس اثنا میں آپ نے عبدالخالق خان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ خانا (اے خان) کوئی اخبار کا حال؟ اس نے عرض کیا اب اخبار میں یہ خبر آئی ہے کہ عثمان پاشا سے ہونا پر لڑائی ہوئی۔ کئی ہزار آدمی مارے گئے قلعہ کی خندق لاشوں سے بھر گئی۔ موقع کارزار شہر خموشاں بن گیا۔"

اس پر حضور والا نے فرمایا کہ ایک قلعہ کسی بادشاہ کو بہت پسند تھا دریا اس کے پاس بہتا تھا اور زمین گراتا تھا۔ بادشاہ نے نوٹس جاری کیا کہ اگر کسی نے قلعہ کے برد ہونے کی خبر مجھے سنائی تو اس کا شکم چاک کرایا جائے گا۔

آخر ایک دن دریا کی موجوں نے قلعہ کی دیواروں کو گرا دیا منشی نے حسبِ ذیل اطلاع لکھی

"امروز آبِ دریا برائے ملاقات قلعہ آمد و قلعہ برائے تعظیم واستقبال آب از پا برخاست"

اس کے بعد مصنّف صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ یہ اشارہ شکست روم پر دال تھا یعنی یہ اسلامیہ سلطنت کا قلعہ ہم کو بہت پسند تھا مگر تقدیر پر چارہ نہیں۔

محبّت کی باتیں:۔ ایک مرتبہ مجرم تلاش روزگار میں سرگرداں تھا۔ ہر جگہ سے ناکامی ہی ناکامی ہوتی تھی ناچار یہ خیال دل میں آیا کہ کہیں روپوش ہوجاؤں کسی دوست دشمن کو منہ نہ دکھاؤں پھر جی میں آتا تھا کہ نکلنے کو تو نکل جاؤں مگر پا بوسی اور زیارت فیض بشارت سے محروم ہوجاؤں گا۔

آخر الامر یہ ارادہ کیا کہ اب جا کر زیارت کروں اور پھر جہاں سینگ سمائیں وہاں چلا جاؤں ؏

ملک خدا تنگ نیست پائے گدا لنگ نیست

ان دنوں میں رو جھان، منزو قلات کا چکر لگا کر آیا تھا۔ اور یار و باطل میں مقیم تھا۔ وہاں سے سوار ہو کر اپنے مسکن (ہیرو) یہ ایک گاؤں ہے جو تونسہ شریف سے جنوب مشرق کے تین کوس کے فاصلہ پر واقع ہے) میں پہنچا۔ صبح کو حضور والا میں سعادت زیارت حاصل کرنے کے واسطے روانہ ہوا۔ جب باب عالی میں پہنچا تو آپ اس وقت مراقبہ سے فارغ ہوکر روضۂ مطہرہ کے سامنے تشریف رکھتے تھے۔

مجرم نے سعادت پابوسی حاصل کی اور تلوار کو اپنی کمر سے اتار کر سامنے

رکھ دیا آپ نے فرمایا کہ یہ کیا ؟ عرض کی کہ غلام اس کے باندھنے کے لائق نہیں ہے۔ ہتھیار دینے آیا ہوں فرمایا کہ ان کو دے جنہوں نے تم سے بندھوائے تھے اس وقت میرے ہاتھ میں تسبیح تھی اس کی طرف اشارہ فرمایا اور کہا کہ ہم نے تو یہ ہتھیار دیا ہے اگرچہ تو دے گا تو بھی ہم نہیں لیں گے۔

اس وقت میری جیب میں چند روپے تھے وہ بھی نذر گذارے فرمایا یہ کیا ہے گذارش کیا کہ کئی دن تک یہ بھی خرچ ہو جائیں گے اسلئے تیرے (جناب فیض مآب) ذمہ لگانے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ کہیں تجھے جانا ہوگا اور خرچ کی ضرورت پڑے گی اٹھا لو! بعدہٗ آپ نے دست مبارک دراز فرمایا کہ یا حضرت تیرا غلام ہے اس کے لیے روزگار کا بندوبست ہو۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ کوئی دن تو یہاں دسنگھڑ ٹھہرو گے ؟ عرض کی کہ ہاں جناب !

اس کے بعد مجلس برخاست ہوئی اور مجرم نے تلوار کی نذر قبول ہونے کی بابت استخراج کیا حکم ملا کہ واپس لے لو پس مجرم نے تلوار اٹھالی اور پابوسی کا شرف حاصل کر کے اپنے گاؤں کو چلا گیا۔ تین چار یوم کے بعد پھر بابِ عالی میں حاضری کا اتفاق ہوا۔ آپ اس وقت چائے نوش فرماتے تھے اس جگہ سوا عبدالخالق خان کے کوئی آدمی نہ تھا اور نہ ہی کسی کو طاقت تھی کہ وہاں چلا جائے مجرم بھی باہر ٹھہر گیا اتنے میں کسی نے

خبر دی کہ تمن دار محمد خاں صاحب لغاری آئے ہیں سرائے کی چابیاں عطا ہوں تاکہ ان کا ڈیرہ لگایا جائے آپ نے اجازت عطا فرمائی اس کے بعد حضور چاپئے خانہ سے محل معلیٰ میں تشریف لائے اور خاکسار آداب بجا لایا۔ آپ نے عبدالخالق خاں سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ ان کے یار بھی آ گئے ہیں۔ میں نے عرض کی کہ قبلہ میرے یار تو آپ ہیں آپ نے فرمایا کہ ہم تو باطنی یار۔ ظاہری یار وہ ہیں۔

بارہ بجے کے وقت آپ نے مجھے حکم دیا کہ تم جاؤ اور مردم لغاریاں (بلوچ) سے ملاقات کرو۔ عاصی نے تعمیل کی۔ ۳ بجے پھر دربار گہر بار میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت ظہر نماز کے واسطے وضو کرتے تھے۔ استفسار فرمایا کہ تم وہاں گئے تھے فرمایا کہ ہاں غریب نواز! فرمایا کہ کیا کیا حال لیا دیا (ڈیرہ غازی خاں اور سرحد میں دستور ہے) جب کوئی شخص کسی بلوچی سے ملاقی ہووے تو اس سے حال دریافت کیا جاتا ہے تو وارد اپنا تمام ماجرا بیان کرتا ہے پھر حال پوچھنے والا اپنا تمام حال سناتا ہے یہ طریقہ بہت اچھا ہے بار بار سوال و جواب سے نجات حاصل ہوتی ہے اس واسطے بلوچی علاقہ میں کسی اخبار کی ضرورت نہیں ہر ایک خبر چشم زدن میں تمام علاقہ میں مشہور ہو جاتی ہے۔

آپ نے فرمایا تمہارا حال کوئی نہیں بتایا مجرم خاموش ہو رہا۔ چند روز کے بعد جلسہ اسبان ڈیرہ غازی خاں ہونے والا تھا۔ مجرم نے

اجازت طلب کی۔ آپ نے فرمایا کہ اگر وہاں سرداران ضلع تمہیں کسی جگہ نوکری پر بھیجیں تو انکار نہ کرنا مجرم نے عرض کیا کہ اگر قلیل تنخواہ پر دُور دراز مقام پر بھیجیں تو بندہ کس طرح جا سکتا ہے آپ نے فرمایا کہ تجھے کابل قندھار کوئی نہیں بھیجتا مگر ہمارا کہنا ماننا اور انکار نہ کرنا پس فدوی رخصت ہوا اور ڈیرہ غازی خاں پہنچا۔ انہی دنوں میں میری ملازمت منرو قلات کی تھانہ داری پر ہو چکی تھی۔ یہ علاقہ سرداران لغاری کے ماتحت تھا۔

اب میری فہم ناقص میں آیا کہ حضور نے تمنداں لغاری کو یار کیوں کہا تھا یہ عجیب بات ہے۔ کہ نواب محمد خاں کے والد بزرگوار سردار محمد جمال خاں صاحب میرا منرو قلات میں ملازمت پر جانا پسند نہ کرتے تھے کیونکہ سابق سب انسپکٹر ان کا تعلق دار تھا انہوں نے مجھے وہاں کی ملازمت سے بہت ڈرایا مگر مجرم نے حسب الحکم حضور عالی تعمیل کی ایک سال تک یہ ملازمت رہی۔ اس کے بعد یہ اسامی معہ دیگر اسامیوں کے تخفیف میں آگئی۔ بندہ واپس ڈیرہ غازی خاں آیا وہاں خبر ملی کہ حضور پُر نور ان دنوں مہار شریف کی طرف تشریف لے گئے ہیں۔

بنائً علیہ مجرم بھی ملتان کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں میری گھوڑی نہایت بیمار ہو گئی اور بھی پریشانی کا باعث ہوا۔ طوعاً وکرہاً خاکسار نے اس گھوڑی پر زین رکھی اور سگ اصحاب کہف کی طرح مہار شریف کی

اس مردِ خدا کا سراغ لگایا۔ خدا کی قدرت کہ پہلی منزل میں ہی گھوڑی اچھی ہو گئی ملتان سے پہلے رات ٹبہ میں اور دوسری رات قادر رواہ پہنچا۔

دوسرے دن علی الصباح روانہ ہو کر اس مقام پر پہنچا جہاں وہ بادشاہِ جہاں جلوہ افروز تھے۔ یہاں پر لنگر شریف کے مکانات بنے ہوئے ہیں نام یاد نہیں بعد ادائے نماز مجرم حضور والا کے دربار میں پہنچا۔ آپ نے کمال درجہ خلقِ محمدی کا نمونہ دکھایا۔

اور اس مجرم سے معانقہ فرمایا فدوی نے کچھ نذر پیش کی فرمایا کہ اب ہم ان کو کہاں سنبھالتے پھریں عرض کی کہ اب تک بندہ سنبھالتا تھا اب آپ سنبھالو (حفاظت کرو) اس کے بعد خاصہ تناول فرمایا، عنایتاً مجرم کو بھی شریک کیا بعدہٗ حکم ہوا کہ سوار ہو کر چلو۔ خود بدولت بگھی پر سوار تھے غلام ہمرکاب تھا اور گھوڑی دوڑاتا تھا جب روضۂ مبارک قریب آیا تو ادب کے واسطے اُتر پڑے اور پیادہ چلے۔ کنجی بردار نے روضہ شریف کا دروازہ بند کر دیا بہت سی دیر تک آپ روضہ شریف میں رہے پھر واپس اپنے ڈیرہ پر تشریف لے گئے

نورِ بصیرت ایک رات مجرم معہ دیگر اشخاص دربار میں حاضر تھا آپ نے فرمایا کہ اگر قبرستان میں میرا جانا ہو۔ تو معلوم کر سکتا ہوں کہ یہ فلاں شخص کی قبر ہے بشرطیکہ اسے میں پہچانتا ہوں۔ اسی طرح اگر باہر مکان کے کفش پا لوگوں کی رکھی ہوں تو ان کو دیکھنے سے

معلوم ہو جاتا ہے کہ مکان کے اندر فلاں فلاں آدمی ہیں اور یہ کرامات نہیں ہے کیونکہ ہم نفسانی آدمیوں میں کرامات کہاں! یہ فقط قیافہ ہے۔

مہار شریف کے ایک مولوی صاحب وہاں موجود تھے آپ نے مخاطب فرمایا کہ مولوی صاحب آپ کو یاد ہوگا کہ ہمارے دو فقیر غزنی کے فوت ہو گئے تھے اور قبرستان میں میری غیر حاضری میں دفن کئے گئے اور میں آپ کو لے کر وہاں قبرستان گیا تھا اور آپ کے بتانے کے بغیر میں نے ان کی قبریں شناخت کر دی تھیں۔ مولوی صاحب نے کہا جی ہاں مجھے خوب طور پر یاد ہے۔

ایک دن وہاں مہار شریف میں خاکسار دربار فیض آثار میں حاضر تھا آپ نے فرمایا کہ گل محمد اور ہم نکمے ہیں اکٹھے پاک پتن جائیں گے اور دونوں ایک جیسے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ یکساں بھی تو نہیں بناتے؟ اگر یکساں بنا لیتے تو بھی درست ہوتا۔

فرمایا خوب یہ تو وہی مثال ہے کہ ایک ہڈوار تونسہ شریف میں جمعہ نماز پر آیا تھا۔ اور کہتا تھا کہ ایک پیسہ دیدو ایک پیسہ فقط جب اسے کوئی شخص پیسہ نہ دیتا تو کہتا کہ اچھا یہ چادر جو تمہارے کندھے پر ہے یہی دیتا جاؤ۔ اب گل محمد کہتا ہے کہ جمال خاں (نواب لغاری) اور امام بخش خاں (نواب مزاری) کی طرح ہو جاؤں جب ان کی طرح نہیں ہو سکتا تو کہتا ہے کہ تمہاری طرح بن جاؤں۔

فقیر کی بات

چند روز کے بعد پھر ایسا اتفاق ہوا کہ احمد یار خاں ہوتانی اور پسر میاں عبداللہ جعفر اور مجرم اس شمع ولایت کے نورِ حسن پر پروانہ وار نثار ہو رہے تھے کہ احمد یار خاں نے عرض کیا کہ غریب نواز! گلیڈ سٹون صاحب ڈپٹی کمشنر ضلع ڈیرہ غازی خاں سے تبدیل ہو کر چلے جانے کو ہے اور ایک تھانہ دار عمر بخش فوت ہو گیا ہے۔ سرداران ضلع بھی ڈیرہ میں ہیں اس وقت گل محمد کو رخصت فرمائیے کہ وہاں جا کر اپنا بندوبست کرے کیونکہ گلیڈ سٹون کی بجائے جو انگریز آئے گا تو وہ نووارد ہوگا اور گل محمد کا واقف نہ ہوگا۔

فرمایا وہ کون گل محمد! اس نے عرض کیا یہ ہمارا گل محمد بلوچ جو حضور میں حاضر ہے فرمایا کہ اسے بے چارہ کو کیوں ٹھوکریں دیتے ہو زندہ ہے گلیڈ سٹون صاحب۔ دس کانے پرانے نکال لیے دس نئے لگا دیئے ہائے ہائے کسی بے چارہ کو موقوف کر دیں گے۔

حضور کا اشارہ اس طرف تھا کہ میں جیتا رہوں۔ نہ گلیڈ سٹون اور اس وقت میں نے سمجھ لیا کہ میری ملازمت اس جگہ ہوگی جہاں سے کوئی بے گناہ موقوف ہوگا۔ بعدہٗ حضور والا ہفتہ عشرہ حضرت قبلہ عالم رضی اللہ عنہ کے روضہ مبارک پر رہے اور اس کے بعد ملتان کی طرف کوچ کیا اور مجرم رخصت ہو کر ڈیرہ غازی خاں آیا حضور عرس حضرت گنج شکرؒ سے فارغ ہو کر اراضی تونسہ مقدسہ میں رونق افروز ہوئے غلام بھی وہاں حاضر ہوا اور سعادت پا

بوسی سے مشرف ہوا بہت کرم بخشی فرمائی۔ ایک دن پھر جو قدم بوسی کو حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا آؤ گل محمد خان تھانہ دار۔ بندہ نے عرض کیا تھانہ داری کہاں ہے اب تو خاکسار بیکار ہے اب خالی گل محمد ہوں۔ فرمایا کہ کئی دن کے بعد تو آپ کو انسپکٹر لکھے گا۔

دشمنوں کو

ایک دن حضور نے میاں میر احمد تونسوی کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جب ہم صغیر سن تھے اور خلیفہ محمد باران بڑے حضرت غریب نواز قدس سرہٗ العزیز کی خدمت میں آتے تھے تو ہشتاد نفر درویش خلیفہ صاحب کے ہمراہ آتے تھے اکثر درویش لولے لنگڑے مگر سب ذاکر زندہ دل ہوا کرتے تھے۔

خلیفہ صاحب چلغوزہ کشمش لے آتے تھے۔ جب ہم سنتے تھے کہ خلیفہ صاحب آگئے ہیں تو اس میوہ کے واسطے ہم ان کی خدمت میں دوڑے جاتے تھے۔ خلیفہ صاحب مجھے پکڑ کر بٹھلا دیتے تھے اور میرے چہرہ کی طرف تاکتے تھے اور پوچھتے تھے۔ بھلا سائیں کیا پڑھتے ہو؟ میں کہتا تھا فلاں سبق پڑھتا ہوں اور فلاں جگہ رہتا ہوں۔ اس کے بعد ہمیں میوہ وغیرہ دیا کرتے تھے۔ اور لقمان درویش اسی وقت ہمارے حوالہ کرتا تھا۔

اسی طرح پھر سلسلہ گفتگو شروع ہوتا اور پھر لقمان کو میوہ دینے کا ارشاد ہوتا۔ اور برادرم خیر محمد صاحبزادہ صاحب کو جب خلیفہ صاحب کی آمد معلوم ہوتی تھی تو وہ بھی دوڑے آتے خلیفہ صاحب بندہ کو بٹھائے رکھتے

تھے یہاں تک کہ بہت سا وقت گذر جاتا تھا۔ میں دل میں کہتا تھا کہ یہ بھی میرا بھائی ہے جس کو اتنا جلدی شے میوہ دے دیتے ہیں اور مجھے (دشمنوں کو) قید کئے ہوئے ہیں۔ سو ان باتوں کا کچھ پتہ لگتا ہے۔

مبارک کلام ـــــ جن دنوں حضور والا نے ارشاد فرمایا تھا کہ کئی دن کے بعد تو بعہدہ انسپکٹری ممتاز ہو گا پس انہی دنوں مجرم تلاش روزگار کے واسطے بلوچستان چلا گیا اور چند ماہ بمشاہرہ قلیل ملازم ہوا اس کے بعد انسپکٹر کاہن سنگھ کو یورپین سپاہیوں کے پہرہ میں لگایا گیا اور بندہ کو انسپکٹر بنایا گیا بعدہٗ کاہن سنگھ مذکور کو ملازمت سے برطرف کر دیا گیا۔ مدت تک وہ درخواستیں کرتا رہا کہ جو جرم اس نے کیا ہے اسے بتایا جائے نفی میں جواب ملتا تھا اس سے مجھے وہ فرمان حضور والا کا ذہن نشین ہوا جو آپ نے بہت مدت پہلے ارشاد فرمایا تھا۔

انہی ایام میں آپ عرب شریف چلے گئے اور واپسی کے وقت بمبئی سے اطلاع آئی جب یہ مبارک خبر اس نیاز مند سگ دربار سلیمانی نے سنی تو پچیس یوم کی رخصت لی۔ مجرم سگ صفت دوڑا اور باب عالی میں سلطان وقت کی پیشی میں دُم ہلائی رحمت جہاں و صاحب کرم نے مجھ گوش بریدہ اور پشت خمیدہ پر مالش فرمائی۔ اور سگ را نمالند چوں گربہ پشت کی ممانعت بھی مانع نہ آئی کیونکہ اصحاب کہف کی مثال صادق آئی۔ حضور والا نے فرمایا کہ اچھا میاں جیتے جی ایک دوسرے کو دیکھ تو لیا۔ اس مبارک

کلام سے بڑا لطف آیا۔

غوثِ زماں ایک دن حضور سراپا نور نے اپنی زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ کسی نے پیر محمد علیشاہ صاحب لکھنوی سے پوچھا تھا کہ حضرت اعلیٰ غریب نواز یعنی سلطان زماں حضرت خواجہ.... محمد سلیمانؒ کا درجہ زیادہ ہے یا مولانا روم کا؟ آپ خاموش رہے۔ کیونکہ اگر کہتا۔ حضرت خواجہ کا درجہ بلند ہے تو مولانا روم سے بے ادب ہوئے اور اگر کہیں کہ مولانا روم کا درجہ زیادہ ہے تو حضرت غریب نواز قدس سرہ العزیز سے بے ادب ہوئے کیونکہ جناب شاہ صاحب فرماتے تھے کہ ظاہری فیض مجھے حضرت خواجہ غریب نواز سلیمان زمانؒ سے حاصل ہوا۔ اور باطنی فیض مولانا رومؒ سے۔

کئی دن کے بعد اس سائل کو شاہ صاحب نے بلایا اور فرمایا کہ ہم نے تمہارا عقدہ حل کیا ہے وہ یہ ہے کہ ایسا کوئی مطلب نہیں جس کی درخواست مولانا رومؒ نے کی ہو اور حاصل نہ ہوا ہو۔ اور ایسا کوئی مطلب نہیں جس کی درخواست حضرت پیر پٹھان نے کی ہو۔ اور وہ حاصل نہ ہوا ہو۔ لیکن مولانا رومؒ کی عادت مبارک تھی کہ ہر مطلب کے واسطے درخواست بڑی توجہ سے کرتے تھے اور حضرت غریب نواز قدس سرہ العزیز اس مطلب کو ہنستے ہوئے کرا لیتے تھے صرف اتنا فرق ہے۔

اس کے بعد آپ نے نور محمد خاں تنگوانی کا ذکر فرمایا کہ اس کی عادت

تھی کہ رعایا سے جو کام کرانا ہوتا تو چار گالیاں بھی دیتا اور کام بھی کرا لیتا۔

ایک دن حضور والا نے مجھے ارشاد فرمایا کہ تو بھی اردو پڑھا ہوا ہے
اس کا معنی تو کرو؟ ؎
رخصت اے زنداں جنوں زنجیر در کھڑکائی ہے ٭ مژدہ خار دشت پھر تلوہ میرا کھجلائے ہے

مجرم نے عرض کیا کہ غریب نواز کسی صاحب نسبت نے بنایا ہوگا فرمایا
کہ صاحب نسبت شعر کب کہا کرتے ہیں ان کو اس قدر فرصت نہیں کہ
نماز ادا کر سکیں۔ جب اذان ہوئی تو انہوں نے پکارا

وائے بر نقیبانِ محمدی کہ از بارگاہم کشیدہ پائگاہ مے برند

سلسلہ چشتیہ

ایک دن آپ ٹہلتے تھے کہ ارشاد فرمایا بزرگان
سلسلہ قادریہ ممبر پر چڑھ کر وعظ فرماتے ہیں وعظ
کی تاثیر مریدوں میں ہو جاتی ہے اور سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگ اپنے مریدوں
کا حلقہ قائم کرتے ہیں۔ اور ہر ایک مرید پر باری باری سے توجہ کی جاتی ہے
جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ فائز المرام ہو جاتے ہیں اور سلسلہ چشتیہ کا دین
ایمان محبت ہی محبت ہے انہوں نے سماع کو قبول کیا ہے نہ انہیں فراغت
وعظ کی ہے نہ فرصت حلقہ کی۔ مولانا جامیؒ ہیں تو سلسلہ نقشبندیہ میں مگر منصف
ہیں پورے نفحات میں بزرگانِ دین کے حالات لکھ لکھ کر اہلِ چشت کے حق میں
فرماتے ہیں کہ با خدا یار از ہمہ بیزار۔ ہمہ چشتیاں چنیں بودند
اس کے بعد فرمایا کہ چین میں جہاز ۳ ماہ کے بعد پہنچتا ہے قافلہ جائے

تو اُسے سال بھر لگ جاتا ہے مگر ایک انگریز سیاح نے دریافت کیا ہے کہ کوہ ہمالیہ کا ایک پیچ دار راستہ ہے اگر پہاڑ درمیان سے ہٹا لیا جائے اور ریل تیار ہو جائے تو بارہ پہر میں ہم چین پہنچ سکتے ہیں۔

سلسلہ چشتیہ اور دیگر سلاسل کا یہی حال ہے کہ سلسلہ چشتیہ سے صرف بارہ پہر میں منزل پر پہنچ سکتے ہیں۔

ایک دن فرمایا کہ حضرت احمد جامؒ کو پہلے میخواری کی عادت تھی ایک دن شراب کے پیپے ایک گدھے پر لادے ہوئے جا رہے تھے ہدایت کا وقت آ گیا تو گدھا چلنے سے رہ گیا۔ احمد جام نے اسے اس قدر ڈنڈے مارے کہ بےتاب ہو گیا خدا نے اُسے قوتِ گویائی بخشی اور بولا کہ اے احمد جام! تجھے خدا نے عبادت کے واسطے پیدا کیا تھا یا میرے مارنے اور شراب لادنے کے واسطے؟ احمد جام سُنتے ہی بے ہوش ہو گیا جب ہوش میں آیا۔ تو دوستوں کے گروہ میں پہنچا اور اس کی صحبت سے سب دوست شراب چھوڑ بیٹھے گھر پہنچ کر مٹکے (خمِ شراب) توڑ ڈالے اور بہت نقصان کر دیا والدین نے رپٹ کی سپاہی پکڑ کر لے گئے۔ اصطبل میں بٹھا دیا گھوڑے اپنا سر زمین پر مارتے تھے اور سراسیمگی ظاہر کرتے تھے بادشاہ نے خبر پائی تو اُسے رہا کر دیا۔ وہاں سے احمد جام پہاڑ میں چلے گئے اور ۷ برس عبادت میں مصروف رہے اور اس درجہ ترقی پائی کہ کسی رہنما کی ضرورت نہ رہی۔ مگر اتباعِ سُنت کے واسطے خواجہ ابو سعید ابو الخیر سے جا کر بیعت ہوئے

اپنے دیوان میں ذکر کرتے ہیں ؎

احمد تو عاشقی بہ مشیخیت ترا چہ کار ❊ دیوانہ باش سلسلہ شد شد نشد نشد

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ سے کوئی خاص سلسلہ جاری نہیں ہوا اور انہیں بارگاہِ ایزدی سے ژندہ فیل کا خطاب ملا اور ارشاد ہوا تم جیسا ہمیشہ پیدا نہیں ہوا کرتا۔ چار سو سال کے بعد تمہاری طرح ایک ہوا کرتا ہے حساب کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اوّل تو احمد جام صاحبؒ دوم خواجہ بہاؤالدین نقشبند، سوم حضرت غریب نواز خواجہ صاحب محمد سلیمان صاحبؒ۔

یہ فرمان تو حضرت کا ہے مگر حساب سے یہ نکلتا ہے کہ حضرت خواجہ مرشدی وارث سلیمانؒ حضور خواجہ اللہ بخش صاحبؒ کی تاریخ ولادت ۱۲۴۱ھ ہے اس واسطے ژندہ فیل مشہور ہوئے یوں اپنے پیر و مرشد کا نام لیا کرتے تھے اور ان کا درجہ یہ ہے کہ وہ ژندہ فیل بنانے والے تھے اور یہ فیض ان کا تھا کہ حضرت نے چھوٹی عمر میں نَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي کے قول کے مطابق بحرِ عرفان کو نوش فرمایا۔ اور واقعی انہی کا کام تھا اور ان کا حصہ تھا۔

استقبالِ بادشاہ

ایک دن ارشاد فرمایا کہ جب وفات حضرت خواجہ صاحب کے ایام میں دہلی کی طرف ہمارا جانے کا اتفاق ہوا تو بادشاہ وقت ابو ظفر سراج الدین بہادر شاہ آخری بادشاہ.. خاندانِ مغلیہ کا پیغام پہنچا کہ آپ کس راستہ سے دہلی میں آئیں گے تاکہ میں اسی راستہ پر آپ کا استقبال کروں چونکہ مجھے تو بادشاہ سے کچھ غرض

نہ تھی میں نے کہا کہ یہاں سے سیدھا پہلے تو قطب صاحب جاؤں گا اور پھر دہلی آؤں گا۔ ابوظفر بہادر شاہ نے دو منزل استقبال کیا اور موقعہ ملاقات پر ہم سے اور باتوں میں یہ بات بھی دریافت کی کہ جس وقت حضرت صاحب کا وصال ہوا تو آپ کی عمر کیا تھی میں نے کہا ۲۱ برس۔ جب بادشاہ مجھ سے رخصت ہوا تو سید عسکر شاہ صاحب مرشد بادشاہ مجھ سے ملاقی ہوا۔ کہ بادشاہ اور وزیر بگھی پر سوار تھے راستہ میں احسان اللہ وزیر نے کہا۔ دیکھیے صاحب پیغمبروں کو بھی پیغمبری چالیس سال سے پہلے نہیں ملتی تو حضرت صاحب ۲۱ برس میں کس طرح کامل ہو گئے ہوں گے۔ بادشاہ کو خیال سا گذرا۔ نہ مجھ (عسکر شاہ) سے پوچھا۔ میں نے اس موقع پر سوچا کہ اس موقعہ پر کتب کہاں دکھا سکتا ہوں کہ موقع سواری کا ہے آخر میں نے کہا کہ جناب کو معلوم ہے کہ حضرت فخر جہاں خواجہ فخر الدین قدس سرہ العزیز کی عمر مبارک کس قدر تھی جب آپ کے والد بزرگوار حضرت اورنگ آبادی نے وصال فرمایا تھا۔ بادشاہ نے کہا کہ ان کی عمر گیارہ سال کی تھی۔ یہ تقریر سن کر وزیر خاموش ہو گیا اور پھر ایک حرف اس کی زبان سے نہ نکلا۔

نیک نیتی ایک دن فرمایا ؎

نفس اژدہاست باصد شور وفن پیش زاروئے زمرد دیدہ کن

کہ یہ نفس اژدہا ہے تجھ سے اس قدر مکر و فریب اور دغابازی کرتا ہوگا تجھے

بہتر ہے کہ اسے شیخ کے ماتھے لگا تاکہ اس سے تجھے نجات ملے۔

ایک دفعہ راقم نے موضع بنڈی میں کچھ اراضی خرید لی آپ نے مولوی یار محمد صاحب مؤلف منتخب شریف سے استفسار فرمایا کہ ہمارے گل محمد کو کچھ اچھی زمین دی ہے یا نہیں۔

مولوی صاحب نے فرمایا کہ اچھی زمین ہے آپ نے ایک گائے کا قصہ فرمایا کہ ایک شخص کی گائے تھی ناقص اور شریر وہ اسے فروخت کرنے کے لیے لے چلا۔ راستہ میں ایک شخص ملا۔ اس کا بیل بھی بے کار اور ہل چلانے سے بیزار تھا۔ دونوں کا سودا ہوا۔ ہر ایک نے عیب و صواب بیان کر دیئے چونکہ نیت نیک تھی وہ گائے جب دوسرے گھر پہنچی تو اس قدر دودھ دیا کہ نئے مالک کے شان و گمان میں بھی نہ تھا۔ اس طرح بیل کی پرورش کی گئی اس نے مالک کو بہت نفع دیا چونکہ گل محمد خان کی نیت نیک ہے اس واسطے یقین ہے کہ خداوند کریم اسے نفع دے گا پھر ایک دن تذکرہ اسی اراضی کا چلا۔ آپ نے فرمایا کہ گھاس لنگر کا خدا تمہارے نصیب کرے۔ اس کا مطلب میری سمجھ میں نہ آیا کچھ مدت بعد میں نے وہ اراضی لنگر میں دے دی۔ اب مجھے معلوم ہوا کہ وہ حضرت کا فرمان کس طرح پورا ہو گیا۔

ایک دن حضور والا نے فرمایا کہ حج سے واپسی کے وقت ہم تو بمبئی کے راستہ سے آ رہے تھے مگر ہمارا دس ہزار روپیہ کا

سامان بندر کراچی سے آیا تھا۔ جب وہ جہاز جس پر ہمارا سامان اور مردمان ہمراہی سوار تھے۔ کراچی کے بندرگاہ پر پہنچا تو حسبِ معمول ایک انگریز افیسر نے نوبت بہ نوبت سامان تلاشی شروع کی۔ ہمارے سامان میں کئی پستول وغیرہ بھی تھے جن کا لانا خلاف قانون تھا۔ ہمارے مردمان چادر گلے میں ڈال کر حضور خواجہ کا واسطہ لاتے تھے کہ اس گرفت سے نجات حاصل ہو۔

الغرض جب ہمارے سامان کے ملاحظہ کی باری آئی تو اس آفیسر کا قلم ٹوٹ گیا وہ چاقو سے درست کرنے لگا کہ چاقو انگلی پر لگا اور خون بہہ نکلا ہمارے آدمی خوشامدا کپڑا پھاڑ کر اس کا خون صاف کرتے تھے مگر خون بند نہ ہوتا تھا اتنے میں سورج غروب ہوگیا۔ ہمارے مردمان نے کہا کہ ہم مسافر ہیں کسی جگہ ٹھیرنے اور ڈیرہ لگانے کا انتظام بھی کرنا ہے ہمارا سامان آپنے ملاحظہ نہیں کیا اس انگریز نے رسید لکھ دی اور اس طرح سے بغیر دکھلائے سامان کے نجات حاصل ہوئی اور بات پردہ میں رہ گئی۔

غلط روایت: ایک دن فرمایا کہ لوگوں میں مشہور ہوگیا ہے کہ جب ہم حج پر گئے تو ایک میت مصنوعی لائی گئی اس پر نماز جنازہ پڑھو۔ حالانکہ یہ حکایت اور کرامت حضرت خواجہ عبدالخالق رودلوی کی ہے کہ آپ سفر میں تھے چند اوباشوں نے استہزار کے طور پر ایک آدمی کو لٹایا

مُردہ بنایا، کفن پہنایا اور حضرت کی خدمت میں گذارش کی کہ اس کی نماز جنازہ ادا کی جائے۔ جب خواجہ عبدالخالق نے نماز پڑھائی۔ تو وہ اوباش لگے اس شخص کو پکارنے مگر وہ کہاں بولتا۔ حضرت نے فرمایا کہ اب کیونکر اٹھے قیامت کے دن بھی اس کا بعث نہیں ہوگا۔ ہمراہیوں نے بہت کچھ التماس کی کہ ماں باپ کا اکلوتا بیٹا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی غیرت نے اسے مار ڈالا ہے۔ اہل اللہ کی عداوت بھی کام آتی ہے اگر ایسا اوباش اندر قیامت کو کھڑا ہوتا تو جہنم جاتا اب اتنا تو ہوا کہ عذاب جہنم سے چھوٹا۔

یار سے چھیڑ چلی جائے اسد ؎ اور نہیں کچھ تو عداوت ہی سہی

فرنگی سے نفرت

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضور غریب نواز عرس حضرت قبلہ عالم مہاروی پر تشریف لے جا رہے تھے اور ملتان شریف میں مقیم تھے کہ خاکسار کو رخصت ملی اور وہاں جا کر زیارت سے مشرف ہوا۔ ان دنوں خاں صاحب حق نواز خاں سدوزی جو ایک خاص ارادت مندوں سے تھا اور بتقریب ملازمت سیوی میں رہتا تھا۔ بعارضہ مالیخولیا مراقی سخت بیمار ہو گیا اسکی اطلاع حضور میں پہنچی تھی۔ اور میرے نام وہاں سیوی میں حکم پہنچا تھا۔ کہ خبردار بپیر برادری کے حق کو پورا کرنا۔ حق نواز خاں کی خبر گیری کرتے رہنا چنانچہ غلام عموماً ان کے پاس جاتا۔ ایک دن ان کے دیکھنے کو جاتا تھا کہ راستہ

میں حق نواز خاں ملا اور کہا گل محمد اب میں مرتا ہوں۔ جلدی سینڈ میں حضرت صاحب کو تار دو۔ تاکہ ملازمت نصاری میں نہ مروں۔

جب حضور پر نور کے استفسار پر مجرم نے حق نواز خاں کا یہ تمام قصہ بیان فرمایا تو آپ نے فرمایا دیکھئے ہمارے خواجہ کے کرم کہ حالت دیوانگی کی ہے۔ تو بھی اعتقاد اور خیال یہ ہے اور زہد واتقار کا اس درجہ لحاظ شام کو حضور شجاع آباد پہنچے مجرم بھی ہمرکاب تھا۔

شفا مریض جس وقت وہ شجاع ہمت صاحب دولت وارث سلطنت سلیمانی مطلع انوار ربانی شجاع آباد میں رونق افروز ہوا تو اس غلام کو حکم دیا کہ فوراً سیوی میں اپنی ملازمت پر حاضر ہو جاؤ چنانچہ بندہ جو بلا رخصت چلا آیا تھا۔ شجاع آباد سے گاڑی میں سوار ہوا اور سکنڈ ٹکٹ کا ٹکٹ لیا جب فیروزہ کے اسٹیشن پر پہنچا تو آنکھ کھلی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی حق نواز خاں کی شکل کا کسی کو ڈھونڈتا پھرتا ہے چونکہ اندھیرا تھا میں نے آواز دی کہ حق نواز خان ہو اس نے کہا فوراً اتر آؤ۔ اتر آؤ۔ اپنے ملازم کو تھرڈ کلاس سے اتارا اور بندہ حق نواز خاں کو وہاں دیکھ کر بڑا متعجب ہوا۔ حالات دریافت کئے حق نواز خاں نے کہا کہ میری تین ماہ کی رخصت منظور ہو گئی ہے میں ریل میں سوار تھا مگر شور بہت کرتی ہے اس واسطے اتر پڑا میں نے پوچھا اب کس طرح جاؤ گے اس نے کہا کہ اونٹ پر سوار ہوتا ہوں۔ میں نے کہا ندی

نالے چڑھے ہوئے ہیں۔ اونٹ کا راستہ کہاں ہے اگر پل ہیں تو محکمہ ریلوے
کے ہیں۔ وہاں سے اونٹ کے گذرنے کا راستہ نہیں ہے آخرکار دوسری
ٹرین میں ان کو ساتھ لے کر واپس روانہ ہوا۔ اسٹیشن شجاع آباد پر
حضور خواجہ صاحب معہ شہزادہ محمد محمود صاحب رونق افروز تھے
میں نے اس دیوانہ کو اس طبیب دانا کے حوالہ کیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم بھی
واپس آئے میں دل ہی میں کہہ رہا تھا کہ عجب کیفیت ہے مجھے تو خود
روانہ فرمایا۔ اب یہ تجاہل عارفانہ ہے۔

کیونکہ اب میرے واپس آنے کے بعد مجھے دو دن ملتان شریف
سے نہ جانے دیا اور اس وقت کیسی تاکید تھی اس کے بعد آپ حق نواز
خان کو مہار شریف لے گئے اگرچہ بعض اصحاب نے کہا کہ اطباء کا مشورہ لیا
جائے مگر آپ نے فرمایا کہ ہم اسکو قبلہ عالم کی خدمت میں لے
جاتے ہیں چنانچہ ویسا ہی ہوا اور اسے شفا ہوگئی۔

لطیف مزاج

آٹھ ماہ بعد محرم دو ماہ کی رخصت حاصل کر کے
دارالامارت تونسہ شریفہ میں گیا۔ اور سعادت
زیارت سے مشرف ہوا۔ اس موقعہ پر فالٹو نامی ذات ڈوم جو نیم دیوانہ
سا تھا۔ سیبوی سے میرے ساتھ تھا حضور والا نے اس کی شکل و صورت
غور سے ملاحظہ فرمائی۔ اور ایک دن فرمایا کہ تمہارا آدمی فالٹو اس طرح
حیران نظر آتا ہے جیسے شیش محل میں کوئی کتا آکر پھنسے اور دل میں کیتا

ہے کہ اس جگہ کے لوگ کیسے ہیں۔ نماز پڑھ کر سو جاتے ہیں۔ کام کوئی نہیں کرتے۔ حقّہ تک ان کے پاس کوئی نہیں۔ پھر ایک دن فرمایا کہ فالٹو کہتا ہوگا کہ گل محمد کو کیا ہو گیا ہے وہاں سیوی کے لوگ پنکھے کھینچتے تھے یہ لوگوں کو ہتھکڑی لگاتا تھا تھانہ دار کانپتے تھے ذیلدار لرزتے تھے اسے کیا ہو گیا ہے کہ اب یہاں جوتیاں اٹھاتا پھرتا ہے کوئی اسے پوچھتا بھی نہیں۔

کالی گھٹا: ایک دن رمضان شریف میں گوسپند بلچی کے ذبح کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ پلاؤ تیار کر کے فقراء میں تقسیم کیا جائے اور پلاؤ تیار کرنے کا احمد علی شاہ ساز کو حکم دیا۔ احمد علی حضور میں حاضر آیا۔ عرض کیا کہ غریب نواز میں نے روزہ رکھا ہے۔ دن کی گرمی کا احوال حضور سے مخفی نہیں اب کس طرح آگ پر کھڑا ہو کر پلاؤ تیار کر سکتا ہوں۔ اگر مجھے کل شام اطلاع ملتی تو میں روزہ نہ رکھتا۔ اب آپ دعا فرماویں کہ خداوند کریم کوئی بادل کا سایہ کرے آپ نے فرمایا کہ تم گوشت کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرو خدا اچھا کرے گا۔ بارہ بجے کے وقت آپ تہہ خانہ تشریف لے گئے مجرم بھی ساتھ تھا اور درویش بھی وہاں تہہ خانہ میں آکر سوئے ڈیڑھ بجے عاصی تہہ خانہ سے باہر آیا دیکھا کہ مشرق سے مغرب تک کالی گھٹا چھائی ہے ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے میاں احمد علی پلاؤ پکا رہا ہے

فقیر فقراء اس کی خوشبو سے دماغ معطر کر رہے ہیں اور دن ڈوبنے کی انتظار کرتے ہیں کہ کب شام کو گولہ چلے اذان سنی جائے اور پلاؤ کا لطف اٹھائیں۔ عصر کے وقت بادل دھنی ہوئی روئی کی طرح منتشر ہو گئے گویا وہ بادل سائبان بن کر آئے تھے کہ فقراء کی پلاؤ کی دیگیں تیار ہو جائیں ؎

خاصانِ خدا خدا نباشند ٭ لیکن ز خدا جدا نباشند

اچھا شوہر: ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ فدوی تونسہ شریف میں مقیم تھا اور ملازمت سے رخصت حاصل کر چکا تھا اسی وقت ڈاک کا قاصد آیا۔ اور ایک لمبا سرکاری لفافہ میرے حوالہ کیا۔ میں اس وقت حضور سے دور بیٹھا تھا۔ لفافہ کھولا اور اسے پڑھا لکھا ہوا تھا کہ بندوبست جدید کی رو سے عہدہ انسپکٹری پولیس تخفیف کیا گیا ہے جب میں تمام کر چکا۔ حضور والا نے پوچھا کہ کیا حال ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میرا پرائیویٹ ماجرا ہے فرمایا انتظار تو نہ کرو۔ میں نے عرض کیا نہیں! غریب نواز! اس پر آپ نے استفسار فرمایا کہ بندوبست کا کوئی نیا حکم تو نہیں ہے پس میں نے سمجھا کہ حضرت کی مرضی ہے کہ یہ احوال پوشیدہ ظاہر ہو گئے لہٰذا مضمون سنا دیا اور یہ بھی عرض کر دیا کہ سنتے ہیں بیٹا لینے گئی تھی شوہر بھی چھینا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ بیٹا مشکل سے ہاتھ لگتا ہے شوہر اچھا

مل جائے گا۔ سو اسی طرح ہوا کہ جب میں سیوی میں واپس آیا تو پہلے سے ہی میرے لیئے تحصیلداری پر نائی کا حکم آگیا تھا۔ مگر مجرم نے تحصیلداری سے انکار کر دیا۔

حافظ مطلق

ایک دن حضور والا کی خدمت میں مجرم نے عرض کیا کہ حضور کے سر مبارک کو پکی اینٹ سے سخت چوٹ لگی۔ حضور والا نے وہ اینٹ بجنسہ دکھلائی جو بنگلہ میں رکھی ہوئی تھی اور فرمایا کہ یہ ڈبل اینٹ کھنگر۔ ٹوپی پوش خالی سر پر آپڑے اور سر بچ جائے عقل بھی نہیں مانتی مگر اللہ تعالےٰ جو حافظ مطلق ہے اس نے بچالیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں مراقبہ میں تھا کہ اینٹ سر پر آپڑی اور دو ٹکڑے ہو گئے میں اٹھا کہ دوسری اینٹ نہ آپڑے ایک نے پوچھا کہ غریب نواز! اینٹ کے پڑنے کا کیا سبب تھا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ مارخور (ایک جانور پالتو کا نام ہے) سینگ بڑے بڑے ہوتے ہیں) ماڑی کی دیوار کی چوٹی پر پہنچا اور دوڑا۔ اس کے دوڑنے سے ایک اینٹ نیچے گر پڑی اور سر پر آلگی۔

مطالعۂ اخبار

ایک دن حضور پر نور اخبار عام کا مطالعہ فرماتے تھے لکھا تھا کہ جنرل گارڈن جو خرطوم میں محصور تھا اس نے انگریزوں کے پاس لکھا ہے کہ میری طرف مدد بھیجو

ورنہ میں اسلام قبول کرلوں گا میرے حضرت نے تبسم فرمایا اور ارشاد کیا کہ قتل قتل ایمان خوف کبھی جائز نہیں سوایسا ہی ہوا جنرل گارڈن مقتول ہوا۔

سُنّتِ نبوی: ایک دن فرمایا کہ حضور خواجہ صاحب قدس سرہٗ العزیز جس وقت کھانا تناول فرماتے تھے تو موٹی روٹی اوپر ہوتی تھی سفید شکرسی اوپر ہوتی تھی اور آپ روٹی کو اندر سے کھاتے تھے۔ کنارہ روٹی کا دائرہ کی طرح رہ جاتا تھا۔ مولوی خدابخش جراح پیش امام کو حضور نے فرمایا کہ مولوی! تم لوگ کہتے ہو کہ روٹی کو ایک طرف سے کھانا چاہیئے اور حضور خواجہ صاحب اندر سے کھاتے تھے اور بیرونی کنارہ پڑا رہتا تھا۔ ضرور یہ مسئلہ کسی کتاب میں دیکھو اور فرمایا کہ حضور خواجہ صاحب دو پاؤں پر اکڑو بیٹھ کر خاصہ تناول فرماتے تھے چوکڑی لگاکر نہ بیٹھتے تھے۔

مولوی صاحب نے کہا کہ ہاں غریب نواز کتابوں میں ہے کہ پیٹ کو اسی طرح مضبوط کرے اور بیٹھنے کی طرز اس طرح ہونی چاہیئے فرمایا کہ اس کی حقیقت بھی معلوم ہے۔ مولوی صاحب خاموش رہے آپ نے فرمایا کہ عبد جو ہوا اگر مالک بُلا لیوے تو اٹھتے دیر نہ لگے اس واسطے اکڑو بیٹھنا اور طعام نوش جان کرنا اکثر بزرگوں کا طریقہ ہے اور سُنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور فرمایا کہ وہ سپید شکر نما جو آپ

روٹی کے اوپر سے تناول فرماتے تھے۔ میں خیال کرتا تھا کہ شاید کھانڈ ہے لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ وہ نمک ہے اور حضور خواجہ صاحب اسے بڑے شوق سے کھاتے تھے نمک مانع قوتِ باہ ہے

قطب مدار

ایک دن حضور والا نے فرمایا کہ خواجہ صاحب ایک دن اپنے پیر و مرشد حضرت قبلہ عالم مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ مبارک سے زیارت کر کے واپس تشریف لا رہے تھے۔ راستہ میں مولوی دیدار بخش صاحب مل گئے حضرت نے فرمایا کہ اے ہندوستانی مولوی خوش ہو اس نے عرض کیا کہ غریب نواز! اگر کوئی بات پوچھتے ہیں تو آپ بتلاتے نہیں فرمایا کہ ہندوستانی مولوی کیا پوچھتے ہو۔ التجا کی کہ غریب نواز مجھے بتلایا جائے اس وقت قطب مدار کون ہے۔ حضور نے اپنا دست مبارک مولوی کی گردن میں مارا کہ مولوی! تم ہو۔ تم ہو۔ تم ہو۔ اب سمجھا؟ مولوی صاحب نے دست بستہ عرض کیا کہ الحمد للہ میں یہی چاہتا تھا۔

مرشد روم و شام

ایک دن فرمایا کہ حضور خواجہ صاحب قدس سرہ العزیز پاک پتن شریف میں حضرت بابا گنجشکرؒ کے عرس مبارک پر تشریف رکھتے تھے ظہر کی نماز کا وقت ہوا۔ دیوان صاحب سجادہ نشین خانقاہ حضرت بابا صاحب قدس سرہ العزیز اپنے مرشد حضرت محمد باقر صاحب صابری کی خدمت میں تھے دیوان

صاحب نے کسی کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جا میاں! اپنے پیر کو بول
کہ ظہر کی نماز کا وقت تنگ ہوتا ہے جلد آؤ تا کہ نماز ادا کریں ان
کے مرشد حضرت محمد باقرؒ نے فرمایا کہ ہوں ہوں۔ دیوان صاحب
نے جواب دیا کہ غریب نواز! یہ شخص حضرت صاحب تونسوی کا
مرید ہے۔ اسے میں نے کہا ہے کہ اپنے پیر کی خدمت میں جا کر
کہے کہ نماز کا وقت تنگ ہوتا ہے۔ حضرت محمد باقر صاحب نے
فرمایا کہ کتابیں دیکھو۔

ایک شخص بخدمت حضرت گنج شکرؒ جد بزرگوار تمہارے کے آیا
اس نے استدعا کی کہ حضرت بہاؤ الدین زکریاؒ ملتانی کی خدمت میں جاتا
ہوں کوئی بدرقہ ملے حضرت گنج شکر نور اللہ مرقدہ نے فرمایا کہ فلاں
ٹیلا ہے وہاں تک ہماری حد ہے۔ فرید۔ فرید۔ فرید کہتا چلا جا
کسی بدرقہ کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد حد حضرت غوث بہاؤ الدین
زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی شروع ہوتی ہے بہاؤ الدین کا نام لیتا
جا اور راہبر کی ضرورت نہیں۔ سو آپ کے دادا صاحب کی حد اس
ٹیلہ تک تھی اور حضرت خواجہ صاحب اگرچہ بابا صاحب کے غلاموں میں سے ہیں
مگر ان کی حد شام و روم تک جا پہنچی ہے۔

جم جم آئیں گے: ایک دن فرمایا کہ حضرت خواجہ فخر جہاں
فخر عالم قدس سرہ العزیز کی موجودگی میں دہلی

میں سخت قحط پڑا۔ ان دنوں دہلی میں فتنہ و فساد تھا۔ نظام حیدرآباد دکن حضور فخرِ جہاں کے عقیدت مندوں سے تھا۔ چھ چھ سات سات ہزار روپیہ کی ہنڈیاں آتی تھیں اور اس سے درویش خوش ہوتے تھے کہ اب خوب پیٹ بھر کر روٹی نصیب ہوگی مگر وہ ایام قحط کے تھے اب جو ہنڈی آتی تھی آپ اُس کا روپیہ طبقہ امرا میں تقسیم فرماتے تھے اور فقرا کے واسطے وہی کریل (کرینہ) کا پھل اور جو کا ٹکڑا۔ کسی نے ہنستے ہوئے عرض کیا کہ ہنڈی کا نام سنتے ہیں اور دل باغ باغ ہو جاتا ہے مگر ملتا کچھ بھی نہیں۔

آپ نے فرمایا کہ امیروں کا حق فقیروں سے زیادہ ہے کیونکہ فقیر لوگ تو بھیک مانگ کر بھی پیٹ بھر لیں گے اور یہ لوگ امیر مرتے جائیں گے مگر چار دیواری سے قدم باہر نہیں لے جائیں گے اسلئے امیروں کا حق زیادہ ہے۔ جب حضرت قبلہ عالم صاحب رخصت ہوئے حضرت فخرِ جہاں نے فرمایا کہ دیکھی؟ دہلی کی بھوک! پھر بھی آؤ گے؟ عرض کیا کہ حضور کو خدا سلامت رکھے جم جم آئیں گے۔

ایک دن حضور نے چائے نوشی کے اثنا میں فرمایا کہ دُنیا مال و زر کیمیا سے تو حاصل نہیں ہوتی اس کے حصول کے لئے اور وسائل بھی بہت ہیں کھیتی کرے، تجارت کرے نوکری کرے کیمیا تو عنقا صفت ہے۔ سو لوگ کہتے ہیں کہ یک دم پیر توجہ فرما کر خدا

سے ملا دیوے مگر یہ بات نادر ہوتی ہے اس کے سوا خدا کے ملنے کے اور راستے بہت ہیں۔ طالب کو محنت کرنی چاہیئے۔

ایک دن کچھ گفتگو ہو رہی تھی بندہ دیر سے آیا آپ نے یہ شعر فرمایا ؎

پیر وحق را ز احولی ہر کہ دو دید   او مرید است اندریں ز نے مرید

پھر فرمایا کہ ہر ایک سلسلہ میں اپنے پیر کی محبت کے لئے تاکید ہے مگر ہمارے پیران چشتیہ میں تاکید مزید ہے اور مولانا روم نے پیر کا حق خوب ادا کیا ہے۔

ایک دن حضور والا نے فرمایا کہ جب میں مدینہ منورہ میں گیا تھا تو میری میلی پوشاک کو عرب لوگ دیکھ کر مجھے تنگ کرتے تھے کہ میلے کپڑوں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روحی فداہ کو نفرت ہے آپ کیوں سفید براق پوشاک نہیں پہنتے۔ میں کہتا تھا کہ مجھے معاف کرو مگر روز مرہ لوگ تنگ کرتے تھے ایک دن میں نے کہا کہ فلاں فلاں اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین چٹائیاں لپیٹ کر حضور پر نور کی خدمت میں آ بیٹھتے تھے کیا حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صاحب خلق عظیم ان کو نکال دیتے تھے یہ سن کر خاموش ہو گئے۔

سچا بزرگ: ایک شب حضور نے مجرم کو فرمایا کہ اے گل محمد! میں بزرگ تو نہیں ہوں مگر کوئی سچا بزرگ

دکھلادو! تو تمہیں پہچان دُوں گا

ایک دوسری رات فرمایا کہ ایک سورج ہے جس نے تمام دُنیا کو روشن کیا ہوا ہے اہل اللہ کے دل میں ایسے کئی سورج ہوتے ہیں۔

ہمارا فرض: ایک دفعہ غلام ۲۵ یوم کی رخصت لے کر آستان بوسی کو حاضر ہوا چونکہ حضور کا فرمان ہمیشہ ہوا کرتا تھا کہ گُل محمد! کوئی سندھی کافیاں گانے والا لاؤ مجرم نے شکارپور سکھر بہت تلاشی کی اور ایک ہفتہ کے قریب وہاں مقیم رہا مگر حسبِ مدّعا آدمی نہ ملا۔ جب اس زندہ فیل کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تو آپ نے ایک دن بسبیل تذکرہ فرمایا کہ یہ جو لوگوں میں مشہور ہے کہ پیر کی خدمت میں نوراتہ دینا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اپنے پیر کی خدمت میں زیادہ نہ ٹھہر سکے تو نو دن تو موجود رہے اگر زیادہ رہے تو درست مگر نو سے کم نہ رہے۔

میری واپسی میں ایک دو دن رہ گئے تھے میں نوراتوں کے اشارہ کو نہ سمجھا ارادہ تھا کہ دس دن خدمتِ اقدس میں حاضر رہوں دفعتہً بارش شروع ہوئی۔ اور ہفتہ تک آمدورفت بند رہی۔ اب مجھے معلوم ہوا کہ نوراتوں کا اشارہ یہ تھا کہ میں چلا جاؤں۔ آخر ۵ دن زیادہ ٹھہرنا پڑا جب مرخص ہوا تو عرض کیا کہ رخصت سے زیادہ دن لگ گئے ہیں حضور کو لاج ہے آپ نے فرمایا کہ یہ تو ہمارا فرض ہوا

چنانچہ جس طرح آپ نے ارشاد فرمایا تھا اسی طرح ہوا اگرچہ انگریز حاکم نے جواب طلب کئے مگر بفضلہ تعالیٰ ہر طرح سے دل جمعی حاصل ہوئی چار ماہ کے بعد پھر کشش پیر نے اس طرح کھینچا جس طرح مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے یا کہ قوت برقی تار کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ جاتی ہے۔

رخصت لے کر پہلے ملتان شریف آیا وہاں حضور کے واسطے برف خرید کی جب حضور میں حاضر ہوا تو کئی دن بعد آپ نے میرے نام مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ دیوانہ برف لے آتا ہے اور ہمیں پینے کی فراغت نہیں۔

لنگر کا اونٹ

ایک موقعہ پر حضور پُرنور عرس شریف حضرت قبلہ عالمؒ پر رونق افروز تھے اور خاکسار مجرم بتقریب کار سرکار لاہور آیا۔ اور اس ہمائے اوج سعادت اور شہباز فلک ولایت کے دیکھنے اور مرغان حوادث سے طائر دل کو محفوظ کرنے کے لئے مہار شریف میں حاضر ہوا۔ رات کو آپ نے قد دراز فرمایا۔ خاکسار ذرۂ بے مقدار اس آفتاب حسن کے گرد پروانہ وار گردش لگا رہا تھا۔ بلغرض حصول ثواب آپ کی مٹھیاں بھرتا اور پاؤں داب رہا تھا۔

اسد خوشی سے مرے ہاتھ پاؤں پھول گئے ٭ کہا جب اس نے مرے ہاتھ پاؤں داب تو دے

آپ نے ایک اور آدمی سے فرمایا کہ تم نے ہمارے اونٹ کی حفاظت نہ کی ورنہ چور کیوں لے جاتے اس لئے اپنے قصور کا اعتراف کیا اور معذرت چاہی، بعد ازاں مجھے مخاطب کر کے فرمایا ایک ساربان نے ہمارا اونٹ چُرایا، اور کوہِ سلیمان لے جاکر ایک شعب جبل میں اسے پوشیدہ کھا اور زانو باندھ دیے اور آپ گھر چلا گیا رود کوہی جو آئی تو اس شتر کو بہا کر لے گئی اور اس کی ٹانگیں ٹوٹ گئیں اور وہ مر گیا۔ اس کے بعد اس ساربان نے ایک عورت کو بھگایا اور اسی مقام پر لے گیا وارث پہنچ گئے۔ انہوں نے تلوار کا ایک ہاتھ لگایا اور ساربان کے خون سے دریا بہایا۔ اس کے بعد اس قاتل کو بھی جب کہ وہ اونٹ پر سوار ہو کر آ رہا تھا کسی نے مار ڈالا پس لنگر کے ایک اونٹ نے دو آدمیوں کی خبر لی۔ اب دیکھا جائے کہ یہ چور ہمارے اونٹ کو کہاں تک لے جاتا ہے

خدا کے واسطے: ساتھ مہینے کے بعد حضور والا نے نواب غلام قادر خاں رئیس ملتان کے فرزند کی شادی کتخدائی کے موقع پر ملتان میں تشریف لائے اس موقعہ پر حضرت موسیٰ پاک کا عرس تھا آپ بھی بجہت رعایت سجادہ نشین صاحب تشریف لے گئے جب قوالوں نے یہ شعر پڑھا ؎

مراں تند اے عماری دار لیلی حسبۃً للّٰہ ؛ کہ با صد بار ہا بیچارہ مجنوں باز پسماندہ
خدا کے واسطے اے ساربان جلدی نہ تو کرنا ؛ عماری کو کہ لیے لیلیٰ کی مجنوں رہ گیا پیچھے

حضرت کے آنسو بھر آئے جب مجلس سے واپس اپنے قیام گاہ پر

تشریف لائے تو اس شعر کا اثر باقی تھا اور آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ حضور خواجہ صاحب کے زمانہ میں ایک مشہور سیدزادی مائی جندو نام ساکن ملتان تھی۔ شوہر اس نیک عورت کا کہیں گم ہوگیا تھا اور یہ مائی تونسہ شریف میں حاضر حضور رہتی تھی بہت نیک بخت تھی اور حضور پر بڑا اعتقاد تھا جب وہ خواجہ صاحب کے سامنے آتی تو آپ فرماتے نکالو، نکالو اور لوگ اسکو مار مار کر نکال دیتے تھے رفتہ رفتہ ایک دن حضور والا نے فرمایا کہ جندو ادھر آ۔ جب وہ آئی تو آپ نے فرمایا کہ لوگ تمہیں کیا کہتے ہیں اُس نے عرض کیا کہ حضور مارتے ہیں

فرمایا کہ آئندہ اگرچہ میں کہتا رہوں کہ اسے نکالو، نکالو تو بھی تم مت نکلنا اور لوگوں کو یہ ڈوہڑہ سُنانا ؎

میں عشقوں بھر پیالہ پیساں ٭ مردیں نال مُرلیساں رلیساں

اساں نال کہیں کیا رلیساں

پھر تو وہ مائی جندو یہاں تک حاضر حضور رہتی تھی کہ حضرت خواجہ صاحب کے وضو کا کوزہ وہ بھرتی تھی ایک دن حضور والا نے اُس مائی کو فرمایا کہ تو کہتی تھی میرا شوہر مرگیا ہے وہ تو حیدر آباد دکن میں صحیح سلامت موجود ہے اس نے دوسری شادی بھی کی ہے اور اگر کہو تو اس کو ابھی منگا دوں۔ اس نے عرض کیا کہ غریب نواز میرا شوہر کرنے کا زمانہ نہیں رہا۔ اگر وہ آجائے گا تو یہی فائدہ دے گا کہ تیری خدمت میں نہیں

آنے دے گا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا

میں صدقے جاؤں

کہ وہ عورت حضور کے بنگلہ میں پڑی رہتی تھی ایک دفعہ حضرت خواب راحت سے جو رشک بیداری ہے اُٹھے اور جندو خواب میں پڑی تھی بہت آوازیں دیں نہ اٹھی۔ آخر یہاں تک نوبت پہنچی کہ حضرت خواجہ صاحب نے خود کوزہ پانی کا بھرا۔ وضو کر کے جب بنگلہ میں آئے تو مائی جندو کی ٹانگ پر اپنا پاؤں زور سے رکھ دیا دفعۃً جاگ اٹھی مگر ٹانگ کو ضرب آگئی مگر حضور کو دیکھ بولی "میں صدقے جاؤں" میں قربان جاؤں۔ حضور والا کو معلوم ہوا کہ اسے ضرب آگئی ہے کئی عورتیں طلب کیں اور اس کی ٹانگ بندھوائی اور حرم شریف میں بھیجدیا۔ صبح شام کھانا کھانے تشریف لے جاتے تو اس سے پوچھتے کہ کیا خبر ہے وہ یہی جواب دیتی کہ حضور خیریت ہے کوئی تکلیف نہیں ہے۔

اس کے بعد میرے حضرت نے فرمایا کہ محبت عجب چیز ہے پھر آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا کہ فاتحہ خیر۔ سب نے دعا کے واسطے ہاتھ اٹھائے اور آمین کہی اس کے بعد خاصہ آیا اور شہنشاہ کے دسترخوان پر اہلِ نصیب نے تناول فرمایا۔

سیّد زیر تر

ایک دن چپاخانہ میں حضور قطب الاقطاب نشست فرماتے تھے ارشاد کیا کہ حضرت محمد گیسو دراز خلیفہ

حضرت چراغ دہلوی قدس سرہٗ العزیز اگرچہ اوّل سے فیض یافتہ تھے مگر انعام عام اس روز سے پایا جس روز حضرت چراغ دہلوی قدس سرہٗ العزیز گھوڑی پر سوار ہو کر آتے تھے اور حضرت گیسو دراز پا پیادہ آگے سے مِل گئے تو حضرت چراغ دہلوی کی ریش مبارک پر حضرت گیسو دراز نے بوسہ دیا۔

حضرت چراغ دہلویؒ نے فرمایا کہ سیّد زیر تر۔ چنانچہ سیّد صاحب نے زانو مبارک پر بوسہ فرمایا پھر فرمایا کہ سیّد زیر تر! آپ نے پاؤں مبارک پر بوسہ دیا پھر فرمایا کہ سید زیر تر۔ انہوں نے گھوڑی کی رکاب پر بوسہ دیا پھر فرمایا کہ سیّد زیر تر۔ اس کے بعد گھوڑی کے گھٹنے پر بوسہ دیا پھر ارشاد ہوا کہ زیر تر! اس پر آپ نے گھوڑی کے سُم پر بوسہ دیا۔ اس کے بعد حضرت چراغ دہلویؒ نے ارشاد کیا کہ میں نے آپ کی ترقی اس میں دیکھی ہے گیسو دراز نے فرمایا کہ ہیہات۔ تحت الثریٰ تک حضرت کا اسپ ہوتا کہ میں اسی طرح نیچے کو چومتا جاتا کہ ہزار ہا منازل طے ہو جاتیں

وصالِ غوثِ زماں

ایک رات بعد نماز عشا، حضرت غریب نواز نے حسب عادت معہودہ قدر دانہ فرمائی مجرم اور چند درویش دیگر پاؤں دبا رہے تھے آپ نے ذکرِ وصال حضرت خواجہ صاحب کا بیان فرمایا جسے مختصراً درج کیا جاتا ہے آپ نے فرمایا کہ حضور خواجہ علیہ الرحمۃ ایک ہفتہ تک برائے نام علیل رہے تھے اس تمام

ہفتہ میں شب و روز حاضر بحضور رہتا تھا۔ جائے ضرور جانے کی حاجت نہ پڑتی تھی، صرف ایک دو مرتبہ پیشاب کرنے گیا تھا۔ میری والدہ ماجدہ اور دیگر مستورات رات کو حضرت خواجہ غریب نواز کی زیارت کو آتی تھیں میری والدہ نے عرض کی کہ ان کا والد تو پہلے فوت ہو گیا ہے بہت رنج و تکلیف اٹھائی ہے ان پر شفقت و کرم فرمایا جائے۔ حضرت کریم نے فرمایا کہ میں ہمیشہ ان کے ساتھ ہوں تسلّی کرو۔ ایام علالت میں آپ نے ایک دن فرمایا ؎

اگر گیتی سراسر باد گیرد — چراغ مقبلاں ہرگز نمیرد

حالت بیماری میں آپ ایک دن حالت سکون میں تھے ناک سے سانس جاری تھی۔ نبض وغیرہ کا پتہ نہ تھا ہم بلواتے رہے مگر جواب نہیں دیا بعد ازاں مجھے فرمایا کہ میں تم لوگوں کی آوازیں سنتا تھا مگر میں پاس انفاس کرتا تھا اور مجھے فرمایا ع

بسلطانے رسانندت ازیں پاس

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ شب وصال آپ ۴ دفعہ تہجد کے لئے اُٹھے تھے صبح ہونے سے اوّل وصال فرمایا تہجد بھی قضا نہیں ہوئی وصال سے پہلے میرے آنسو ہر وقت جاری رہتے تھے اور بعد وصال یک لخت آنسو بند ہو گئے میں دل میں کہتا تھا کاش! یہ آنسو جاری رہتے تو خوب ہوتا مگر کچھ اپنے اختیار نہ تھا۔ بوقتِ وصال حضرت خواجہ غریب نواز

جب میں محل سے باہر نکلا تو بہت سے پرندوں کو دیکھا رنگ ان کا سبز معلوم ہوتا تھا مگر تحقیق نہیں کہ وہ کیا پرندے تھے میں نے لوگوں کو بلایا۔ سوا اوروں نے بھی دیکھے۔ صبح ہونے پر پرندے آنکھ سے اوجھل ہو گئے۔

دبدبہ سلیمانی

عم مکرم واستادِ معظم نور محمد خاں ملغانی سے روایت ہے کہ نواب بہاول خاں مقام مہار شریف زیارت سے مشرف ہوئے مگر جتنی دیر وہاں بیٹھے رہے آنکھیں نیچی تھیں اور یہ تاب نہ تھی کہ گردن اٹھا کر کلام کر سکیں ہم نے خود دیکھا ہے کہ بڑے بڑے امیر اور متمول اشخاص جب اس سلطان وقت کے روبرو آتے تھے تو ان کا حال ایسا ہوتا تھا جیسے روباہ شیر کے سامنے۔ آپ نے وہ نقارہ ولایت بجایا کہ بایدوشاید اور کیوں نہ بجاتے سلطنت سلیمانی کے صحیح جانشین اور تخت تونسہ کے وارث تھے ہم نے بڑے بڑے صاحب کمالوں کی زیارت کی مگر وہ جلال کہیں نظر نہ آیا۔

دستگیری مریداں

ایک دفعہ مجرم پہلی دفعہ اسٹیشن کوٹ سلطان پر اترا اس سے پہلے کبھی یہ اسٹیشن نہ دیکھا تھا اور نہ وہاں میرا کوئی واقف تھا جس کی معرفت تونسہ شریف تک سواری کا انتظام کراتا۔ ریل سے اترنے پر معلوم ہوا کہ دو اسپ معہ زین موجود ہیں پوچھا کہ یہ گھوڑیاں کس کی ہیں نوکر نے کہا کہ تھانہ دار

سنگر ملتان گیا ہے آج اس کے آنے کی انتظار تھی مگر ریل سے نہیں اترا میں نے کہا چاہ خان والا پر مجھ کو لے چلو چونکہ وہ گھوڑیاں وہاں سے لائی گئی تھیں لہٰذا مجھ کو سوار کر کے لے چلے۔ صبح وہاں سے دوسری سواری مل گئی اور دریا عبور کر کے حضور کی خدمت والا میں پہنچا سعادت پابوسی سے مشرف ہوا۔ ایک موقع پر سواری کا استفسار فرمایا میں نے عرض کیا کہ حضور پرنور کی توجہ سے اسٹیشن پر ہی سواری موجود تھی۔

فرمایا کہ خدا کی طرف اگر کوئی ایک قدم اٹھاتا ہے تو اللہ تعالے سو قدم اس کے پاس ہو جاتا ہے یعنی مطلب یہ ہے کہ یہ تمہارے اعتقاد کا ثمرہ ہے کہ آپ نیک نیتی سے آئے تھے اور کوئی تکلیف نہ ہوئی۔ خداوند کریم نے سارا انتظام کر دیا۔

خاکسار اللہ بخش بلوچ ملغانی مؤلف کتاب ہٰذا کو بھی ایک موقعہ پر یہی واقعہ پیش آیا۔ جب یہ خاکسار سکول خان گڑھ کا ہیڈ ماسٹر تھا تو ایک ہفتہ کی رخصت لے کر دائرہ دین پناہ اسٹیشن سے تونسہ شریف روانہ ہوا۔ بڑی مشکل سے دریا کے کنارے پر پہنچا۔ اگست کا مہینہ تھا دریا کی طغیانی اس قدر تھی کہ چھ سات میل پانی ہی پانی تھا کشتی نہ ملی وہاں سے گھاٹ شمالی پر پہنچے کہ شاید کوٹ سلطان کی سڑک پر کشتی مل جائے مگر کشتی نہ ملی۔ سارا دن چلنے کے بعد آخر یہی ارادہ ہوا کہ شاید حضور خواجہ صاحب نے یاد نہیں فرمایا۔ پتن سے بکھڑی احمد خاں پہنچے اور وہاں سے بسواری

شتر کوٹ سلطان واپس آیا اس دن کم سے کم پچیس میل سے کم مسافت
نہ کی تھی جب اسٹیشن نظر آنے لگا تو بندہ دل میں کہنے لگا یہ عجب اتفاق
ہے کہ لوگ اس راستہ سے تونسہ شریف جایا کرتے ہیں اور ہم بے نیل
مرام دریا کے کنارے تکالیف اٹھا کر رجعت قہقری کر رہے ہیں اتنے
میں دیکھا کہ ۳ گھوڑیاں تیار ہیں ایک ہمارے حوالہ کی گئی اور ہم واپس دریا
کو روانہ ہوئے راہبر ساتھ تھا راستہ نہایت آرام سے طے ہوا۔ کشتی تیار
تھی۔ شام کو تونسہ شریف پہنچ گئے اور اس شہنشاہ زماں کی زیارت فیض
بشارت سے سعادت دارین حاصل کی۔

ایک رات بنظر استہزا فرمایا کہ میاں خدا بخش اچار ڈالتا ہے تو
کہتا ہے کہ اب کچھ کچھ اٹھ رہا ہے سو میرا بھی یہ حال ہے کہ بارہ بجے رات
کے بعد کچھ کچھ اُٹھتا ہوں۔

دو آدمی

ایک دن آپ نے ارشاد فرمایا کہ یوں تو لنگر سے ہم سب
روٹیاں کھانے والے ہیں مگر دو آدمی عجب آدمی ہیں ایک
تو عماد الدین کابلی ہے جو مطول تک پڑھا ہوا ہے۔ ایک دن میں نے دو روپے
اسے حوالہ کئے تھے کہ روغن زرد لیکر کھاؤ مبادا تمہیں خشکی ہو جائے۔ انکار
کرتا رہا آخر بصد اصرار۔ لیے دوسرے دن میں عالم مراقبہ میں تھا میرے پاؤں
پر مساس ہونے لگا دیکھا تو چار روپے نذر کے طور پر ڈالے جاتا ہے پھر میں
نے کہا کہ مرضی خدا۔ اس غریب کو دو روپے کہیں اور سے ہاتھ لگے

تھے وہ بھی اپنے پاس رکھنے مناسب نہ جانے۔ دوسرا میاں روشن ہے کہ عیال اطفال سب کو چھوڑ کر آستانہ پر رہتا ہے ایک دفعہ میں نے اسے وطن روانہ کیا تھا نویں دن واپس آگیا اس موقعہ پر میاں اللہ بخش بابڑ تحصیل دار اسی مجلس میں اتفاق سے موجود تھے انہوں نے پوچھا کہ میاں روشن کچھ علم بھی پڑھا ہوا ہے آپ نے فرمایا؟ کہ علم پڑھ کر کیا کرے گا جو علم اسے مطلوب تھا وہ بطرزِ احسن پڑھ لیا ہے اس وقت مجرم پاس انفاس کر رہا تھا۔ آپ نے فوراً معلوم کر کے فرمایا کہ یہ پاس انفاس کچھ نہیں ہے ترک ماسوا چاہیئے۔ کبھی کہا کہ نوکری میں ترقی ہو کبھی کہتے ہو کہ چھاچھ مل جائے کہ کبھی کہتے ہو کہ گوشت مل جائے کبھی فقیر کے طالب ہو۔ سو نہ یہ ہوتا ہے نہ وہ

نہ یار ملا نہ وصالِ صنم ۔ نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

اسی موقعہ پر فقیر محمد روشن جو دروازہ کی آڑ میں بیٹھ کر کلماتِ طیبہ کو بڑے شوق سے سنتا تھا اس نے دروازہ ذرا سا کھولا اور عرض کیا کہ مجھے قبول کرو حضرت نے فرمایا کہ انشاء اللہ تم مقبول ہو اگر قبول نہ ہوتے تو تم کو سب یعنی بال بچوں سے جلا نہ کرتا۔

اسی موقعہ پر یا شاید کسی اور موقعہ پر حضور نے فرمایا کہ حضرت ادہم بلخیؒ نے ایک بڑے کامل بزرگ سے دریافت کیا تھا کہ سناؤ کیسے گذرتی ہے اس نے جواب دیا کہ یار ملتا ہے تو شکر کرتے ہیں نہیں ملتا

توصبر کرتے ہیں۔

زہے بیدار بخت

ایک رات حضور پُرنور نے فرمایا کہ جب میں پیدا ہوا تھا تو حضور خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے میرے پیدا ہونے کی خبر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک پر سُنی تھی۔ پس آپ نے تونسہ شریف کی مراجعت کی، علماء ساتھ تھے ارشاد فرمایا کہ کوئی تاریخ کہے۔ مولوی صالح محمد نے "زہے بیدار بخت" سے تاریخ نکالی آپ نے پسند فرمائی۔

اس کے بعد فرمایا کہ میں جس تاریخ متولد ہوا۔ اسی تاریخ میں مَرا ہُوں۔ گویا اس سے مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کا مفہوم ہوتا ہے بعدہٗ فرمایا جب آپ تونسہ شریف میں آئے تو میری جدّہ ماجدہ نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ لوگوں میں بہت وسواس ہے کہ بسرم ترکل ہے یعنی تین لڑکیوں کے اوپر پیدا ہوا ہے حضرت کریم نے فرمایا کہ ترکل تو بہت اچھے ہوتے ہیں۔ یہ لوگوں میں جو وسواس ہے یہ ٹھیک نہیں ہے میں خود ترکل ہوں کہ تین لڑکیوں کے بعد تولد ہوا تھا۔

ایک دن آپ نے مجھے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ؎ رنگِ لالہ چہ مجال ست کہ گوید کلال
گر بھر چہ سازی چراغے بقلنی

پیر ندیر حکومت

ایک دن حضور پُرنور نے ارشاد فرمایا کہ حضرت خواجہ غریب نواز کے وقت ایک دفعہ ٹڈی دل اس کثرت سے آیا کہ تمام جگہ ٹڈی دل سے بھر گئی تل رکھنے کی جگہ

نہ رہی۔ لوگ دُعا طلبی کے واسطے خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہم لوگ ٹڈی دل سے تنگ آگئے ہیں آپ نے فرمایا کہ فلاں شخص اس کا حاکم ہے وہی اسے کاٹھ (قید) کر دیوے وہ آدمی سمجھدار تھا سمجھا کہ اس میں بھی پردہ داری ہے فوراً ایک ڈبیہ میں ایک ٹڈی کو پکڑ کر بند کر دیا۔ اور حضور کی خدمت میں لایا کہ میں نے اسے کاٹھ کر دیا یعنی قید کر دیا ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ بس اب یہ بھاگ جائے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ صحن مسجد میں ایک دانہ نہ رہا تمام ٹڈی ہوا ہو گئی۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ مجرم اپنے غریب خانہ میں جو تونسہ شریف سے دو کوس کے فاصلہ پر ہے چلا گیا جب واپس حضور میں آیا تو ارشاد ہوا کہ گل محمد! یہ عجیب بات ہے کہ جب تو ہزار کوس کے فاصلہ پر ہوتا ہے تو روزمرہ تیری خبر سُنی جاتی ہے اور اب کس قدر قریب ہے کہ خبر تک نہیں مگر یہ عجیب بات ہے کہ آج رات کو میں نے تمہیں خواب میں دیکھا تھا اور حالانکہ جب تو بہت دور دراز فاصلہ پر تھا تو کبھی ایسا نہیں ہوا۔ غلام نے عرض کیا کہ خاکسار نے بھی آپ کو خواب میں دیکھا مگر اس کے بعد مجھے معلوم ہوتا تھا کہ میں نے یہ الفاظ "میں نے آپ کو خواب میں دیکھا تھا" کچھ بے ادبی کے معلوم ہوتے ہیں مجھے مناسب تھا کہ کہتا کہ حضور پُرنور کی زیارت عالم رؤیا میں ہوئی تھی ع

دل را بدل رہیست دریں گنبد سپہر

روشن ضمیری ایک دن آپ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت ابراہیم ادہم بلخی علیہ الرحمۃ نے کسی بزرگ کو نماز کی نیت کرتے دیکھا کہ عرصہ دراز تک ہاتھ کانوں پر دھرے ہوئے رہے حضرت ابراہیم حیران ہوئے دریافت کیا کہ اس قدر دیر تک ہاتھ کانوں پر رکھنے کا کیا سبب ہے وہ بزرگ خاموش ہوگئے آپ نے اصرار فرمایا تو بولے کہ جب تک میں مکہ کو نہ دیکھوں اس وقت تک نیت نماز کی نہیں کرتا۔ اس واسطے ہاتھ کانوں پر ہی رہ جاتے ہیں حضرت ابراہیم صاحب بلخی ہنس پڑے اس پر وہ بزرگ متعجب ہوکر پوچھنے لگا کہ اس کا کیا سبب ہے حضرت نے فرمایا کہ میں جب تک مکہ والے کو نہ دیکھ لوں نماز کی نیت نہیں کرتا۔ اس پر فقیر محمد روشن نے جو دروازہ کرم خانہ پر بیٹھا تھا اس نے ذرا سا پھاٹک کھول کر کہا کہ میں بھی جب تک خدا کو نہ دیکھوں نیت نماز کی نہیں کرتا ؎

خاصانِ خدا خدا نہ باشند ؎ لیکن ز خدا جُدا نہ باشند

رحمتِ حق ایک دن آپ نے ارشاد فرمایا کہ الف خاں افغان کی عورت نے مسماۃ گوہر اپنی دختر کی بمقام کھوئی بہارا ل قوم استرانہ میں شادی کردی تھی اور ہمیشہ وہیں رہتی تھی اور حضرت کی بیعت تھی اخیر مرتبہ جب آئی تو حضرت سے چند روز کے بعد رُخصت

طلب کی آپ نے فرمایا کہ اے زن یہاں رہو۔ تمہاری نماز جنازہ گزاروں گا مت جاؤ۔ مسماۃ گوہر نے فرمایا کہ نہیں میرا جنازہ اگر تم نہ پڑھو گے تو میں سکھوں سے پڑھا لوں گی مگر اس وقت مجھے رخصت دے دو۔ آخرالامر حضور پُرنور نے رخصت دی اور حسب معمول دس روپے جوان کو دیا کرتے تھے وہ بھی حوالہ کر دیے سو وہاں جا کر فوت ہو گئی۔

ایک دن حضور پُرنور گھر میں تشریف لائے اور میری دادی سے فرمایا کہ مائی گوہر کو میں نے خواب میں دیکھا ہے اور اس سے احوال پوچھا اس نے کہا کہ خدا نے مجھے بخش دیا ہے مگر نہ تمہاری طفیل۔ بلکہ اس برکت سے کہ ایک رات مجھے حاجت اور ضرورت غسل کی تھی۔ میں نے اپنی کنیز سے کہا کہ پانی گرم کرو۔ چونکہ صبح کا وقت تھا وہ کچھ ایسی غافل ہو رہی تھی کہ اس نے پرواہ نہ کی جب میں اٹھی اور کہا کہ غسل خانہ میں پانی گرم ہے اس نے جواب دیا کہ ابھی آگ سلگا رہی ہوں۔ اس وقت میں نے سوچا کہ اگر اس وقت پانی گرم کرواتی ہوں تو نماز جاتی ہے اور لونڈی پر خفا ہونا بھی درست نہیں ہے۔ پس بولی کہ میری نماز قضا ہو جائے گی اس وقت تم ٹھنڈا پانی ہی غسل خانہ میں رکھ دو چنانچہ میں نے ٹھنڈے پانی سے غسل کیا خداوند کریم نے اس ٹھنڈے پانی کے غسل کرنے اور نماز قضا نہ کرنے سے مجھے بخش دیا۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ۔

ایک دن اولیاء کرام کی وفات کا ذکر ہوا آپ نے فرمایا کہ ہاتھی کا جیتے ہزار اور مرے پیچھے دس ہزار قیمت ہوتی ہے اولیاء کرام کا یہی حال ہے

مَیں جان گیا

ایک دن آپ نے ارشاد فرمایا کہ کسی کو اپنی گذران کی انتظار ہوتی ہے سو میں اس سے بے انتظار ہوں خدا دے رہا ہے کسی کو فقیری کی انتظار ہوتی ہے سو میں جان چکا ہوں کہ فقیری مجھ کو کسی نے دینی نہیں ہے اس سے بھی انتظاری رفع ہوتی ہے البتہ ایک .... کی انتظار ہے وہ یہ باعث ہے کہ ہم بنی آدم جو ٹھیرے ؎

دریں دنیا کسے بے غم نباشد ؂ اگر باشد بنی آدم نہ باشد

اس کے علاوہ ایک دو اور انتظاریں بھی ہیں۔

ایک دن آپ بعد نماز عصر حسب عادت مقررہ خانقاہ مبارک کے رواق میں بیٹھے تھے فرمایا کہ موسیٰ ولد رئیس خان صاحب اسماعیل خان نتکانی کا مصاحب تھا اس کی عادت تھی کہ ایک بڑے مٹی کے برتن میں دودھ جوش کرا کے مصری ڈال کر رکھوا دیتا کہ نوافل کے وقت نوش کروں گا جب اس کے متعلقین سو جاتے تو دودھ والا برتن لے کر مسجد میں آتا اور کٹورہ بھر بھر کے اہل مسجد کو پلاتا سو اگلے وقتوں میں عوام میں ایسے ایسے خواص نکل آتے تھے اب خواص میں ایسے ایسے عیب ہوتے ہیں کہ معاذ اللہ ؏ عار دارد کفر بر اسلام ما۔

عوام میں خاص لوگ

ایک رات گرم خانہ میں حضور نے فرمایا الف ہیچ ندارد ۔ غلام نے عرض کیا کہ جب یہ مجرم اور الف خاں اکٹھے زیارت کو آئے تھے تو اس وقت حضور مبارک نے یہ مصرع یا فقرہ فرمایا تھا کہ الف ہیچ ندارد اس وقت الف خاں روتا تھا اور مجھ سے پوچھتا تھا کہ اس کے کیا معنی ہیں حضور نے فرمایا کہ تم نے پھر اسے معانی سمجھائے تھے کہ نہیں ۔ یہ فقرہ تو اچھا ہے کہ الف کوئی نہیں رکھتا یعنی کوئی شریک نہیں رکھتا ۔

اس کے بعد ذکر فرمایا کہ ایک لڑکا احمد نامی ذات افغان حضرت قبلہ عالم مہاروی کی خدمت اقدسہ میں عرصہ تک حاضر رہا کسی نے اس کی طرف توجہ نہ کی ۔ ایک دن حضور قبلہ عالم خواجہ نور محمد صاحب نے استفسار فرمایا کہ تم کون ہو اور کیوں آئے ہو اس نے کہا کہ میں پٹھان ہوں باپ میرا مر گیا ہے اور ماں میری زندہ ہے ایک بقال کا میرے باپ نے بہت سا قرض دینا تھا اس کے خوف سے نکل آیا ہوں قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس بقال نے تم سے بہت سود کھایا ہوگا اس نے عرض کیا کہ ہاں صاحب کہ بہت کچھ کھایا ہے ۔ سود در سود کرتے کرتے میل کا بیل بنا دیا ہے آپ نے فرمایا کہ جاؤ اس کا قرض ادا ہو جائے گا اسے جا کر کہو کہ آؤ میرے ساتھ حساب کرو اور اپنی بندی (روزنامچہ) لاؤ ۔ چنانچہ وہ نوجوان لڑکا چلا گیا ۔ بقال سخت مقال کو بلایا کہ میرے ساتھ حساب کرے چنانچہ ہندو

گیا اور اپنی حساب کتاب کے رجسٹر لایا۔ دیکھیں تو تحریر ندارد۔ روزنامچہ لایا وہ بھی سفید ہی کھاتہ لایا وہ بھی کورا۔ آخر اس نے کہا کہ میں نے کچھ نہیں لینا۔ اس پر گنڈا پور پٹھانوں نے اس ہندو کو پکڑ لیا کہ تو اس لڑکے سے فریب کرتا تھا۔ اب اس کو لکھ دے کہ حساب بے باق ہے۔

پس ہندو نے لکھ دیا کہ میں نے کچھ نہیں لینا ہے وہ احمد خان ایک عرصہ تک اپنی ماں کی خدمت میں رہا۔ اس کے بعد والدہ سے کہا کہ جس بزرگ کے طفیل ہمارا قرض ادا ہوا ہے اب میں اس کی خدمت میں جاتا ہوں اور علم پڑھتا ہوں۔

رخصت ہو کر حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا آپ نے فرمایا کہ سناؤ کہ قرض سے نجات کی کوئی صورت ہوئی یا نہ۔ اس نے سارا حال کہہ سنایا۔ چند روز وہ وہاں بے کار رہا آخر حضور نے اس کے واسطے سیپارہ منگایا اور تبرکاً خود احمد کو بلایا کہ کہو "الف" وہ حضرت کے چہرہ کو تاکتا رہا پھر آپ نے فرمایا کہ بولو الف۔ اسی طرح بڑی دیر کے بعد اس نے الف کا حرف زبان سے نکالا۔

پھر قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کہہ ب مگر اس نے الف ہی کہا حضرت کے منہ کو تاکتا رہا۔ آپ فرمادیں کہ ب تو وہ کہے کہ الف۔ آخر سیپارہ باہر پھینکا اور الف الف بولتے بولتے لیٹ گیا حضرت نے فرمایا کہ جگاؤ اور کہا کہ سیپارہ لے لو۔ آخر کہتے کہتے الف کہیں نکل گیا

اور پھر مجذوب ہوگیا کبھی حضرت کی خدمت میں آکر بیٹھا کرے۔

ایک دن کتیا کا بچہ اٹھاکر گلیم میں لایا تو جو روٹیاں اسے لوگوں سے ملتی تھیں وہ لاکر اسی پلے کو کھلاتا۔ اور رات دن اٹھائے پھرتا ایک دن حضرت نے حکم دیا کہ جب یہ اس جگہ آکر بیٹھے تو اس کی عادت ہے کہ چادر میں اپنے کتے کو رکھ آتا ہے تم اس کی جگہ بکری کا بچہ رکھ دو جیسا آپ نے ارشاد فرمایا درویشوں نے اسی طرح کیا۔

دیکھو حرام زادہ کو: چنانچہ احمد فقیر پھر بکری کا بچہ اٹھائے پھرتا تھا۔ جب حضرت قبلہ کا انتقال ہوگیا تو بہاولپور میں جارہا وہاں بھی کہیں گداگری بھی کرلیتا تھا۔ ایک دن ایک مولوی صاحب نے کہا کہ الفو! تم گداگری مت کرو۔ ہم سرکار بہاول پور سے تمہارا سیر بھر آٹا مقرر کرادیتے ہیں۔ الفو سنتے ہی سونٹی اٹھاکر مولوی کے پیچھے دوڑا۔ مولوی ایک حجرہ میں گھس گیا اور دروازہ بند کردیا۔ الفو! وہاں سونٹی گھماتا رہا اور بولتا رہا ہررا را را را۔ را۔ دیکھو اس حرام زادہ کو! مجھ کو دنیادار کے در پر لے جاتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے حضرت قبلہ عالمؒ کے مرید ایسے تارک الدنیا ہوا کرتے ہیں اس کے بعد آپ نے ایک صاحب زادہ مہاروی کا نام لیا کہ ایک ان کے پاس الفو فقیر کی لیلی (بکری کا بچہ) کی اولاد موجود ہے۔

بُری صحبت

ایک دن حضرت نے ارشاد فرمایا کہ دنیا کی صحبت بہت بُری ہوتی ہے چنانچہ دو شخص ایک حافظ محمد موسیٰ وحافظ امام بخش کہ بہت بڑے زاہد و پرہیزگار تھے اس دنیا کی صحبت سے خراب ہوئے کہ بعد وصال حضرت خواجہ صا[illegible] موسیٰ کو تو وحشت ہو گئی اکثر میرے پاس آتا اور سمجھاتا کہ یہ اس طور کرنا چاہیئے اور اسے یہ کرنا اچھا ہے پس یہاں سے چلا گیا کچھ مدت کے بعد خبر آئی کہ ایک سڑک پر مرا ہوا پڑا تھا دوسرا حافظ امام بخش اس درجہ زاہد تھا کہ دروازہ حجرہ کا بند کر چھوڑتا تھا اور کسی شخص کو اپنے پاس نہ آنے دیتا تھا صرف اپنا پانی بھرنے کے لیے کنوئیں پر جایا کرتا تھا۔

ایک دن کسی نے پوچھا کہ تونسہ شریف کی عورتیں شلوار پہنتی ہیں یا گرارہ (گھگھرہ) اس نے کہا مجھے خبر نہیں، حالانکہ کوئیں پر عورتوں کا اجتماع ہوتا ہے مگر اسے تو پانی سے غرض ہوتی تھی نہ کسی کا پاجامہ دیکھنے سے [illegible] احمد خان وزیر بہاول خان جب تونسہ شریف میں آتا تھا تو علماء فقراء کے نام بڑی کوشش سے لکھ کر لے جاتا اور ریاست سے ان کا ماہوار مقرر کر دیتا - اور حسب حیثیت ان کے پاس [illegible] رہتا چنانچہ امام بخش کا نام بھی لکھ کر لے لیا گیا چنانچہ ایک روپیہ روز اس کا وظیفہ دربار بہاول پور سے مقرر ہو گیا اور اسے تیس روپے ماہوار ملا کریں لوگ کہتے تھے کہ جو کچھ ملتا ہے اسے خرچ کیے ڈالتا ہے مگر مجھے خوب معلوم تھا

کہ رکھتا جاتا ہے کچھ مدت کے بعد اس کے پاس چار پانچسو روپیہ جمع ہو گیا اور میرے پاس آیا اور کہا کہ اب تو حج مجھ پر فرض ہو گیا ہے میں نے کہا کہ کیوں فرض کیا اگر خرچ کرتا رہتا تو حج فرض نہ ہو سکتا۔

احمد خاں وزیر نے ظاہر میں تو ان کے ساتھ خوبی کی مگر فی الاصل بُرائی تھی مگر اس خوبی کا ثواب تو اسے ضرور ملا ہوگا۔

ان دنوں میں مولوی عبدالحق اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر معہ عیال حج کو تیار ہُوا۔ حافظ سے کہا کہ اگر تم ہمارے ساتھ چلو تو تمہارا خرچہ کرایہ خرچ نان نفقہ سب ہمارے ذمہ رہا لہذا حافظ مذکور ان کے ساتھ چلا گیا۔ مولوی عبدالحق تو ملک عرب میں فوت ہوا مگر حافظ واپس آیا۔ جب ملتان میں آیا تو کچھ بیمار تھا خان صاحب غلام مصطفےٰ خان کے مکان پر پہنچا اور جا کر بولا کہ میں فقیر حضرت کا ہوں اب بیمار ہوں رہنے کے لیے جگہ دو۔ چنانچہ انہوں نے اس کی درخواست منظور کر کے اس کا روزینہ مقرر کر دیا اور ایک کوٹھری بھی حوالہ حوالہ کی۔ اس اثنا میں عثمان موچی جو ہمارا کارندہ تھا ملتان جا نکلا اور حافظ سے کہا کہ ایسا نہ ہو تُو اس جگہ بیمار ہو کر مر جائے۔ بہتر ہے کہ شتر کرایہ کر کے تونسہ شریف چلو اس نے کہا کہ مجھے تمام شتر کے کرایہ دینے کی استطاعت نہیں ہے۔ اس پر عثمان نے کہا کہ اچھا نصف کرایہ ہم دیں گے نصف تم دینا مگر اس نے منظور نہ کیا آخر وہاں ہی مر گیا جب خان صاحب کو رپورٹ ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ اسے دفن کر دو

تلاشی لینے سے صہ نقد کمر میں سے نکلا۔ باوجود اس قدر رقم موجود ہونے کے ایک روپیہ کرایہ کا نہ دینا چاہا اور ...... کے دروازہ پر مرگیا مولوی عبدالحق کا نصیب اچھا تھا یار کے کوچہ میں فوت ہوا اور ایمان سلامت لے گیا۔

ہمارا آشنا

آپ نے ایک دن ارشاد فرمایا کہ حضرت فخر عالم فخر جہاں کی خدمت میں کسی نے عرض کیا کہ رسول شاہی ایک فرقہ لکھنؤ میں ہے ان میں ایک شخص ہے ہزار روپیہ لیتا ہے اور زیارت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کرا دیتا ہے۔

آپ نے تبسم فرمایا کہ ہمارا ایک آشنا نور محمد نامی پنجاب میں ہے وہ لیتا دیتا کچھ نہیں اور خدا دکھا دیتا ہے دکھا نہیں بلکہ ملا دیتا ہے

پیر مغاں کی بات:

ایک دن حضرت غریب نواز دولت خانہ سے بعد تناول طعام تشریف لا رہے تھے غلام راستہ پر زیارت کا منتظر تھا پا بوسی کی سعادت حاصل کی حضرت محل معلیٰ کو روانہ ہوئے اور داخل ہو کر بحالت تنہائی ٹہلنے لگے غلام بھی سنت کا طریقہ ادا کرتا رہا۔ ادھر اُدھر کے ذکر کے بعد غلام (گل محمد خاں انسپکٹر پولیس بلوچستان) نے عرض کیا کہ گامن نامی ایک شخص نے ذکر کیا ہے کہ میاں قادر بخش قریشی سکنہ جھنگ کو ملکیت آنروے آنزدے آپ کا مقدمہ پیش آیا۔ مقدمہ میں میری گواہی لکھائی چونکہ

قادر بخش میرا پیرزادہ ہے اور مجھے اس کا ادب اور اس کے حکم کی تعمیل ضروری ہے اور بالخصوص رُوبروئے خان صاحب نور محمد خاں تنگوانی نہایت منت و سماجت سے آکر کہنے لگا کہ گامن! حلف اٹھا کر کہہ دینا کہ فلاں جگہ تک اراضی میاں قادر بخش کی ملکیت ہے اور نیز اس کا قبضہ ہے حالانکہ یہ جھوٹ تھا۔ گامن کہتا تھا کہ میں نور محمد خاں کی طرف دیکھتا تھا اور وہ کہنے لگے کہ مُرشد جو ہوا مان لو۔

اس پر حضرت غریب نواز نے فرمایا کہ نور محمد خاں نے یہ سُنا ہوگا

بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید ؛ کہ سالک بے خبر نبود زراہ و رسم منزلہا

پھر ایک حکایت فرمائی کہ ایک درویش حضرت فخر جہاں حضرت خواجہ فخر الدین صاحب دہلوی قدس سرہٗ کی خدمت میں رہتا تھا اور اس شعر کے واسطے استفسار کیا کہ یا حضرت! اس شعر کا کیا مطلب ہے حضرت ممدوح نے فرمایا کہ درست ہے سالک اگر کہہ دیوے تو سجادہ کو رنگین شراب سے کرنا چاہیئے کیونکہ سالک سلوک سے باخبر ہوتا ہے اس درویش نے عرض کیا کہ غریب نواز! مصلّی پاک چیز ہے ناپاک شراب اس پر کیوں کر ڈالی جائے یہ میری سمجھ میں نہیں آتا۔

خواجہ فخرِ جہاں رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تمہاری سمجھ میں آجائے گا خدا کی قدرت کہ اس واقعہ کو سال دو سال گذر گئے اور وہ درویش بدقسمتی سے ایک طوائف پر مفتون ہو گیا۔ رفتہ رفتہ یہ خبر حضرت فخر جہاںؒ

تک پہنچ گئی۔ آپ نے اس درویش صفا کیش کو خلوت میں یاد کیا اور کیفیت دریافت فرمائی درویش نے تمام حال عرض کر دیا آپ نے فرمایا کہ عشق بڑی چیز ہے اگر تم اس عورت کے ہاں رہنا چاہو تو بیس پچیس روپیہ جو خرچ ہوں وہ ہم گنڈ سے دے دیں گے۔

اس درویش نے اس بات کو استعجاب سے سُنا اور نہایت شرمندہ ہو کر کہا کہ حضور! زنا کس طرح کروں۔ آپ نے فرمایا ہم تم کو زنا کا نہیں کہتے۔ اگر خرچ کی ضرورت ہو تو ملاقات کے واسطے ہم روپیہ دے دینگے اس نے کہا کہ نہ غریب نواز! ؎

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

فقیر اٹھ کر چلا گیا ہفتہ عشرہ کے بعد حضور میں اطلاع ہوئی کہ فقیر سخت بیقرار ہے آپ نے یاد فرمایا تو اس نے گریہ شروع کیا اور اس امر کی اپیل کی کہ میری شادی اس عورت سے ہو جائے آپ نے متانت سے فرمایا کہ بابا اگر خرچ کی ضرورت ہو تو لے جاؤ۔ شادی میرے اختیار میں نہیں ہے درویش اس مرتبہ بھی چلا گیا تیسری مرتبہ پھر آیا اور روپیہ لے کر چلا گیا جب سب لوگ سو گئے تو درویش اپنی محبوبہ کے ہاں پہنچا ایک دوسرے کے وطن کا حال پوچھا وہ عورت بلخ کے رہنے والی تھی اور یہ نوجوان بھی بلخی تھا۔ رہائش محلہ وغیرہ معلوم کرنے سے معلوم ہوا کہ وہ عورت تو اس فقیر کی منکوحہ ہے۔ سبب مفارقت کا یہ تھا کہ مرہٹوں کی لڑائی

میں وہ عورت گرفتار ہوئی تھی اور یہاں طوائفوں نے خرید لیا تھا دونوں مُنہ پھاڑ پھاڑ کر روئے۔ صبح کو نقیر حضور میں آیا اور جب خلوت میں اس سے کیفیت ملاقات دریافت کی گئی تو اسنے عرض کیا کہ غریب نواز! وہ تو میری منکوحہ نکلی حضرت نے فرمایا کہ اب تم کو حافظ کے اس شعر کا عقدہ کھلا ہے

کہ مے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید

تم کو زنا نظر آتا تھا مگر نعوذ باللہ میں تم کو زنا کی اجازت کب دیتا مجھے معلوم تھا کہ یہ تمہاری زوجہ ہے۔ تمت حکایتہ

اس کے بعد حضرت غریب نواز نے فرمایا کہ مُرشد بھی ایسا مرشد ہو میاں قادر بخش جیسا نہ ہو

ایامِ جہالت: جہالت کے ایام میں ایک دفعہ مجرم (گل محمد خاں انسپکٹر پولیس) عرس شریف پر حاضر نہ ہوا اور اپنے آشیانہ ویرانہ بوم صفت میں بیٹھا رہا۔ ختم کے دن خیال آیا کہ آج تو جاؤں اور نماز ظہر میں داخل ہو جاؤں اور بشمول صفوف جماعت مسلمانان جو سلطانِ وقت کو مسجد میں تشریف لاتے وقت دودستی سلامی دیتی ہے وہاں پر میں بھی اوروں کی طرح سلام کر لوں۔ اجلاس میں جا کر پابوس نہ ہووں کیونکہ حضور یہ خیال کریں گے کہ یہ شخص آج ہی آیا ہے اور اب تک اپنے گھر بیٹھا رہا ہے۔

الغرض! مجرم ایک صف میں موجود تھا کہ حضور لامع النور نے

نے دکن کے کونہ سے سہیل ستارہ کی طرح جلوہ دکھایا ایک نور خدا نظر آیا۔ ہم سب نے شکرانہ کے طور پر دودستی سلام کیا۔ مجرم کا چھپ چھپاؤ بھی اس میں آگیا نماز ظہر کے بعد مخلوق کا اجتماع منتشر ہوا۔ اور علاقہ کے لوگ اپنے اپنے گاؤں کو چلے گئے۔ مجرم بھی اپنے بُوم خانہ میں پہنچا۔ صبح کو کسی مطلب کے لئے مجرم حضور والا میں بموقعہ مراقبہ حاضر ہوا۔ پابوسی کی سعادت سے مشرف ہُوا۔ حضرت سائیں نے التفات فرمائی اور پوچھا کہ گل محمد! ہماری جماعتیں دیکھی تھیں۔ مجرم خاموش ہوگیا مکرر فرمایا کہ نماز کی جماعتیں کہتا ہوں اوّل تو تھوڑی تھیں پھر بڑھ گئی تھیں مجرم سمجھ گیا کہ یہ اشارہ کس طرف ہے دست بستہ معافی مانگی اور رخصت ہُوا۔

دیدارِ خواجہ

ایک دن قیلولہ کے وقت مجرم حضور والا کے پَیر مبارک (پاؤں مبارک) دبا رہا تھا آپ نے فرمایا کہ گل محمد! تمہارا باپ کیوں حضور خواجہ غریب نواز سے بیعت نہ ہُوا۔ مجرم نے عرض کیا کہ حضور والا کی بیعت جو ہوا پھر کیا حاجت رہی فرمایا کہ میں تو ایسا ہوں کہ پانی نہ ہو اور تیمم کیا جائے اس پر غلام نے عرض کیا کہ اس کا کیا سبب ہے کہ میرا دل حضور والا کے سوائے اوروں کو نہیں چاہتا فرمایا کہ تم نے خواجہ علیہ الرحمۃ کا دیدار جو نہیں کیا۔ میں نے بڑے بڑے اولیاء کرام کے سوانح ایام کا مطالعہ کیا ہے ان سب کے حالات یکجا کر کے جب خواجہ صاحب کے سے مقابلہ کرتا ہوں تو مساوی نہیں ہوتے

مبادا تم خیال کرو کہ میں پیری مُریدی یا حُسنِ اعتقاد کی وجہ سے کہتا ہوں نہیں بلکہ انصاف کی نظر سے کہتا ہوں ع

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضورِ والا نے واقعی سچ فرمایا حضرت خواجہ محمد سُلیمان رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً کے کمالات کو کون پہنچ سکتا ہے انہی کو معلوم ہے جنہوں نے انہیں دیکھا ہے

گر کچھ یقین میرا نہ ہو آ کر یہ تونسے دیکھ لو ؛ پھر آپ اندازہ کرو یہ ہے راست یا جھوٹا سخن

جلالِ سُلیمانی : ایک دن جناب نے دوپہر کے وقت قیلولہ کے واسطے قد دراز کیا اور سلسلہ گفتگو میں ارشاد کیا کہ مولوی مرید غوث صاحب داجلی کے پاس آٹھ سو روپیہ چاولوں کی خرید کے واسطے بھیجا گیا تھا کہ لنگر شریف کے لیئے درکار تھے چاول آ گئے مگر ٹوٹے ہوئے اور ناقص۔ میں نے مولوی صاحب کو لکھا کہ یہ کیسے چاول بھجوائے انہوں نے یہ چاول پیر بخش تھانیدار منزوقلات کی معرفت خرید کئے تھے جو میاں غلام نبی تنا کا ہمشیرہ زادہ ہے۔

مولوی صاحب نے وہ کاغذ بجنسہٖ میاں غلام نبی تنا کو دکھلایا اس نے کچھ بکواس کی۔ چونکہ حضرت صاحب (حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کی طرف اشارہ ہے) کی عادت ہے کہ اپنے آشنایان کو جلد سزا دیتا ہے اس لیے میاں پیر بخش انہی دنوں میں تھانیداری منزوقلات سے ڈسمس ہوا اور ایک

گھوڑی ۲۰۰ روپے کی مرگئی۔ (یہ جرمانہ بھی پڑا) میرے آگے روتا ہوا آ کھڑا ہوا۔ مگر وہ تُنا آج تک نہیں آیا۔ اس کی انتظار میں رہتا ہوں انتھیٰ

ے چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد ٭ میلش اندر طعنۂ پاکاں زند

جُوتیوں کی تراڑ

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت غریب نواز ملتان میں رونق افروز تھے نماز ظہر کے بعد بگھی پر سواری فرمائی اور سیر کو تشریف لے گئے حضرت صاحب زادہ خواجہ محمد محمود صاحب بھی ساتھ تھے۔ مجرم کو بھی بگھی پر جگہ ملی۔ ایک قبرستان سے گذر ہوا جہاں نواب حاجی غلام مصطفےٰ صاحب خاکوانی علیہ الرحمۃ کی تربت ہے اور وہاں شہر خموشاں میں آرام کر رہے ہیں۔ آپ نے شاہزادہ محمود صاحب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ محمودا۔ پارسال بھی ہم نے تیرے نانے کی مدد نہ کی تھی۔ آؤ تو اب ان کی مدد کرتے جاؤ۔ آپ بگھی سے اُترے اور حاجی صاحب کی قبر پر فاتحہ پڑھا، لوٹتے وقت ایک کچی قبر پر جو ذرا دُور تھی حضرت کی نگاہ پڑ گئی۔ اس پر کاشی کی اینٹ لگی ہوئی تھی آپ نے ایک سے فرمایا کہ ذرا پڑھو۔ یہ کس کی قبر ہے اس نے آکر کہا کہ غریب نواز لکھا ہوا۔ فلانی   کا .... حضرت غریب نواز نے میری طرف دیکھ کر تبسم فرمایا اور ارشاد کیا کہ گل محمد وہاں جو جاتے ہیں تو مسل منگانی پڑتی ہے سو اس کے لیے مسل منگانے کی ضرورت نہیں ہے اسی نوشت کو دیکھتے ہی جوتیوں کی تراڑ پراڑ شروع ہو جائے گی۔

ایک دن حضور والا نے ارشاد فرمایا کہ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ ایک دن میرے شانے پر سہارہ کئے ہوئے تشریف لا رہے تھے کہ سامنے شادو لنگاہ مل گیا اور کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ اسی طرح ان کو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کچہری میں لے جاؤ۔ حضرت خواجہ نے مجھ سے ہاتھ اٹھا لیا اور فرمایا کہ مجھے تو طاقت نہیں ہے تم لے جاؤ۔ میں دل میں کہنے لگا کہ حضور کو نور باطن سے معلوم ہے کہ میں نے شادو سے کسی قسم کی سفارش کا نہیں کہا۔ اس نے از خود یہ معاملہ کہا ہے پس آپ ایک لحظہ تک ہاتھ اٹھائے رہے پھر میرے کاندھے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ چلو شادو کا بولنا اور رخمہ کا گوز برابر ہے۔

ہم کو کیا گر بہار آتی ہے

جب خاکسار سیوی بلوچستان میں انسپکٹر پولیس تھا تو رخصت لے کر دربار میں حاضر ہوا۔ ایک شخص میاں غلام محمد نام جو ملازمت پولیس سے مستعفی ہو چکا تھا میرے ساتھ تھا۔ اس نے مجھے راستہ میں کہا تھا کہ اپنے حضرت سے مجھے کچھ فقیری لے دو۔ میں نے عرض کیا کہ یہ ناممکن ہے اُس نے جواب دیا کہ ناممکن تو ایک چیز ہے اور بس اکہ بعد وفات پیغمبر علیہ السلام کسی اور آدمی کو پیغمبری نہیں مل سکتی۔ رات کے وقت اعلیٰ حضرت نے استفسار فرمایا کہ گل محمد! یہ دوسرا ہمراہی تیرا کون ہے۔ میں نے نام و تعریف عرض کی۔ آپ نے نام لے کر بلایا کہ غلام محمد! میرے پاس آؤ جب وہ حاضر

ہوا تو آپ نے باجرے کے دانے جو خود بدولت نوش جان فرماتے تھے اُسے عطا کیے۔ یہ تبرک خاکسار کو بھی ملا تھا۔ اس پر میں نے موقع دیکھ کر عرض کیا کہ یہ شخص مجھے راستہ میں کہتا تھا کہ مجھے اپنے حضرت صاحب سے کچھ فقیری لے دو۔ میں نے اسے کہا کہ یہ غیر ممکن ہے بولا کہ پیغمبری کسی کو نہیں مل سکتی باقی ہر ایک چیز مل سکتی ہے۔

آپ نے پوچھا کہ پیغمبری کیوں نہیں مل سکتی میں نے عرض کیا کہ اس کے متعلق تو وعدہ ہو چکا یعنی نص قرآنی نے فیصلہ کر دیا اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔ آپ نے فرمایا کہ فقیری کے واسطے ایسا ہی سمجھ لو۔ اس کے بعد سلطان روم اور سلاطین یورپ کا ذکر ہونے لگا آپ نے فرمایا کہ سلطان روم بھی (رام بھاویں) اتنا فرمایا اور خاموش ہو گئے اور یہ شعر تھوڑی دیر کے بعد زبان مبارک پر فرمایا ؎

ہم کو کیا گر بہار آئی ہے ✽ دل وہ غنچہ نہیں کہ وا ہووے

ایک دن صبح کی نماز کے وقت خاکسار کو وسواس ہوا کہ آج سورج طلوع ہو چکا ہو گا حضور بعد فراغت نماز روضہ مبارک میں تشریف لے گئے اور اس کے بعد عبادت خانہ میں تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا کہ گل محمد رام رام۔ اور اس کے بعد حافظ محمود کو بھیجا کہ چھت پر چڑھ کر دیکھو کہ سورج نکل آیا ہے۔ حافظ محمود نے کہا کہ حضور ابھی طلوع نہیں ہوا میں دل میں سخت شرمندہ ہوا۔ مگر قلب کا اطمینان ہو گیا۔ (یہ حکایت

خاتمِ سلیمانی میں مفصل درج ہے)

ایک دن خاکسار نے حضور عالی جاہ سے اجازت طلب کی کہ سوکرٹے میں میرا جانا ضروری ہے تاکہ میں اپنی خوشدامن صاحبہ کی تعزیت کر آؤں۔ (حاضرین کو معلوم ہووے کہ خان صاحب گل محمد خاں کی اہل خانہ کا بلوچستان میں انتقال ہو گیا تھا) آپ نے فرمایا کہ ہاں ساس کی اچھی طرح دلداری کرنی اور وہ تمہیں ملامت کریں گے مگر یہ تمام ملامت تو میرے ذمہ ڈال دینا۔ میں نے عرض کیا کہ حضور ملامت آپ کے ذمہ کیسی آپ نے تو اور ذمہ لیا ہے آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت صاحب نے ہی اسے اپوزی میں بھجوایا اور وہ وہاں مرگئی میں خاموش ہو گیا۔ ایک دو راتیں سوکرٹے میں رہا اور اس کے بعد جو اس کے زیور وغیرہ تھے سب لاکر حضور کی خدمت میں دے دیئے کیونکہ متوفیہ کی وصیت یہی تھی۔

حضور نے فرمایا کہ ہمیں حاجت نہیں ہے ہم تو نوکری تم سے اس واسطے کراتے ہیں کہ تمہارا نفس قبضہ میں رہے۔ ورنہ اس مغضوب سے ہمیں کیا واسطہ۔

انہی دنوں میں خاکسار نے ارادہ کیا کہ خفیہ طور پر روزہ رکھوں۔ چنانچہ چند روز اسی طرح گذرے جس مکان میں میری رہائش تھی وہ مکان لنگر خانہ کا تھا اور وہاں ایک درخت بیری کا تھا۔ ایک دن میں نے دیکھا کہ ایک بڑا شہد کا چھتہ ہے خیال آیا اور نفس نے آمادہ کیا

کہ مکھن اور شہد ملا کر کھاؤں۔ چنانچہ حافظ محمدو سے جو مہتمم اس مکان کا تھا شہد اتارنے کی اجازت لے لی اور مکھن موضع سوکڑ سے منگوایا پس شہد اور مکھن لے کر حضور میں پہنچا۔ بعد نماز مغرب حضور گرم خانہ میں رونق افروز تھے۔ یہ امر ظاہر کرنا ضروری ہے کہ میرے دل میں تمنا یہی تھی کہ حضور ذرا سا تناول فرمائیں گے اور پھر تبرک مجھے عطا کریں گے اور خوب کھاؤں گا۔ جب آپ کی خدمت میں وہ اشیاء لے گیا تو آپنے تجاہل عارفانہ سے پوچھا کہ کیا ہے؟ حاضرین میں سے ایک نے عرض کیا کہ غریب پرور مکھن اور شہد ہے گل محمد خان حضور کے واسطے لایا ہے آپ نے فرمایا کہ لے جاؤ میں کیا کروں ڈیوڑی پر دیدو کہ گل محمد خاں کے واسطے صبح کے کھانے میں بھیجیں۔ ملازم دربار نے حکم کی تعمیل کی۔ اس کے بعد حضور دولت سرائے میں عشاء کا کھانا تناول فرمانے کے واسطے تشریف لے گئے اور جب وقت مقررہ پر تشریف لائے تو آپنے فرمایا کہ یہ شہد کہاں سے آئی تھی میں نے عرض کیا کہ فلاں بیری جو لنگر شریف کی ہے اس پر آپنے حضرت حافظ محمد موسےٰ صاحب کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ دیکھ لیا صاحب! یہ فقرہ آپنے کچھ اس لہجہ سے کہا کہ میرا دل کانپ اُٹھا میں اپنے فعل پر سخت منفعل ہوا۔

بعد نماز عشاء آپنے حضور صاحبزادہ میاں غلام صدیق صاحب سے کہ وہ کسی مرید پر ناراض ہو گئے تھے اور جلال آگیا تھا اس کو بددعا کرنے

یہاں تک کہ اسے تلف کر دیا۔ نماز عشاء کے بعد گرم خانہ میں تشریف لائے اور خاکسار بدستور اپنے کیے پر پشیمان تھا میرے حضور چارپائی پر بیٹھے تھے خود بخود ذکر کیا کہ ایک عورت تھی جو حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ سے بیعت ہوئی تھی۔ اس سے کوئی قصور ہوا اور آپ ناراض ہو گئے عفو کی ملتجی ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ گیارہ لاکھ تسبیح استغفار پڑھو۔ جب اس نے یہ ورد تمام کیا تو حضور خواجہ صاحب نے فرمایا کہ فلانی اب تیرا ایمان کامل ہوا۔ خاکسار نے اس حکایت سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ یہ وظیفہ مجھے بتایا گیا ہے چنانچہ جتنا ہو سکتا ہے میں پڑھتا ہوں۔

دوسرے دن صبح کا کھانا آیا تو مکھن اور شہد موجود پایا میں نے ندامت کی وجہ سے نہ کھائی۔ بلکہ ایک اور شخص کو دیدی۔ رات کو پھر آپ نے استفسار فرمایا کہ کل محمد عسل کھائی تھی میں نے عرض کیا کہ نہیں! آپ نے پوچھا بھلا کیوں نہ کھائی۔ اسے تو میں نے اپنے ہاتھ سے ملایا تھا۔ مجھے بخوبی یاد ہے کہ یہ سن کر میں نے سکوت اختیار کیا اور دل میں یہ عہد کر لیا کہ باقی عمر شہد نہ کھاؤں گا۔ مگر یہ بات حضور کو منظور نہ تھی۔ اور اگرچہ میری زبان سے کوئی کلمہ اس بارہ میں نہ نکلا لیکن پھر میرے واسطے مکھن و شہد بھجوائی گئی پس مجھے لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ والا واقعہ یاد آگیا اور بسنگر تشریف کی عسل کھائی۔ کیونکہ مجھے بخوبی معلوم ہو گیا کہ شہد کھانے میں میری بہتری اور نہ کھانے میں ایمان کا ضرر ہے۔

مثنوی شریف

ایک دن آپ مثنوی شریف حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کا مطالعہ فرماتے تھے یکایک کتاب میرے ہاتھ میں دی اور فرمایا کہ دیکھو گل محمد! یہ کتاب میں نے بڑے شوق سے لکھوائی تھی اور مطلا کرایا تھا مگر فرصت نہیں ہے کہ اس کا مطالعہ کروں۔ اس پر میں نے عرض کیا کہ غریب نواز بھلا مصنف علیہ الرحمۃ کو اس قدر فرصت کہاں سے مل گئی کہ اتنی بڑی کتاب کو تصنیف کیا۔ آپ ایک لحظہ خاموش رہے پھر فرمایا کہ سارا جہان تو ایسا نہیں۔ یہ تو ہم بیکار ہیں ہزاروں شغل ہیں۔ مُریدوں کی خبر۔ زمانہ سے تعلق وہ لوگ باکمال تھے۔ سُبحَانَ اللہ دخان صاحب گل محمد خاں لکھتے ہیں کہ میری دانست میں تو حضرت خواجہ صاحب ذکر الٰہی میں اس قدر مصروف ہیں کہ اُنہیں کتاب اللہ کے سوا اور کتاب پڑھنے کی فرصت نہیں۔

بے نمازی سے نفرت

ایک شخص تھا سفید ریش جو ایک دن نماز عصر کے بعد حضور کے دربار دُربار میں بیٹھا تھا۔ آپ نے اسے فرمایا کہ تو نے نماز عصر نہیں پڑھی اس جگہ مت بیٹھو اور چلے جاؤ۔ اس نے عرض کیا کہ قبلہ میرے کپڑے ناپاک تھے اس واسطے نماز نہیں پڑھی حضرت نے فرمایا کہ میاں یہاں رات کو نمازی آئیں گے اور تجھے آرام نہ کرنے دیں گے چلے جاؤ۔ اس نے عرض کیا کہ حضور اس قدر ناراض اور سخت نہ ہوں میں تو آپ کا مُرید ہوں۔ آپ نے فرمایا نہیں نہیں چلے

چاؤ۔ پس وہ بے چارا چلا گیا۔ حضور کو بے نماز سے سخت نفرت تھی اس واسطے اسے رُخصت کر دیا۔

چنانچہ ایک دفعہ مولوی خدا بخش صاحب سے فرمایا کہ ہم کو وہ حدیث شریف بہت پسند ہے جانور پلید کہتا ہے کہ باری تعالیٰ ہزار بار تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے بد جانور بنایا لیکن بے نماز نہیں کیا۔ گویا بے نماز خنزیر سے بھی بدتر ہے

؎ روز محشر کہ جاں گداز بود ☆ اوّلیں پُرسش نماز بود

بے کشکول پیر: حج شریف کے ایام میں آپ کراچی میں مقیم تھے کہ حضرت بہلول دانا کا ذکر ہوا۔ میں نے عرض کیا کہ بہلول کسی بزرگ سے پوچھتا تھا کہ تمہارے پاس کیا کیا چیزیں ہیں اس نے جواب دیا کہ فلاں فلاں (یعنی ہر ایک کا نام لینا شروع کیا) پھر اس بزرگ نے بہلول سے یہی سوال کیا۔ بہلول نے جواب دیا کہ یک بہلول دیک کچکول۔ حضرت غریب نواز نے فرمایا کہ بہلول کا تو کچکول تو تھا مگر میرے پیر کا (حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمانؒ) کچکول بھی نہ تھا۔ اس پر شہزادہ محمود صاحبؒ نے عرض کیا کہ قبلہ! بعض اولیاء کرام اس قدر تارک الدنیا ہوئے ہیں کہ چالیس سال تک برابر انہوں نے پاؤں میں کفش تک نہیں لی۔ آپ نے فرمایا بے شک۔ مگر وہ لوگ دنیا کو چھوڑ کر صحرا میں چلے جاتے تھے۔

لطف یہ ہے کہ دنیا میں رہیں۔ تعلقات دنیاوی قائم رکھیں۔ عرش سے تحت الثریٰ تک حکومت کریں۔ پھر دیکھیں کہ وہ کس درجہ تک باخدا ہیں

واز خلق بیزار سمجھے جاتے ہیں اور انہی دنوں مجھ مسکین کو حکم ملا تھا کہ اسٹیشن رُک تک حاضر ہو کر لنگر کی گھوڑوں کے پہنچانے کا انتظام کروں چنانچہ حاضر ہوا۔

تم آگ لینے آئے تھے

عرصہ سے شوق زیارت دل میں تھا اور موقع رخصت کا نہ ملتا تھا۔ اسی حالت میں سال گذر گیا۔ دس یوم رخصت ملی۔ آستانہ متبرکہ پر حاضر ہوا۔ غالباً تین یوم حضور کی خدمت میں حاضر رہا۔ آپ نے استفسار فرمایا کہ کتنے دن یہاں رہے۔ عرض کیا کہ تین یوم آپ نے فرمایا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

ع تم آگ لینے آئے تھے کیا آئے کیا چلے

اس کے بعد مولوی عزیزالدین صاحب بہاولپوری (مرحوم) کی طرف جو اس وقت موجود تھے توجہ فرما کر بولے کہ گل محمد بہت بارد یعنی سرد ہے تھوڑی سی آگ لے کر چلا جاتا ہے مگر نہ اتنی کہ گھر بھی جل جائے۔

لوگوں نے بنا رکھا ہے

ایک دن فرمایا کہ گل محمد! اس بیلوں کے جوڑے کو دیکھا جو آپ کی ملکیت تھا! پھر فرمایا کہ گل محمد! اس شخص کو پہچانتا ہے۔ یہ صاحب میاں غیاث الدین ہندوستانی تھے جو ریاست بہاولپور میں ملازم تھے اور ہمیشہ حضور میں آیا کرتے تھے پھر فرمایا کہ وہ شخص بھی پہچانتے ہو؟ حافظ محمد لقا۔ وطن اس کا پہاڑ میں تھا۔ اور بزدار قوم میں سے ایک مشہور عالم کی اولاد میں سے

تھا۔ میں نے عرض کیا کہ نہ قبلہ! آپ نے فرمایا کہ یہ بھی عجیب شخص ہے سبق پڑھتا تھا اب اس کا والد آ کر اسے پہاڑ میں لے جاتا ہے مگر یہ دس پندرہ یوم کے بعد پھر یہاں آجاتا ہے پھر اسے والد آکر لے جاتا ہے مگر اسے قرار نہیں آتا۔

پھر فرمایا کہ نام کی برکت ہے۔ ایک محمد لقا نام ڈیرہ غازیخاں میں تھا بہت مجذوب۔ دوسرا محمد لقا نام اس کا ہے نیک طالب علم تھا بس خیال میں پڑ گیا ہے اب خوار پھر رہا ہے۔ میں نے ایک مصرع پڑھا ؂

نخواہد ایں چمن از لالہ خالی

آپ نے فرمایا کہ میں تو کوئی چیز نہیں ہوں لوگوں نے بنا رکھا ہے اور مجھ سے تو کچھ بھی نہ ہوا ؂

نہ یار ملا نہ وصال صنم :: نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

دس یوم کی رخصت جلد گذر گئی اور بندہ نوکری پر واپس آیا۔ اس عرصہ میں میری تبدیلی علاقہ ژوب میں ہو گئی۔ میری اہلیہ اثنائے وضع حمل میں بمقام ابوزی فوت ہو گئی۔ اس نے وصیت کی کہ جو میرا گہنا کپڑا ہے اسے حضور میں میری طرف سے پیش کرو۔ الغرض! ابھی چھ یوم ہی متوفیہ کو اس دنیا سے گذرے تھے کہ میں تین ماہ کی رخصت لے کر تونسہ شریف میں روانہ ہوا بارہ دن کے سفر کے بعد میں پہنچا۔ حضور پر نور بڑے محل پر قیلولہ فرماتے تھے میں نے قدم بوسی کا شرف حاصل کیا۔ آپ اٹھے معانقہ فرمایا اور بیٹھ گئے

ذکر واذکار شروع ہوا۔ اور تعزیت و دلداری کے طور پر ہمدردی و محبت کے الفاظ فرمائے اور ارشاد کیا کہ وہ تو شہید ہے۔ اور عقبیٰ کا حال کسی کو معلوم نہیں ہے کوئی دیکھ کر واپس نہیں آیا۔

ہر چیز کہ در کان نمک رفت نمک شد:

عرس شریف کا موقع تھا دور دور کے لوگ نظر آتے تھے میں انہیں دیکھ دیکھ کر حیران تھا کہ اس قدر مخلوق کہاں سے آگئی۔ کئی نواب اور کئی امیر اور کئی راجے مہاراجے دکھائی دیتے تھے دل میں حیرت تھی کہ اس قدر نیک لوگ کہاں سے آگئے ہیں تو ڈیرہ اسمٰعیل خاں کے نواب آیا کرتے تھے وہ جب علاقہ ژوب کی مہم پر فوج انگریزی کے ہمراہ چلے گئے تھے۔ اور تمن داران ڈیرہ غازی خاں اگرچہ عرس شریف کے موقع پر آیا کرتے مگر اس دفعہ سب کے سب سنروقلات تھے اور وہاں کار سرکار میں مصروف تھے۔

اگرچہ بعض اصحاب نے رخصت لی مگر سوائے خان محمد حسین خان بزدار کے کوئی بھی نہ آیا خان صاحب احمد خاں تمندار لنڈ اور سردار فضل علی خاں تمندار قیصرانی نے باوجودیکہ رخصت لی تھی مگر عرس شریف پر اس دفعہ شامل نہ ہوسکے بعد نماز ظہر حضور نے بگی تیار کرنے کا حکم دیا فوراً تیار ہوئی حضور سوار ہوئے سیاہ غلام بھی نظر بد کے واسطے ہمرکاب ہوا باعقیدہ راہگزر جو ہجوم عرس شریف کی وجہ سے زیارت سے محروم تھے

غدیو وقت کو دیکھ کر خدا کا شکریہ بجالائے۔ آپ نے فرمایا کہ ہر چیز که در کان نمک رفت نمک شد۔ سُنا ہے کہ یہ مقولہ بالکل درست ہے اور کھیوڑہ کی جو کان ہے اس میں اگر آدمی گر پڑے تو کچھ عرصہ کے بعد وہ آدمی بھی نمک ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی گدھا بھی گر پڑے تو وہ نمک ہو جاتا ہے۔ اس پر میں نے سمجھ لیا کہ میں حقیقت میں ..... تھا مگر صحبت حضور عالی سے اس قدر مرتبہ بلند ہوا کہ سلطان وقت کی بگھی پر سوار ہوں۔

بسلامت روی و باز آئی

آپ نے ایک دفعہ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ فرمایا کہ شاعر بھی تھے باکمال بھی تھے اور جب زیارت روضہ منورہ کے واسطے جایا کرتے تھے تو یہ بیت فرماتے تھے ؎

سیدا سرورا تو مولائی ؛ بسفرے روم چہ فرمائی

کہتے ہیں جواب آتا تھا ؎

بسفر رفتنت مبارکباد ؛ بسلامت روی و باز آئی

مصرع اول سے مقصود کونین حاصل ہو جاتے تھے اور مصرع ثانی سے اس امر کی بشارت ہوتی تھی کہ پھر ہمارے پاس تم نے آنا ہے (معلوم نہیں کہ یہ واقعہ عالم رؤیا کا ہے یا ظاہر کا۔ کیونکہ حیات النبی مشہور مقولہ ہے) جب آخری بار تشریف لائے تو کہتے ہیں کہ بسلامت روی و باز آئی کا

جواب نہ ملا۔ سمجھ گئے کہ یہ آخری دفعہ ہے کہ میں مدینہ منورہ آیا ہوں

ایک سب انسپکٹر پولیس تھے تونسہ مقدسہ کے پولیس اسٹیشن پر تعینات ہوئے مگر حضور کے خدام کو تنگ کرتے تھے میں ان کا نام نہیں لکھنا چاہتا۔ چند روز کے بعد سنجر سیدان میں بلوہ عظیم ہوا۔ تھانہ دار سورک لنڈان و تھانہ دار تونسہ مقدسہ ہر دو تفتیش کو گئے ابھی بلوہ کی تحقیقات کر رہے تھے کہ صدر سے حکم آیا کہ سب انسپکٹر فلاں کو معطل کیا جاتا ہے۔ فلاں تاریخ کو جواب دہی کے واسطے ڈیرہ غازی خاں میں حاضر ہووے تین ماہ گذر گئے کہ وہ معطل ہے۔

اب وہ حضور والا میں حاضر ہو کر سو سو التجا کرتا ہے اور فقط عفو تقصیر کے لیے اب تونسہ مقدسہ میں آیا ہوا ہے دیکھا جائے کہ اُس کا کچھ بنتا ہے یا نہیں

دیگر: ایک دفعہ بادشاہ دہلی (غالباً سراج الدین ابو ظفر بہادر شاہ) کے حضور میں کچھ گفتگو ہوئی اور کسی خوشامد خورے نے یہ کہا کہ حضرت خواجہ صاحب تونسویؒ ۲۱ برس کے تھے کہ ان کے پیر و مرشد حضرت قبلہ عالم صاحب نے انتقال فرمایا۔ اتفاق سے ایک رات گو بھی بیٹھے تھے انہوں نے کہا کہ حضور! ہمارا سلسلہ تو بالکل کورا ہو گیا کہ اگر حضرت صاحب تونسوی صاحب کو ۲۱ سال میں نعمت ملی ہو گی۔ یہ نکتہ بادشاہ کو پسند آیا اور بولے کہ کون بے عقل کہتا ہے کہ حضرت فخر صاحب کو کمال نہیں تھا۔ بس بس! حضرت فخر سائیںؒ بھی صاحب کمال تھے اور حضرت خواجہ صاحب

تونسوی بھی کامل تھے۔

ایک دن میرے حضرت غریب نواز نے قیلولہ (خواب دوپہر) کے واسطے چارپائی پر قد دراز فرمائی اور غلام کے ماتھے کو دیکھ دیکھ فرمایا۔ قلم ربانی نہ ولدی ہے (لکھی پیشانی پیش آتی ہے) میاں عبداللہ جعفر بھی اس وقت بیٹھا ہوا تھا اس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ عبداللہ لکھی کون کون موڑے (واللہ اعلم بالصواب) کہ حضور نے راقم کی پیشانی پر کیا نوشت زشت ملاحظہ فرمائی۔

دیگر: ایک دن حضور غریب نواز نے میری طرف توجہ فرمائی اور یہ شعر پڑھا ۔

نفس اژدہاست باصد شور و فن ٭ شیخ را رویے زمرد دیدہ کن

یعنی نفس اژدہا ہے تجھ سے سو سو فریب اور مکر کرے گا۔ اسے شیخ کامل کے سپرد کر تاکہ اس سے تجھے خلاصی ملے۔

دیگر: ایک مہدی جو ملک مصر میں پیدا ہوا تھا اس کی بابت اخباروں میں بڑا چرچا تھا۔ ایک دن جناب سے استفسار کیا گیا کہ کیا واقعی وہ امام مہدی ہے آپ نے فرمایا ہرگز نہیں مگر وہ بے چارہ بزرگ ہے صرف ایک خارق عادت اس سے ظاہر ہوئی اور وہ یہ ہے کہ لڑائی کے وقت اس نے اپنی دو انگلیوں سے مٹی اٹھا کر دشمنوں کی طرف پھینکی اور دشمن اندھے ہو گئے۔ بس اس کرامت کے دیکھنے سے لوگ اس کو

خوار کرتے پھرتے ہیں کہ یہ مہدی ہے ورنہ امام مہدی علیہ السلام ایک اور مقام سے آئیں گے۔ چنانچہ جیسا کہ ہمارے حضرت صاحب کا خیال تھا وہ مہدی کاذب انگریزوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اگر جنرل گارڈن کے خرطوم پر مارے جانیسے وہ مہدی اپنی تاریخی واقعات کے سبب عرصہ تک یادگار رہے گا مگر تھا کاذب"

دیگر: ایک دن حضور والا نے استفسار فرمایا کہ گل محمد ہاتم کو شادی کرنے کا جو خیال تھا عرض کیا کہ نہیں۔ اس پر حضور نے فرمایا کہ دو روز کی خوشی کے لیے ساری عمر کا غم گلے میں ڈالنا پڑتا ہے۔

قبا تنگ میشود ایک دو موقع ایسے ہوئے کہ میں جو حضرت غریب نواز کی خدمت میں حاضر ہوا تو ملازمت کا معاملہ تھا کچھ تنزل وغیرہ ہوگیا لیکن مجھے اس کی کیا پرواہ تھی حضور نے ہی مجھے ملازمت پر بھیجا تھا۔ حضور نے ہی ملازمت دلائی تھی۔ اور اگر حضور نہ فرماتے تو میں ملازمت نہ کرتا۔

ایک دفعہ میں دربار عالیہ میں حاضر خدمت تھا کہ آپ نے ارشاد فرمایا ایک درزی تھا نہایت چالاک اور عیار۔ جب کبھی کوئی شخص کپڑا سلانے کے واسطے آتا تو فوراً وہ اپنی عیاری سے اس کا کپڑا کاٹ لیتا اور کتنی ہی کوشش اور احتیاط کرتا مگر اس کی کتر بیونت سے کبھی نہ بچ سکتا ایک شخص جو اپنے تئیں بڑا فہمیدہ اور ہوشیار سمجھتا تھا کہ درزی کی چالاکی میں

تو کچھ شک و شبہ نہیں ہے پس اگر میں خود ہی اس کی دکان پر موجود رہوں
اور اپنے سامنے قبا سلواؤں تو یقین ہے کہ اس درزی کی کچھ پیش نہ جائیگی
چنانچہ اس شخص نے کمخواب کی قبا سلوانی تھی۔ خود درزی کے پاس آیا۔ اب
درزی ناپنے کے واسطے اٹھا اور کوئی ہنسی کی بات سُنائی کہ وہ شخص ہنسی
سے لوٹنے لگا۔ اس نے اسی حالت میں کپڑا کاٹ لیا پھر اس کے بعد کوئی
اور بات مذاق کی کی جس سے وہ شخص بے اختیار ہو گیا اور ہنسی کو ضبط نہ کر سکا۔
درزی نے پھر اپنا کام کر لیا اور قبا کی سلائی میں مصروف ہوا۔ اتنے میں کچھ
دیر کے بعد وہ شخص بولا کہ ہاں کاریگر صاحب کوئی اور بات مذاق کی سُنائیے
درزی نے دبی زبان سے کہا کہ قبا تنگ میشود۔ سو گل محمد یہاں آتا ہے تو
کچھ تنزل ہو جاتا ہے اب اگر زیادہ تنزل کرایا جائے تو اس کی گذران تنگ
ہو جائے گی۔

ایک دن آپ نے فرمایا کہ حضرت خواجہ فخر صاحب دہلویؒ کا
قصہ ہے کہ اجمیر شریف کے راستہ پر ایک عالی شان مسجد ایسی جھیل کے
کنارے پر بنی ہوئی ہے جہاں ہندوؤں کے بہت سے مندر ہیں اور ہزاروں
لاکھوں جاتری اس تیرتھ پر آتے ہیں۔ شاہ جہاں بادشاہ نے بھی ایک
عالی شان مسجد بنائی ہے اور موسم زمستان میں وہاں ہندو لوگوں کا میلا
ہوتا ہے اور اجمیر شریف میں جیسا کہ گیارہ سو مجاوروں کا گھر ہے اسی
طرح گیارہ سو گھر اس جھیل پر برہمنوں کا ہے مولوی خدا بخش جی نے

نے عرض کیا کہ خواجہ فخر صاحب بھی تو اس میلے پر گئے ہے فرمایا کہ ہاں آپ نے ایک مفلس برہمن سے تیرتھ کرایا اور گیارہ مہر طلائی اسکو دیں۔ رات کو جب سب برہمن جمع ہوئے تو ہر ایک نے اپنی اپنی پیداوار کا ذکر کیا اس مفلس برہمن نے بھی اپنا تذکرہ کیا سب حیران ہو گئے کہ ایسا کون سا سخی مرد تھا جو گیارہ مہر طلائی ایسے برہمن کو دے گیا جسے ایک روپیہ بھی مشکل سے وصول ہوتا تھا۔ برہمن نے کہا کہ وہ صورت میں دربان لیکن اصل میں بھگوان تھا۔ ان سب نے کہا کہ وہ ہمیں دکھلاؤ تو سہی۔

دوسرے دن وہ برہمن حضرت سے پھر ملا اور دعوت کا اصرار کیا۔ حضرت نے معذرت چاہی۔ آخر وہ برہمن حضرت کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ تاکہ دیکھے یہ شخص کہاں جاتا ہے۔ حضرت فخر صاحب مسجد میں پہنچے وہ برہمن بھی مسجد میں داخل ہوا اور بولا کہ واہ بھائی تم تو مسلمان ہو۔ آپ نے جواب دیا کہ واقعی اس کلام نے اس نیک انجام پر اثر کیا۔ اور اسی وقت مسلمان ہو گیا۔ (۱-ب)

عاقبت بالخیر ایک دن ذکر چلا کہ فلاں آدمی ایسا عقیدت مند ہے کہ باوجودیکہ ملازم سرکار ہے مگر اسے تو اپنے اللہ و رسول سے سروکار ہے۔ ملازم صرف ایک شغل ہے اور بس

پھر فرمایا کہ اسوقت موسم تھا۔ اب موسم نہیں اوّل تو بوتے ہیں تو اگتی نہیں اگر اگتی بھی ہے تو ہوتی نہیں یہ دعا کرو کہ عاقبت بالخیر ہو اور

اللہ تعالیٰ نفس کے دہاڑے سے امان دیوے اور یہ بھی ضروری ہے کہ انسان کو خود شناسی حاصل ہو۔

سکندر اعظم سے کسی نے سوال کیا کہ ایک دمڑی مجھے عطا کرو اس نے جواب دیا کہ یہ سوال میرے شان کے لائق نہیں ہے سائل نے کہا کہ اچھا نصف سلطنت مجھ کو دیدو۔ سکندر اعظم نے جواب دیا کہ اس سوال کے تم لائق نہیں ہو۔ ایک دن کاشی مسجد میں بیٹھے ہوئے فرمایا کہ یہاں خدا کی شمولیت ہے اور شمولیت قابل عزت ہے۔

ایک دن واسطے آرائش عرس شریف حضرت غریب نواز کے زیر فرمان حضرت شاہزادہ حافظ محمد موسےٰ صاحب اور ان کے ہمراہ سینکڑوں غلام جن میں خاکسار بھی شامل تھا۔ روضہ مبارک کے آگے مجلس کے واسطے شامیانہ نصب کرا رہے تھے جب فارغ ہو چکے تو حضور نے فرمایا کہ حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنے وصال سے بارہ یوم پہلے یہ شعر فرمایا تھا۔

آہن کہ بہ پارس آشنا شد فے الحال بصورت طلا شد

مولوی نصر اللہ غزنوی نے اس موقع پر آپ سے پوچھا کہ کدام آہن حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کورآہن یا گھر کا لوہا۔ سو حضرت خواجہ صاحب نے ۸۰ سال کی عمر میں یہ الفاظ فرمائے تھے کیونکہ اس وقت دوستی اور محبت پختہ ہو چکی تھی اور جب حضرت قبلہ عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے تو اس وقت ایسے الفاظ زبان مبارک پر نہیں لائے کیونکہ ابتدا تھی۔

آج کل کے لوگ یہ چاہتے ہیں کہ سارا کام ایک دن میں ہی ہو جائے سو یہ محال بلکہ غیر ممکن ہے پھر فرمایا کہ حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کے حضور میں کوئی نقدی گذارتا۔ تو آپ ادھر اُدھر دیکھتے تھے جو خدام حاضر تھے وہ نقدی اٹھا کر لے جاتے تھے۔ اگر کوئی نذر کے لیے لینے والا نہ ہوتا تو خود کیسے میں ڈال لیتے تھے۔

پنشن کے لائق: ایک دن غروب آفتاب کے وقت حضرت غریب نواز کاشی مسجد میں تشریف رکھتے تھے کہ شاہزادہ محمد مومن صاحب کو جو دُور تھے با آواز بلند فرمایا کہ فلاں مہمان کو رضائی بھجوائی ہے کہ نہیں۔ اللہ یار خادم درگاہ پہ بھروسہ نہ رکھو کہ میں اور اللہ یار اب دونوں اور دونوں (پنشن) کے لائق ہیں۔ میں تو انعام پا چکا بے چارے اللہ یار کو کون دیتا ہے اس پر منشی عبدالرحمن نے عرض کیا کہ قبلہ اللہ یار کو بھی انعام مل رہا ہے فرمایا کہاں! اگر مجھ جیسا انعام ایک دن بھی ملتا تو اسی وقت دم نکل جاتا۔

دیگر: ایک دن ارشاد فرمایا کہ میں خود سوال کرتا ہوں اور آپ اس کا جواب دیتا ہوں کہ مہدی خاں کیوں منزل مقصود کو نہیں پہنچا پھر کہتا ہوں کہ خاتمہ بالخیر ہو۔

تین دُعائیں ایک دن آپ نے اپنی زبان حقائق ترجمان سے فرمایا کہ حضرت خواجہ عثمان ہرونیؒ نے تین دعائیں مانگی ہیں۔

ایک تو یہ ہے کہ میری قبر مکہ میں ہو۔ دوسری میری مزار کی نشانی گم نہ ہو
تیسرے سلسلہ چشتیاں میں میرے مرید خواجہ بزرگ اجمیری جیسا نہ کوئی ہو
اور کوئی ہوا ہو۔ کیونکہ حضرت خواجہ ہرونی صاحب کو خواجہ اجمیری صاحب
سے بہت الفت تھی خدا کے فضل و کرم سے ہر سہ دعائیں مقبول ہوئی ہیں
مکہ شریف میں حضرت کی مزار شریف مکہ کے محل میں واقع ہے۔ محل شریف
کی عمارت بڑی لاگت سے تیار ہوئی ہے روم سے اسکی ساخت کے
واسطے نقشہ بن کر آیا تھا خرچ تعمیر سلطان نے خود دیا تھا کئی لاکھ روپے
خرچ ہوتے ہیں۔ تین مرتبہ محل تیار ہوتے ہی اسی کونہ سے جہاں حضرت
کی قبر ہے گرجاتا تھا۔ آخر لاچار اس کونے کو ٹیڑھا کر کے اوپر گنبد بنا دیا گیا
مزار مبارک کے گرد لوہے کا کٹہرہ لگا ہے۔ جب میں مکہ شریف میں تھا
تو حضرت کی خانقاہ مبارک پر ہر دن زیارت کے واسطے جایا کرتا تھا۔
راستہ میں عرب مجاور بیت اللہ وغیرہ بیٹھے ہوئے تھے آکر گھیر لیتے
کہ تبرکات کی زیارت کریں جہاں خاتون جنت بی بی صاحبہ چکی پیستی تھیں
وغیرہ وغیرہ دو دن تو میں تبرکات کی طرف مجاوروں کے مطالبہ سے گیا
اور ہر روز بارہ بارہ روپے اُنکو دینا پڑا بعدہ حضرت ہرونی صاحب کی خدمت
میں جانا۔ مگر تیسرے دن ان کے اصرار پر میں نے انکار کر دیا انہوں نے
سبب پوچھا میں نے کہا کہ تبرکات کی زیارت پر تم ہم سے روپے مانگتے
ہو۔ اور ہم حضرت ہرونی کی زیارت کو جاتے ہیں وہاں ہم سے کوڑی بھی

بھی نہیں مانگی جاتی ۔ اور مقاصد کونین ہمیں حاصل ہوتے ہیں ۔ یہ جواب سُن کر وہ اپنا سا منہ لے کر رہ گئے اور ہر دن میرے ساتھ ہجوم ہوتا تھا تو عرب لوگ ایک دوسرے سے پوچھتے کیا یہ کہاں جاتے ہیں دوسرا جواب دیتا کہ ایک ہندی کی قبر ہے وہاں جاتے ہیں مگر رنجیدہ نگاہوں سے ہمیں دیکھا کرتے تھے ۔

دیگر: ایک رات حضرت غریب نواز نے فرمایا کہ ہم تو نہ کسی کو بلاتے ہیں نہ کچھ دیتے دلاتے ہیں خود بخود لوگ چلے آتے ہیں ؎

رشتۂ در گردنم افگندہ دوست ۔۔۔ مے برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

مجھ سے ایک پیر برادر ذکر کرتے ہیں کہ لنگر سے جس کھانے کی تمنّا کرتا ہوں وہی مل جاتا ہے بھلا یہ کرامات نہیں ہے تو اور کیا ہے حالانکہ ایک ادنیٰ بات ہے ۔

کھتی والا پیر: ایک دفعہ خاکسار رخصت پر آیا ہوا تھا ۔ آپ نے فرمایا کہ گل محمد کب تیاری ہے ۔ میں نے کہا کہ منگل کے دن ارادہ ہے مگر اس دن بادل محیط آسمان ہو گئے اور کچھ ترشح ہونے لگا ۔ آپ نے پوچھا کہ کیا آج جانا ہے ؟ عرض کیا کہ قبلہ خیر! آج بارش ہو رہی ہے تکلیف ہوگی اب جمعہ پڑھ کر جاؤں گا فرمایا شکر ہے اس کے بعد تمثیل فرمائی کہ جب سرکار انگریزی نے پہاڑ پر چڑھائی کی اور قوم بزدار کی سرکوبی کا ارادہ ہو تو بُزدار لوگ بہت خوف زدہ ہوئے اور میاں نور محمد کھتی والا کے

پاس پہنچے کہ کوئی دعا کرو یا عمل بتاؤ۔ میاں نے فرمایا کہ لال نشان فوج کے آگے کر دینا تمام فوج اندھی ہو جائے گی پھر ان کا سامان لوٹ لینا۔ اور آپس میں بانٹ لینا مگر میں حیران ہوں کہ تم ہاتھیوں کو کہاں لے جاؤ گے یہ نہ تو چھپائے چھپ سکتے ہیں اور نہ تمہارے کسی کام آ سکتے ہیں خیر فلاں قطعہ پر زمین پر کانہہ (سرکنڈہ خرد) بہت ہیں یہ ہاتھیوں کی خوراک ہے وہاں ان کو بھیج دینا بُزدار لوگ بہت خوش ہوئے۔

فوج انگریزی پہاڑ میں داخل ہوئی۔ ایک توپ چھوٹی۔ پھٹ اُڑا اُڑا دُھوں۔ بہت سے بُزدار مارے گئے دوسری چلی تو بھاگ نکلے تیسری نہ چلی تھی کہ مطیع ہو گئے۔ جو شرائط کہ سرکار نے پیش کیں سب تسلیم کر لیں۔

ایک دن حضور والا نے ذکر فرمایا کہ ایک ہندو تھا لالہ نام کھتری بزمانہ سفید ریش میرے والد بزرگوار کی خدمت میں آ بیٹھتا تھا اور والد بزرگوار رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ زمانہ بلوغت میں اس ہندو سے میری کمال درجہ کی محبّت تھی یعنی محبت عشق کے درجہ پہنچ گئی تھی اور چونکہ بفضلِ کریم اس محبت میں نفسانیت کا کوئی شائبہ نہ تھا محبت صادق تھی اور اس سے اور اس سے اس قدر صفائی باطن حاصل ہو گئی تھی کہ لالہ مذکور اپنے جانور کو چاہ زنبو والا پر پانی پلانے لے جاتا تھا میں اپنے مکان پر بیٹھے ہوئے دیکھتا رہتا تھا بلکہ تمام دن آنکھوں میں اس کا نظارہ موجود تھا اور اس کے جمیع افعال و کردار سے باخبر تھا۔

مشیّتِ خُداوندی

ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت غریب نواز رفاق سلیمانیہ میں نشست فرمائے مجھے کسی نے آکر اطلاع دی کہ چالیس شتر بار کردہ (چونا تعمیری) آگیا ہے کہ گنبد شریف کی ساخت کے لیے کل سارا دن کام کرنے کو چُونا مکتفی نہ تھا سو خدا نے اور بھیج دیا۔ ارادہ الٰہی آج تک معلوم نہیں ہے کہ یہ کام اخراجات کا کیوں کر چل رہا ہے اوائل میں جب کہ نواب بہاول خاں سے امداد بند ہوگیا تھا اور بنا ہو بقال نے برداشت لنگر کے واسطے جواب دیدیا تھا۔ کیونکہ اس کا چھ ہزار روپیہ قرض ہو چکا تھا۔ میں نے اسی وقت تین ہزار روپیہ تو زیورات وغیرہ سے لیا اور ادا کیا۔ باقی کی اقساط مقرر کی گئی تھیں۔ سو اس اثنا میں خدا بخش لانگری نے ساٹھ روپے کا غلہ گندم معمولی اخراجات لنگر کے واسطے خرید کیا تھا۔ اس سے میں نے کہا کہ قرض اٹھا کر خرید نہ کرو کہ پہلے مقروض ہیں۔

انہی دنوں ایک شخص نے ذکر کیا کہ فلاں شخص بیمار ہے اور اس نے ایک پتھ (۲۳ من پختہ) جس کو چار شتر اٹھاتے ہیں بطور نذرانہ بھیجا ہے میں نے کہا کہ لنگر میں دیدو۔ سو یہ غلہ چند روز میں خرچ ہوگیا بعدہٗ ذرا مجھے تشویش پیدا ہوئی کہ کیا کریں گے۔ یہ کارخانہ یعنی لنگر بھی بند نہیں کرنا ہے۔ اور کیفیت یہ ہے کہ مقروض ہو چکے ہیں پھر ایک شخص نے ایک روپیہ آن کر نذر دیا اس کے بعد دوسرے نے

پچاس روپے تیسرے نے چار صد نقد۔ اسی طرح کام کھلتا گیا۔ اور ہم بھی جتنی چادر ہو اتنے پاؤں پھیلاؤ جیساکہ لڑکا روتا ہے اور ماں باپ سے کہتا ہے مجھے فلاں چیز لے دو وہ لے دیتا ہے پھر لڑکا روتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے فلاں چیز لے دو پھر وہ لے دیتے ہیں۔ الغرض اسی طرح کام چلا جاتا ہے۔

۱ ایک دن حضرت غریب نواز بعد نماز عصر تخت سلیمانی پر نشست فرمائی تھی کہ وقت معینہ سے کچھ پہلے کچہری برخاست فرمائی اور آہستہ آہستہ خانقاہ مبارک کے دروازہ تک پہنچے اور فرمایا کہ صاحب زادہ صاحب تشریف لاتے ہیں صاحبزادہ میاں غلام صدیق صاحب اولاد حضرت خواجہ قبلہ عالم مہارویؒ سے ہیں ان سے ملاقات کر کے مقام جلوس کو واپس آئے پس ہم نے معلوم کیا کہ آپ نے نور باطن سے حضرت صاحبزادہ صاحب کی آمد معلوم کر لی جبھی مرشد زادہ کی تعظیم و تکریم اور خصوصاً استقبال کے واسطے دروازہ معلی تک تشریف لائے۔

دیگر: ایک رات حضرت غریب نواز نے ارشاد فرمایا کہ دانا آدمی اسی طرح پھنس جاتے ہیں جیساکہ بے چارا مرزا دہلوی۔ کہ ہر روز جس کھانے کا وہ خیال کرتا ہے کہ حضرت لنگر سے بھجوا دے ویسا ہی اسے مل جاتا ہے پس وہ اسے کرامت نہ سمجھے تو کیا سمجھے حالانکہ یہ محض اتفاق ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک انگریز عہدہ دار جس کے ساتھ میم صاحبہ اور باوا لوگ بھی تھے۔ مکانات کی سیر کے شوق سے حضور کی خدمت میں آیا۔ آپ اس کے ہمراہ بہت دیر تک اپنے مکانات شیش محل، بارہ دری، قصر معلّٰی وغیرہ وغیرہ دکھاتے رہے اس کے بعد قیلولہ کے واسطے گرم خانہ میں تشریف لے آئے اور شاہزادہ حافظ محمد مومن صاحب کو حکم دیا کہ دیگر مکانات بھی اس یورپین جنٹلمین کو دکھا دو اور روضہ مطہرہ کا گنبد تیار ہو رہا تھا اس کی بھی زیارت کرا دو جب آپ گرم خانہ میں نشست فرمائے ہوئے تو زبان مبارک سے فرمایا کہ میں کہتا ہوں میرے پاس کوئی نہ آئے اگر کوئی آئے تو خوش ہو کر جائے۔ مجرم نے عرض کیا کہ آپ میں سب کا حصّہ ہے۔

کبھی کیا غیر سے

جب میری رخصت کے ایّام ختم ہو گئے اور مجھے آستانہ متبرکہ سے کچھ عرصہ کے واسطے جدا ہونا پڑا تو آپ نے فرمایا کہ گل محمد! آپ جاؤ گے! پھر فرمایا نہ تو تیری جدائی برداشت کر سکتے ہیں اور نہ تجھ سے ملازمت ترک کرا کر تیرا نقصان برداشت کرنا پسند ہے۔ رات کو غلام بڑی دیر تک خدمت والا میں حاضر رہا۔ یہاں تک کہ آپ نے خود زبان مبارک سے فرمایا کہ جاؤ گل محمد! آرام کرو۔ یا کچھ کہنا ہے۔ میں نے عرض کی کہ کچھ نہیں کہ ہاں سمجھ گیا کافی ہے ؎

کہنی کیا غیر سے کچھ دل کی شکایت اپنی ٭ ہاں اسے یوں ہی خبر ہوئے تو جانوں جانوں

ایک دفعہ حضور بوقت شب جب آرام گاہ کو تشریف لے جانے لگے

فرمایا کہ گل محمد! کوئی دعا ہم کو بھی کر۔ اور شاہ زادہ ...... کے لیے بھی

دعا کرو۔ مجرم نے عرض کیا کہ میں آج شاہ زادہ صاحب کی خدمت اقدس

میں گیا۔ آپ فرماتے تھے کہ حضرت غریب نواز قبلہ مجھ پر واسطے مارنے

چپراسی تحصیل کے خفا ہو گئے ہیں۔

میں نے خیال کیا کہ اگر خاموش رہوں تو زیادہ خفگی فرمائیں گے لہذا

اپنی باتیں میں نے بھی بیان کیں۔ میری عادت ہے کہ جب مجھے غصہ

آتا ہے تو زبان میں لکنت پیدا ہو جاتی ہے اور حضرت صاحب چاہتے

ہیں کہ میں غوث بن جاؤں۔ بالفرض اگر غوث ہو جاؤں تو کیا میرے ملازم

باہر نہیں جائیں گے۔ اور اگر ان کو کوئی مارے یا تکلیف دے تو کیا ہم خاموش

رہیں گے۔؟

اس پر میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ حضور بزرگی بخشے تو فرمایا

کہ مجھ کو ؟؟؟ کئی ہزار سال ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کارخانہ دنیا بنانا شروع

کیا ہے اب یہ کائنات کچھ آبنی ہے اگر مجھے بزرگی دیوے تو اسکی دنیا

کو لحظہ میں نیست کردوں میں حیران ہوں کہ کیمیا گر نسخہ کیمیا کو چھپاتے

پھرتے ہیں اگر مجھے کیمیا ملتا تو میں تو اس تحصیلدار کو بتلادیتا

اس پر میں نے عرض کیا کہ آپ جیسے فیاض کو جو تحصیلدار کو رنجیدگی میں

فرمائے کہ کیمیا جیسی چیز بتادوں گا۔ تو باقی جہاں کو بھلا کیونکر فیض نہ پہنچائیں گے اور نیست کرنا چہ معنی۔ حضرت غریب نواز اپنے پیارے فرزند حضرت صاحبزادہ محمود اطال اللہ عمرہ کی یہ باتیں کھڑے ہوئے سُنتے رہے۔ اور مجرم نے رخصت طلب کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ روزمرہ کی چھٹیات لکھنے پر مضبوط رہنا اور الف خاں کا حال مفصل لکھنا۔

فقر چیست فقیر کیست: کچھ عرصہ کے بعد پھر مجھے شوق آستان بوسی کا غالب آیا رخصت لے کر حاضر ہوا۔

موسم گرمی کا تھا۔ تونسہ شریف کی گرمی خصوصیت سے مشہور ہے کیونکہ شمالی مغربی سرد ہواؤں کو سلیمان نے روک رکھا ہے ریت کا ٹیلہ ہے جس پر شہر آباد ہے اندریں حالات جولائی اگست کا مہینہ غضب کا پسینہ رات کو مچھر اور دن کو گرمی۔

حضور غریب نواز سردخانہ میں رونق افروز تھے (جو ایک نہایت سرد جگہ ہے) اور قیلولہ وہاں کرتے تھے۔ بندہ نے کسی تقریب سے ذکر میاں عبدالحکیم صاحب تھل چوٹیالی والے کا کیا۔ کہ پہلے ان کا مقام قندھار تھا۔ وہاں سے کسی دنیادار سے تنازعہ اور جھگڑا ہوا۔ ناراض ہو کر علاقہ تھل میں چلے آئے۔ فرمایا کہ بزرگ کسی سے نہیں لڑا کرتے فقر چیست فقیر کیست، خاکے بیختہ۔ آب کے بروے ریختہ۔ کف پائے را نہ ازو دردے۔ نہ پشت پائے را ازوے گردے۔ اس پر میں نے عرض کیا کہ مولانا روم فرماتے ہیں

نخوتے دارند و کبرے چوں شہاں ؛ چاکری خواہند از اہلِ جہاں

فرمایا کہ فقراء کا آغاز نیاز اور انتہا ناز ہے ظاہر میں نیاز مند اور باطن میں از ہمہ بلند ہوتے ہیں جیساکہ خواجہ حافظ شیرازی فرماتے ہیں ؎

بخرمن دو جہاں سر فرو نمے آرند ؛ دماغ کبر گدایاں خوشہ چیناں بیں

درازدستی ایں کوتہ آستیناں بیں ؛ بہ زیرِ دلق مرقع کمندہا دارند

کہ لوگوں کو استنبول (قسطنطنیہ) اور روم سے کھینچ رہے ہیں میں نے عرض کیا کہ بہت مظلوم جہاں میں ذلیل ہیں خاگلے پنچہ کی طرح سارے جگ میں کوئی نہیں ہوگا فرمایا کہ میری نظر میں تو کوئی نظر نہیں آتا۔ شاید کوئی ہو۔

ایک دن ارشاد فرمایا کہ نواب صاحب ممدوٹ یہاں آکر مرید ہوا ہے جب واپس گیا تو شام کے وقت آرام کرسی پر لیٹا ہوا تھا اور دسترخوان کا وقت تھا اچھا عقیدہ رکھتا تھا۔ اب مجھے لکھا ہے کہ آپ ملتان آئیں تو مستورات بیعت کراؤں۔ خیر نواب وہاں کرسی پر تھا کہ اتنے میں ایک بندوق چلی نواب نے حیران ہوکر پوچھا کہ یہ بندوق کیسی ہے اتنے میں دوسری کی آواز سنائی دی اور چھرے سامنے لگ کر زمین پر آرہے اور کچھ پہلو میں لگے زبان سے نکلا کہ مجھے اپنے پیر و مرشد نے بچالیا۔ لوگ دوڑے تاکہ دشمن کو گرفتار کریں معلوم ہوا کہ بندوقچی ریاست کا پنشن خوار ہے اور ساٹھ روپیہ اس کی پنشن تھی۔ حضور نے یہ الفاظ اشارتاً کچھ کنایۃً طوعاً

وکرہا گیا بیان فرمائے مگر خان صاحب گل محمد خاں انسپکٹر پولیس اس موقع پر تحریر کرتے ہیں کہ میں نے یہ واقعہ زبانی حضرت صاحبزادہ محمد محمود مفصل سُنا ہے ناظرین کی آگاہی کے واسطے لکھا جاتا ہے وھوھذا۔

دستِ پیر از غائباں کوتاہ نیست: ایک دن مجرم شام کے وقت شہزادہ ممدوح کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک عمدہ گھوڑی اصطبل میں دیکھی میں نے استفسار کیا کہ حضور! یہ گھوڑی کہاں سے آئی۔ آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ اس کی عجب حکایت ہے کہ خاں نظام الدین خاں نواب ممدوٹ نے پہلے بہت سی عرضیاں اخلاص و عقیدت کی حضور میں روانہ کیں اور اس کے بعد جب شوق غالب آیا تو خود تشریف لائے عالم شاہ صاحب ساتھ تھے سات آدمی ہمرکاب تھے عالم شاہ کی تحریر کے بموجب اسٹیشن پر سواری کا انتظام کر لیا گیا تھا اور کئی سانڈنیاں اور رتھ بھیجے گئے تھے۔ جب یہاں آئے تو سرائے میں ان کا ڈیرہ تھا قریب سرس کے درختوں کی پھول موسم بہار عجب لطف آیا آخر بیعت ہوئے کئی دن باب عالی میں حاضر رہے نماز آغاز کی۔ جب گھر گئے تو ایک شخص خان محمد ان کا اتابیک تھا۔ ساٹھ روپیہ ریاست سے پنشن ملا کرتی تھی۔ اتابک کے پاس ایک گھوڑی تھی وہ گھوڑی کسی انگریز نے نواب سے مانگی انگریز کی خاطر نواب نے اتابک سے طلب کی اس نے نہ

دی نواب ناراض ہوئے۔ اور اگرچہ پھر اتابک نے وہ گھوڑی بھیج دی مگر نواب کی ناراضگی دُور نہ ہوئی کیونکہ تیراز کماں رفتہ باز نہ آید۔

ایک دن خان محمد کا بیٹا نواب صاحب کی خدمت میں آیا نواب ایک گھوڑی کدا رہا تھا۔ اتابک کے بیٹے نے کہا کہ اگر میں اس سرکش گھوڑے پر سوار ہو جاؤں اور اسے بخوبی رام کر دوں تو کیا ملے گا نواب نے کہا کہ چار سو روپیہ پھر نواب نے فرمایا کہ اگر تو سوار نہ ہو سکا تو کیا جرمانہ دیگا اس نے بے تکلفی سے عضوِ نہانی کی طرف اشارہ کیا۔ نواب کو اس کی حرکت ناشائستہ سے سخت طیش آیا۔ اپنے آدمیوں سے خوب پٹوایا۔ اور وہ کندی کی کہ توبہ ہی بھلی۔ جب وہ مار کھا کر واپس آیا۔ باپ نے کہا کہ میں مرتا ہوں مجھے نواب صاحب نے پٹوایا ہے اتابک بولا کہ میں بوڑھا ہوں میں مروں گا پس دوسرے دن نواب کی خدمت میں آیا اور کہا کہ توشہ خانہ سے فلاں فلاں بندوق مجھے دو کہ نشانہ کا شوق ہے۔

نواب صاحب اسے ماموں کے خطاب سے مخاطب کرتے تھے بولے کہ ماموں! تمہارے ہمارے درمیان وہ بے حجابی اور بے تکلفی نہیں رہی۔ اب وہ سابقہ اُمیدیں مجھ پر مت رکھو۔ شام کے وقت نواب صاحب آرام کرسی پر لیٹے ہوئے تھے وہ اتابک موقع پاکر ایک درخت کی آڑ میں کھڑا ہوا اور بندوق کا نشانہ لگایا مگر وار خالی گیا پھر دوبارہ نشانہ لگایا۔ ایک چھرا نواب کے گوشِ سراپا ہوش پر لگا۔ دوسرا آنکھ کے

نیچے لگا مگر اندر نہ گیا۔ اس پر نواب نے پوچھا کہ یہ بندوق کس نے چلائی۔ دشمن سمجھ گیا کہ وار خالی گیا دوبارہ فیر کیا مگر یہ بھی خالی گیا اتنے میں سپاہیوں نے آکر پکڑ لیا کسی نے پوچھا کہ تو ایسا ہوشیار بندوقچی تھا کہ اندھیری راتوں میں چار سو قدم پر کے فاصلہ پر ہرن مار لیتا تھا۔ اب تجھے کیا ہوگیا اس نے کہا کہ میں کیا کرتا ہر دفعہ جو میں نشانہ لگاتا تھا۔ ایک ہاتھ ظاہر ہو کر میری بندوق کی نلی موڑ دیتا تھا۔ یہ گھوڑی انہی نواب صاحب کی عطیہ ہے اور اُنیس پُشت سے اصیل نسل سے چلی آئی ہے اور چار سو روپیہ نقد نذرانہ بھی بھیجا ہے۔

شہیدِ اکبر: خان صاحب عطا محمد خاں نے ایک باغ شجاع آباد میں نذر کیا تھا اور اس کے متعلق کاغذ رجسٹری شدہ حوالہ کیا۔ حضور نے فرمایا کہ اب ہم باغ کھا چکے چودھویں صدی آگئی ہے۔

اس موقع پہ حافظ عزیزالدین دہلوی جو ایک خاص بندہ دردمند اور ارادت مند تھا۔ اس ہما سعادت کے سایہ سراپا رحمت میں آرام حاصل کرنے اور اسی سرچشمۂ ولایت کے طغیانِ فیض سے اپنی پیاس بجھانے کے واسطے آیا تھا۔ آنکلا۔ اس کے آنے کی نسبت حضور والا نے یار محمد خاں خاکوانی مغفور کو مخاطب کر کے ارشاد کیا کہ حافظ عزیزالدین آنکلا ہے اس نے عرض کی کہ غریب نواز زندہ آدمی آملتا ہے آپ نے فرمایا کہ یہاں

کا ملنا کیا۔ ملنا ہے تو وہاں کا۔ یعنی اشارہ عقبیٰ کا کیا۔

اسی دن میاں روشن درویش نے کہ مدت سے اپنا گھر بار چھوڑا اور ہجرت کر کے تونسہ شریف میں اقامت گزیں ہے ایک عرضی نہایت رقت آمیز اور درد انگیز بھیجی تھی جب وہ عرضی بہ سمع خداوندی بھیجی آپ نے حافظ عزیزالدین سے فرمایا کہ حافظ جی یہ عجب شخص ہے

دوسرے دن بیاس خاطر خان صاحب یار محمد خاں خاکوانی مغفور جو باغ شجاع آباد کا مہتمم ہے آپ باغ کے ملاحظہ کو تشریف لیگئے اور نماز عصر سے پہلے بگھی پر سواری فرمائی اور حافظ عزیزالدین او غلام کو پاس بٹھالیا راستہ میں فرمایا کہ حافظ جی! اگر مجھے فراغت چھوڑا دیتا۔ نیز ایک موقع پر شجاع آباد میں حضور پر نور حافظ صاحب کو ارشاد فرماتے تھے کہ حافظ جی صدہا لوگ وادی توکل میں روانہ ہوتے ہیں وہاں منزل مقصود پر تو ایک دو آدمی پہنچتے ہیں باقی سب راستہ میں فوت ہوئے ہیں اور شہید اکبر کون ہیں وہی ہیں جو راستہ میں طلب حق میں فوت ہوئے ہیں۔

حضرت چراغ دہلوی رح

ایک دفعہ خاکسار بے مقدار سیوی سے آیا تو اپنے ہمراہ ایک ملازم فالتو نام بھی لے آیا۔ یہ ذات کا میراثی کچھ دیوانہ سا تھا اور اوّل باول بکا کرتا تھا۔ حضور پر نور اس کی شکل و عادات کو دیکھ کر تبسم فرماتے تھے اور دیوانہ

ہر وقت میرے ساتھ رہتا تھا۔ ایک دن آپ نے فرمایا کہ فالٹو تمہاری نسبت کیا کیا ریمارکس دیتا ہوگا۔ ایک کشتی پر چند عورتیں سوار تھیں اتفاقاً بادِ مخالف کے چلنے سے کشتی بے قابو ہو گئی۔ کسی نے کہا کہ ہر ایک آدمی جو کشتی پر سوار ہیں اپنے وقت کی کوئی سچی سچی بات بے کم و کاست بیان کرے تو یقین ہے کہ کشتی کنارہ پر پہنچ جائے گی۔ ایک عورت نے کہا کہ اب تو میں پیر زال ہوں لیکن جب جوان عمر تھی تو چار چار پانچ مردوں سے سیر نہ ہوتی تھی دوسری نے کہا کہ میں جب جوان عمر تھی تو اگر کوئی مجھے صرف لفظ دُلہن سے مخاطب کرتا تو میں فوراً بے حیل و حجت اس کے ہمراہ جا کر مباشرت کرتی تیسری نے بھی اپنی بد چلنی کی بابت ایسے ہی کلمات واہیات بیان کئے اس پر کسی نے ملاح سے کہا کہ آپ بھی اپنی زندگی کا سچ سچ واقعہ بیان کریں تاکہ سچ کی برکت سے کشتی کنارہ پر جا پہنچے ملاح نے جواب دیا کہ سچی بات تو یہ ہے کہ میری ڈاڑھی سفید ہو گئی ہے اور ہزاروں لاکھوں پور عبور کرائے ہیں مگر تم جیسا گانڈو پور کبھی نہیں سوار کیا سو فالٹو کہتا ہوگا کہ میں نے بہت بہت پور مخلوق کے دیکھے ہیں لیکن ایسا نکما پور نہیں دیکھا کہ روٹی کھا کر سو جاتے ہیں پھر نماز پڑھتے ہیں پھر سو جاتے ہیں کوئی کام نہیں کرتے۔

ایک دن فرمایا کہ تمہارا ملازم کہتا ہوگا یارو گل محمد کو کیا ہو گیا ہے وہاں سیوی میں نوکر ہر وقت اس کے روبرو پنکھا ہلاتے تھے اور یہ لوگوں کو

ہتھکڑیاں لگاتا پھرتا تھا اب اوروں کی جوتیاں اٹھائے پھرتا ہے یہاں کوئی اسے پوچھتا بھی نہیں۔ اس کے بعد یہ مثل فرمائی ہم نے یوں ہی گپ سُنی ہے خدا جانے جھوٹ ہے یا سچ۔ کہ کسی بادشاہ کے عہد میں ایک عامل تھا جس وقت عمل کرلیتا تھا تو مؤکل اس کے آگے حاضر ہو جاتے تھے ان کو حکم دیتا تھا کہ فلاں رئیس یا راجہ ہے اس کی لڑکی کو حاضر کرو وہ اٹھائے جاتے اور وہ اپنا کام کرلیتا اور غسل کر کے پھر عمل پڑھتا تھا اور یہی کیفیت روزمرہ اس کی جاری تھی۔ ایک لڑکی بہت ہوشیار تھی اس نے ایک درخواست لکھی اور بادشاہ کے محل کے دروازہ پر پھینک دی کہ آپ کی سلطنت میں ایسے ایسے ظلم ہم پر ہو رہے ہیں بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کا پتہ لگاؤ۔ آخر معلوم ہوگیا کہ فلاں شخص جادوگر ہے بادشاہ نے مختصر سی فوج بھیجی کہ اسے گرفتار کر کے لاؤ اس نے عمل پڑھا سپاہی کور ہوگئے۔ بادشاہ بہت خوف زدہ ہوا کہ مبادا میری تمام سپاہ کو نابینا کر دے۔ اس واسطے وزراء کو مشورہ کے واسطے طلب کیا انہوں نے یہ رائے دی کہ پلید آدمی کا عمل نہیں چلتا۔ اگر کسی طرح اس عامل کو ناپاک کرلیا جائے تو یقین ہے کہ اس طریقہ سے وہ جلد گرفتار ہو جائے گا۔ اس مطلب کے لئے ایک بڑھیا زال منتخب ہوئی۔ جو نجاست لے کر اس کے گھر گئی اور اس کے برتن اور چاہ کو ناپاک کردیا۔ اب دو سپاہیوں نے جا کر اسے گرفتار کرلیا اور بادشاہ کے حکم سے جیل خانہ بھیج دیا گیا۔ ملازمان جیل کو ہدایت

کی گئی کہ مبادا یہ ناپاک غسل کرے اور پاک ہوکر کوئی مصیبت سر پر لائے۔ مگر
اتفاق سے اُسے ایک سبو چہ پاک پانی کا مل گیا اس نے اپنا عمل پڑھا۔ بیڑیاں قید
کی جدا ہوگئیں اور وہ آزاد ہوکر چلا گیا۔ اپنی اس عادت ذمیمہ میں مصروف ہوا
کچھ عرصے کے بعد ایک شخص ملا جو اسی کا بچپن کا دوست تھا اس نے بہت
لعنت ملامت کی کہ اب تمہاری عمر ختم ہونے والی ہے اپنی سیاہ کاریوں سے
توبہ کرو۔ اس نے کہا کہ توبہ کرنے کو تو میرا دل چاہتا ہے مگر پچھلے گناہوں کا
انبار اس قدر وزنی ہے کہ اس کے بوجھ سے دبا مرتا ہوں کوئی ایسا شخص بتاؤ
جو میرے گذشتہ گناہوں کو معاف کرا سکے اس شخص نے کہا کہ یہ طاقت تو میرے
حضرت نصیر الدّین چراغ دہلویؒ کے پاس ہے ؎

آنانکہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند　　سگ را ولی کنند مگس را ہما کنند

عامل بولا کہ دہلی یہاں سے چار کوس ہے میں وہاں کیونکر جا سکتا ہوں
(تھوڑی دیر سوچ کر) خیر کوئی تدبیر کرتا ہوں غسل کیا اور عمل پڑھا۔ بمجرد پڑھنے
عمل کے موکلان کو حکم دیا کہ خواجہ صاحب کو لے آؤ۔ موکل روانہ ہوئے جب
حضرت کی خدمت میں پہنچے تو دیکھا کہ حضور پُر نور وضو کر رہے ہیں آپ نے
تبسم فرمایا اور تجاہل عارفانہ سے پوچھا کہ کس طرح آنا ہوا انہوں نے عرض
کیا حضور کو سب کچھ معلوم ہے۔ آپ نماز سے فارغ ہوئے اور انہی موکلان
کو حکم دیا کہ اپنے عامل کو حاضر کرو چنانچہ عامل صاحب بحالت نگوں حضرت
صاحب کی خدمت اقدسہ میں پہنچے۔ آپ نے پوچھا کہ میاں اعمل وہ اچھا یا

یہ اچھا! وہ نادم ہو کر خاموش رہا پھر اس نے اس پیر کامل کے ہاتھوں پر توبہ کی اور زُمرہ مقبلانِ حق میں داخل ہُوا۔

خدا باتیں کرتا ہے

ایک دن رمضان شریف میں حضور نے سرد خانہ میں قیلولہ فرمایا جب اُٹھے تو فرمایا کہ آج ہم تین چار گھنٹے سوئے رہے۔ اس کا افسوس ہے اگر کوئی آدمی میرے ساتھ بیٹھا رہے تو میں بھی رہوں یہ مناسب نظر نہیں آتا کہ اور لوگ تو سوئے رہیں اور میں بیٹھا رہوں اس پر خاکسار نے عرض کیا کہ حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ کی عمر ۹۵ سال کی ہوگئی تھی لیکن کتب سیر میں لکھا ہے کہ آپ نے وفات سے پہلے قد دراز نہیں فرمائی کیا ان کے ساتھ بھی کوئی باتیں کرتا اور بیٹھا رہتا تھا۔ حضور نے فرمایا کہ ان کے ساتھ خدا باتیں کرتا تھا سو اگر میرے ساتھ خدا باتیں کرتا تو تم لوگوں کو میں کیا کرتا (نکال دیتا) مگر چونکہ خدا تعالیٰ میرے ساتھ باتیں نہیں کرتا اسلئے کہتا ہوں کہ کوئی دوسرا آدمی اگر میرے ساتھ بیٹھ کر باتیں کرتا رہے تو میں بھی نہیں سوؤں گا۔

ایک دن حضور والا نے قد دراز فرمائی اور مجھے فرمایا کہ جب سیوی واپس جاؤ تو مجھے ریل کا احوال لکھنا کہ ہرات میں مجھ کو کام ہے پس ایک ماہ بعد جب میں بلوچستان واپس آیا تو خبر مشہور ہوگئی تھی کہ کمیشن انگریزی آنے والی ہے اور ہرات جائے گی۔

عطا کردہ سلسلہ شریف

ایک دن مجرم کو وساوس شیطانی سے بہت تشویش رہی اور حضور والا

کی پیشی میں بھی بہت کم گیا۔ البتہ رات کی کچہری میں حاضر ہوا۔ اور دوزانو مجلس میں جا کر بیٹھ گیا۔ اس وقت حضور فرماتے تھے کہ جس سلسلہ شریف پر حضرت خواجہ غریب نواز کے واسطے حضرت قبلہ عالم صاحب رضی اللہ عنہ نے دستخط فرمائے تھے ان کے دو غلاف تو کپڑے کے تھے اور ایک غلاف چرمی تھا۔ آپ چھ سات ماہ کے بعد ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ گل محمد کی والدہ میری کتاب اٹھا لے آ۔ آپ کچھ دیکھ کر رکھ دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اس کتاب تک کسی کا ہاتھ نہ پہنچے۔ اس موقع پر غلام حسن خان جانڈیہ نے عرض کیا کہ غریب نواز۔ اسی سلسلہ شریف پر بھی یہی عبارت درج ہے کہ بکربت وغربت " آپ نے فرمایا کہ اتنا زیادہ ہے بمنہٖ وکرمہٖ۔ اور فرمایا کہ مولوی محمد عابد سوکڑی جو مرید حضرت نارووالے صاحب کا تھا اس کے متعلق میں نے مولوی یار محمد سے پوچھا ہے کہ کوئی سلسلہ دستخط کردہ بھی ان کے پاس تھا اس نے کہا کہ میں کتابیں دیکھوں گا۔

ایک دن سلسلہ لے آیا اس میں بھی ایک لفظ زیادہ تھا اب یاد نہیں آتا کہ وہ لفظ کون سا تھا۔ اور حضرت قبلہ عالم رضہ اور حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ اور نارووالے صاحب تینوں کا خط ایک ہی نمونہ کا ہے اور حضرت خواجہ فخر عالم قدس سرہ العزیز پہلے حضرات عظام یعنی ان کے

پیران جس عبارت میں چاہتے تھے۔ سلسلہ پر دستخط فرماتے تھے یہ عبارت "کہ بکربت و غربت خاک راہ دردمنداں" خواجہ فخر الدین صاحب دہلوی علیہ الرحمۃ کی ہے۔

اور دیکھو بے پایاں علم حضرت کا کہ کیا عمدہ عبارت ہے کربت اور غربت اور انکسار کو دیکھو کہ خاک راہ کس کی ؟ دردمنداں کی۔ اور مرتبہ دردمندوں کا خیال کرو۔

تبرکات حضرت قبلہ عالمؒ

اثنائے تقریر بالا میں فرمایا کہ حضرت قبلہ عالمؒ کے پاس حضرت فخر عالمؒ کی عطیہ ایک گدڑی (پنجابی) رزئی واز مرزائی چھینٹ کی تھی جس کی آستین دراز تھیں اور ایک پگڑی زرکنار بطور تبرکات ملی ہوئی تھیں اور حضرت اعلیٰ خواجہ علیہ الرحمۃ کے پاس حضرت قبلہ عالم سے ایک پاجامہ سلوار چار تختے اور ایک ٹوپ سبز تھا جب بہت ضرورت ہوتی تھی یا کوئی بیمار ہوتا تھا۔ تبرکات نکال کر بیمار کے سر پر رکھ دیتے تھے اور پھر اپنے سر مبارک پر رکھ کر دعا مانگتے تھے۔

اس کے بعد آپ نے کچھ تذکرہ حضرت شہید صاحب فرزند حضرت قبلہ عالم مہارویؒ کا فرمایا اور مجھے بلند آواز سے پکارا۔ کہ گل محمد خان! طبیعت کو خیر ہے ہاتھ باندھ کر عرض کی کہ ہاں غریب نواز! مگر اس دن مجرم گوناگوں تشادیش اور وساوس شیطانی میں مبتلا تھا اور دل میں طرح

طرح کے خیالات فاسد گذرتے تھے۔

اس کے بعد آپ نماز عشاء کے واسطے مسجد معلّٰی کی طرف تشریف لے گئے۔ کئی درویش دیگر اور محرم بھی آکر حاضر ہوئے اس اثناء میں مولوی حسن زمان صاحب دکنی کا ذکر آیا کہ ہندوستان میں بڑے پایہ کا عالم ہے اور جناب محمد علی شاہ صاحب سے بیعت ہے اب عرس شریف حضرت خواجہ بزرگ اجمیری رح پر بھی حاضر ہوا تھا جیسا کہ صاحب زادہ حافظ محمد موسیٰ صاحب کے مراسلہ سے معلوم ہوا ہے اور سُنا گیا ہے کہ ایک کتاب محبوب سبحانی رض اور محبوب الٰہی کے حالات میں لکھ رہا ہے اور ان کی محبوبیت کا مباحثہ کچھ عرصہ سے چلا آتا ہے صاحب زادہ صاحب غلام نبی جی مہاروی نے اس گفتگو میں عمدہ جواب دیا تھا کہ دونوں محبوب ہیں مگر سبحان اسم صفت ہے اور اللہ اسمِ ذات ہے پس وہ محبوب صفات اور یہ محبوب ذات کے ہیں اور فرمایا کہ عام لوگ کہتے ہیں کہ امیر خسرو رض جو حضرت محبوب الٰہی کے پیارے اور ادبی دنیا میں ایک روشن ستارے ہیں

بے پردہ محبوب نہیں ہوتے؛ ایک دفعہ حضرت بو علی قلندر رح پانی پتی کی خدمت میں گئے قلندر صاحب نے فرمایا کہ میں سلطان المشائخ کی ولایت کا تو مُقر ہوں لیکن اجلاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اُن کو کبھی نہیں دیکھا۔ درحالیکہ دیگر اولیاء کرام کو دیکھا کرتا ہوں جب امیر خسرو صاحب اپنے پیر و مرشد

کی خدمت میں گئے تو اس معاملہ کا ذکر کیا جب پھر پانی پت جانے کا اتفاق ہُوا تو حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ فلاں وِرد قلندر صاحب پڑھ کر سوئیں تو کچھ عجائبات معلوم ہوں گے جب قلندر صاحب نے اس پر عمل کیا تو دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمے کے مقابل ایک اور خیمہ ہے اس کا پردہ اُٹھایا گیا۔ تو حضور سلطان المشائخ وہاں موجود تھے قلندر صاحب دیکھ کر حیران ہو گئے اور یہ نکتہ استماع فرمایا کہ قلندر محبوب بے پردہ نہیں ہوتے۔ صبح کو حضرت بو علی قلندر نے امیر خسرو صاحب سے یہ ذکر فرمایا۔ کہ وہ خیمہ تو میں ہمیشہ دیکھا کرتا تھا مگر مجھے معلوم نہ تھا کہ حضرت محبوب الٰہی صاحب وہاں رونق افروز ہوتے ہیں الآن هو بکماله وجماله۔ اس کے بعد حضرت غریب نواز نے اس امر کی تحقیقات کے واسطے کہ حضرت بو علی قلندر صاحب کو کہاں سے فیض ملا ہے کتاب مرآت کھولی۔ مگر پتہ نہ ملا فرمایا کل روز دیکھیں گے پھر دن کو بھی ملاحظہ فرمایا۔ مگر کچھ نہ معلوم ہوا کتاب مرآت الاسرار کے آخری اوراق ندارد تھے۔

ایک دن حضور والا نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالےٰ نے اوّل تو انبیاء کے معجزات وکرامات سے کام لیا ہے اب ان کے دکھلانے والا کوئی نہیں رہا اسلئے ریل وتار کہ طرفہ نما ہیں ان سے کام لینے لگا حقیقی تاثیر بخش (اللہ تعالیٰ) اگر مادہ کی تاثیر بند کر دے تو ریل کو چلنے کی طاقت

نہ ہو۔ اور اگر برق کی تاثیر چلی جائے تو تار کام نہ دے۔ انگریزی ڈاکٹر بخار وغیرہ ادویہ کے واسطے کونین اور دیگر نباتی بوٹیاں تلاش جاکر کرتے ہیں اور اپنی عمر تجربوں اور تحقیقات میں صرف کردی ہیں مگر خود تو کچھ نہیں بنا سکتے۔ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ اللہ تبارک وتعالیٰ ان سے کام لے رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس سب سامان موجود ہے قہار، جبار یہ سب اس کے اسماء ہیں ان کی صفت بھی ظاہر ہوتی ہے بادشاہوں کے پاس شیر گرگ، باروت، ڈائنامیٹ کروزر، ڈریڈ ناٹ وغیرہ سب کچھ ہوتے ہیں۔ اگرچہ یہ درندگان اور باردت ڈائنامیٹ ہلاک کنندگان ہیں مگر بادشاہ کے واسطے یہ خزانے سب برکت ہیں۔

دین دُنیا کے بادشاہ خواجہ: ایک دن تعمیرات کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ میں نے عرض کیا کہ بنگلہ سنگ مرمر کب بنایا جائیگا فرمایا کہ تھک گئے ہیں مگر اس کا سامان بارہ ہزار روپیہ کا خرید کیا پڑا ہے اسلئے بعد اختتام مسجد و چاہ اس کو بنایا جائے گا کیا کریں نکمے جو ہوئے۔

پھر فرمایا کہ حاجی خاں کاتب دریہ شخص حضرت خواجۂ خواجگاں شاہ محمد سلیمان علیہ الرحمۃ والغفران کے خاص غلاموں سے تھا اور خوش نویسی میں شہرۂ آفاق تھا ذکر کرتا تھا کہ ایک لڑکا پاؤں سے لنگڑا

اور ہاتھوں سے لولا تھا۔ منگروٹھ غربی میں رہتا تھا۔ شہر کے سب لڑکے
اس کے زیر فرمان تھے۔ کوئی ایک سو کے قریب اطفال شہر اس کے
تابع تھے وہ تمام لڑکے اس لولے لڑکے کو ایک پلنگڑی پر اٹھا کر لے
جاتے تھے اور منگروٹھ شرقی کے لڑکوں سے جنگ کیا کرتے تھے وہ حکم
دیتا تھا کہ فلاں لڑکے کو ڈھیلے مارو۔ فلاں کو ملتے نے چابک لگاؤ۔ فلاں کو
پکڑ لو کہ کل یہ حاضر تھا کبھی کوئی لڑکا منت کرتا کہ میں معافی طلب کرتا ہوں۔
آئندہ میں حاضر ہوا کروں گا۔ اس زمانہ میں ایک بزرگ اوان قاری کا آیا ہوا
سردار مسو خاں رئیس و حاکم منگروٹھ کو اس سے بہت اعتقاد تھا۔ خیال یہ تھا
کہ وہ بزرگ صاحب کشف ہے اس نے دست و پا لڑکے کی سرگذشت
اس صفا باطن کے کانوں پڑی۔ دیکھنے کا مشتاق ہوا۔ اور جا کر اطفال کی
فوج کو دیکھا۔ بشرہ سے دیکھ کر فرمایا کہ اس لڑکے کی پیشانی پر حکومت
اور بادشاہت لکھی تھی چنانچہ جبر کرتا تو ضرور کہیں کا حاکم ہو جاتا مگر صبر
نہ کر سکا۔ اس کی حکومت اب اطفال کی فرمانروائی میں طے ہو جاتی ہے
اس کے بعد خان صاحب گل محمد خاں لکھتے ہیں کہ اگر حضور والا یہ عمارات
طلائی و سنگ مرمر وغیرہ سامان شاہی کا انصرام نہ کرتے تو بادشاہی دنیوی
جو آپ کے نام ازل سے لکھی تھی کہاں ادا ہوتی۔

ایک شخص نے حضور کی عدم موجودگی میں نایابی ذات الٰہی کا ذکر کر کے
مایوسی کا اظہار کیا۔ میں بھی اس کی رائے سے متفق تھا کچہری میں حضور پرنور

نے مجھ مجرم کو بلا تحریک خود بخود یہ فرمایا کہ خدا تعالیٰ را طلب نہ یابد تاہم طالب یابد۔ یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کا ملنا طلب پر موقوف ہونا نہیں مگر پھر بھی ملتا ہے تو طالب کو ملتا ہے طالب کے سوا دوسرے سوئے ہوئے کو نہیں ملے گا۔

ایک دن حضرت غریب نواز نے مولوی عبدالرحمٰن متوطن سکھر کا حال پوچھا۔ میں نے عرض کیا کہ اپنے مرشد کی تعریف فرما کر ان تعمیرات ساختہ حضور کے بارہ میں اعتراض کرتا تھا فرمایا کہ یہ عمارات ہمارے عوائب کی سپر ہیں۔ یہ موٹا گناہ تو دیکھ سکتے ہیں لیکن آگے کو نہیں دیکھ سکتے آگے کا عمق دیکھیں۔

غوثِ زماں کی توجہ:

ایک رات ذکر فرمایا کہ بزعمر غلامانی جو کوہ درگ کے رہنے والا تھا۔ راہ زنی اور سرقہ بالجبر کا عادی ہو چکا تھا۔ لوگوں کو لوٹتا رہتا تھا۔ اور خواجہ صاحب کو والدہ ماجدہ قلعہ کے اندر سلاتی تھیں اور آدمیوں کا پہرہ ہوتا تھا۔ مبادا یہ میرا بیٹا بھاگ جائے (یعنی مہار شریف چلا جائے) ایک رات حضرت خواجہ صاحب کو اپنے پیرو مرشد حضرت قبلہ عالم رضؓ کی محبت نے غلبہ کیا خواجہ صاحب دیوار قلعہ سے کوٹ پر چڑھ گئے۔ کوٹ کے گرد کانٹوں کی لمبی بار چوڑی باڑ تھی۔ خواجہ صاحب حیران تھے کہ کس طریقہ سے یہاں چلا جاؤں۔ آخر اپنا نمدہ اٹھایا اور اسے چار تہہ کر کے کانٹوں کی

باڑ پر پھینک دیا اور پھر اوپر سے چھلانگ لگائی اور دیوار سے نیچے اپنے
نمدہ پر آرہے پاؤں میں ایک کانٹا بھی نہ لگا کچھ حصہ رات کا باقی تھا تو آرا
حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت میں جانے کی تیاری کی اور بغیر اطلاع روانہ ہو گئے
راستہ میں پانی کا چشمہ تھا وہاں صبح کی نماز پڑھی ایک شخص ملاقی ہوا اور کہنے
لگا کہ میاں کہاں جاتے ہو اس وقت مت جاؤ۔ کہ راستہ میں بزغر غلامانی
راستہ میں بزغر غلامانی راستہ لوٹتا ہے اور مال اسباب چھین لیتا ہے پھر کہا
کہ یہ راستہ نہ لو۔ دوسرے راستہ سے جا سکتے ہو۔ خواجہ صاحب نے فرمایا
کہ میرا کیا لوٹ لیں گے۔ یہ کپڑے ہیں اتار لیں۔ میں اُن سے نہیں ڈرتا۔
الغرض خواجہ صاحب روانہ ہوئے آگے دیکھا کہ تین چار شخص کھڑے
ہیں۔ خواجہ صاحب ان سے سلام علیکم کر کے چلے گئے۔ پیچھے دیکھا
کہ کبھی وہ دوڑتے تھے کبھی ٹھہر جاتے تھے آخر انہوں نے آواز دی کہ
کھڑے ہو جاؤ خواجہ صاحب فرماتے تھے میں ٹھہر گیا۔ اتنے میں وہ شخص
جو بزغر وہی تھا نزدیک آیا۔ بولا تو فقیر ہے کہا کہ ہاں! پوچھا کدھر جاتے
ہو؟ کہا پیر کی خدمت میں! پوچھا پیر تمہارا کہاں رہتا ہے میں نے کہا کہ
ملتان سے پرے۔ اتنے میں وہ راہزن میرے پاؤں پر گر پڑا۔ کہ میں غارت
گر ہوں۔ مگر آج سے اس بیہودہ اور ظالمانہ کردار سے توبہ کرتا ہوں مجھے
دُعا کرو خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ وہاں سے رخصت ہوئے۔
پہلی رات دائرہ دین پناہ شرقی اور دوسری رات مخدوم رشید جا کر

گذاری ۔ اور اسی دن عشا کے وقت مہار شریف پہنچ گئے وہاں حضرت قبلہ عالم رضی اللہ عنہ کی طبع مبارک بہت علیل تھی ۔

صاحب زادہ صاحب شہید صاحب کو آپ نے بلا کر فرمایا تھا کہ میرا ایک کام کرو وہ یہ ہے کہ اس رُہیلا لڑکے کو کہیں جا کر تلاش کرو حضرت شہید صاحب کا نام نور الصمد اور دوسرے صاحب زادے کا نام حضرت نور احمد اور ثالث فرزند حضرت قبلہ عالم کا اسم شریف نور الحسن تھا اگرچہ شہید صاحب نے تیاری کر لی تھی مگر بہت متفکر تھے کہ حضرت قبلہ عالمؒ کی یہ کیفیت ہے کہ ضعف کمال ہے ۔ اب میں ایسی نازک حالت میں خواجہ صاحب کو کہاں تلاش کرنے جاؤں پھر دوبارہ حضرت قبلہ عالمؒ نے شہید صاحب کو طلب فرمایا اور پوچھا کہ تیاری کی ہے ؟

عرض کیا کہ ہاں غریب نواز ! آج رات جاؤں گا فرمایا اب مت جا خداوند کریم خود اسے لے آئے گا عرض کیا کہ غریب نواز ! میں نے تیاری کر لی ہے فرمایا کہ نہیں اب میں کہتا ہوں کہ نہ جا یہ وہی شب تھی کہ خواجہ صاحب حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت اقدس میں پہنچ گئے حضرت قبلہ عالمؒ نے خواجہ صاحب کو اپنی چارپائی پر بٹھایا اور آہستہ ان کے کان میں کچھ فرماتے تھے ۔ لانگری نے خوشامدًا آکر کہا کہ میاں روہیلہ اُٹھ تمہارا ڈیرہ کراؤں ۔ فرمایا کہ اس کو اب رہنے دو ۔ ڈیرہ ہو جائے گا میری طبیعت لاچار ہے لوگوں کو اٹھا دو سب کو اٹھا دیا گیا صرف حضرت قبلہ عالمؒ

وحضرت خواجہ صاحب رضی بلا رقابت احدے تنہا رہ گئے۔ ازاں بعد جو کچھ فرمانا تھا فرمایا کہ کمال شہید صاحب کا دیکھو کہ حضرت خواجہ صاحب سے جب ملے تو تمام وکمال باتیں بیان کر دیں کہ یہ یہ حضرت اقدس نے آپ سے فرمایا تھا۔ جب حضرت خواجہ صاحب خلافت سے مشرف ہو کر وطن میں تشریف لائے تو بزغر غلامانی صدق دل سے آکر مرید ہوا اس نے آپ کے یہ شعر پڑھا ہے

انصاف تو کر چھٹ نہ سکا تجھ سے اک رقیب ؛ میں نے کیونکر تیری الفت میں زمانہ چھوڑا

قدمی کے بارہ میں حضرت کا صحیح فیصلہ ؛

ایک رات ہندوستانی شیخ نا معلوم الاسم نے میرے روبرو حضور میں کہا کہ پیر دستگیر قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ کل ولی اللہ میرے قدم کے نیچے ہیں آپ نے فرمایا کہ ہم عصران اولیاؤں سے مراد ہے بلکہ بغداد شریف کے اولیائے کرام سے مقصود ہوگا۔ شیخ اپنی بات پر کچھ اصرار کرتا تھا۔ حضور نے فرمایا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اور حضرت علی رضی تو اولیا رہیں کیا ان پر بھی قدم ہے یہ داخل بے ادبی ہے اور ادب کرنا بزرگوں کا کام ہے ادب کوئی ان سے سیکھے۔ حضور نے یہ بیان کچھ ایسے پُر رعب لہجہ سے فرمایا تھا کہ حاضرین بہت خوف زدہ ہو گئے اور شیخ مذکور بھی بہت ڈر گیا۔ شیخ کے حق میں بکثرت فرماتے رہے

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ٥

پہلی کا چاند ایک رات آپ نے (سہ حرفی) سننے کے واسطے ارشاد فرمایا۔ آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ گاہے گاہے یہ کلام سنا کرتے تھے قوال گانے لگا حق نواز خاں سدوزئی جو اس وقت حاضرِ خدمت تھا نہایت رقیق القلب اور خدا دوست آدمی تھا حالتِ وجد میں آیا اور نعرہ مارنا شروع کیا یہاں تک کہ محل معلٰی کے باہر نکل گیا اور حالت مدہوشی میں تھا۔ آپ نے حافظ محمد کو ارشاد فرمایا کہ خان مبرور کے پیچھے جاؤ۔ مبادا وہ آپ کو نیچے گرا دے اور قوال کو حکم دیا گیا کہ گانا بند کر دے اور سب حاضرین کو رخصت ملی۔

دوپہر کے وقت آپ نے اس عاجز کو ارشاد کیا کہ آؤ بڑے صوفی صاحب رات تمہارے چھوٹے صوفی نے کمال کیا اور تو ہنستا تھا عرض کیا کہ میرا ہنسنا تو خاص آواز پر تھا کہ حق نواز خاں عجب نعرے لگاتا تھا میرا خیال تھا کہ بناوٹی معاملہ ہے لیکن جب مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ مدہوش ہے تو ہنسی جاتی رہی۔

فرمایا کہ نواب بہاول خاں کی بینائی کم ہو گئی تھی اگر کوئی ہلال دیکھ لیتا تو خان مذکور کہا کرتا تھا کہ دیکھو بھلا کوئی پہلی کا چاند بھی دیکھ سکتا ہے؟

کیف و مستی عجیب نسبت ہے سو ہم کو جو وجد نہ ہو تو دل میں بھی یقین نہیں آتا۔ میں نے عرض کیا کہ وجد نہ آنے کے دو سبب ہیں ایک تو جب ہوا چلتی ہے تو معمولی

شاخیں ہلتی ہیں نہ پتھر سخت۔ دوسرا دُول دریا (عمیق بحر ذخار) کو یہ ہوائے خفیفہ بھلا کب ہلا سکتی ہے فرمایا ہم ان دونوں اوصاف سے خالی ہیں عرض کیا کہ دونوں صفتیں ایک دوسرے کا ضد ہیں ایک تو ضرور ہوگی آپ نے فرمایا کہ نہ میں پتھر سخت کی طرح ہوں اور نہ دُول دریا۔ پھر فرمایا پہلی شادی محمد موسیٰ پر ہم ہیر و گئے تھے ہمارے بہت دوست شادی میں شریک تھے جب دستور ملک کے مطابق پچھلی رات گھونگھٹ کوار کو لاوال دینے لگے (سنگھڑ میں دستور ہے کہ نکاح خوانی کے بعد دولہا دُلہن کو ایک پلنگ پر بٹھایا جاتا ہے اس وقت دُلہن گھونگھٹ نکالے ہوتی ہے۔ مراسن آکر پلنگ کے سامنے سہرہ پڑھتی ہے براتی دُلہا دلہن پر زر نچھاور کرتے ہیں اسی رسم کا نام لاوال ہے ا۔ ب بلوچ) پردہ داری کے سبب اندر تو اور لوگ نہ آئے تھے مطرب عورتوں نے گانا شروع کیا مجھے بے اختیار گریہ آیا ہر چند کہ میں چھپاتا اور خیال تبدیل کرتا تھا مگر یہ ضبط نہ ہوتا تھا (ایک مستور کا نام لیا) میری یہ حالت گریہ کی دیکھ کر رونے لگی کہ یہ کیا ہوگیا۔

دوسرا حضرت شاہزادہ احمد مغفور کی شادی کا ذکر تو نے سُنا ہے عرض کی کہ نہ غریب نواز! فرمایا کہ ان کی شادی پر میں لنگر خانہ کی چھت پر انتظام طعام مہمانان میں مشغول تھا بارہ بجے کو فراغت ہوئی خان صاحب غلام قادر خاں میرے پاس آیا۔ اور قوالوں کی سفارش لایا کہ ان کو گانے کی اجازت عطا کی جائے۔ میں نے کہا کہ ان کو دو سو روپیہ تو میں نے

دیدیا ہے اور کیا چاہتے ہیں خان صاحب نے مکرر کہا میں نے منظور کر لیا۔ آستانہ شریف کے اندر غربی دیوار کے متصل فرش بچھائے گئے میں بھی گیا۔ احمدو مغفور کو بھی میلی پوشاک میں غلام قادر خاں نے بیچ منگوا لیا قوال کہنے لگے۔ ع

جنج کوں ونج کُل عالم دیکھے۔ میں بھی ڈیکھن گئی ہاں۔ میں ڈیکھاں مُکھ تیرا الخ

مجھ کو بے اختیار گریہ آیا.... حضرت غریب نواز بھی اس موقعہ پر بھی آبدیدہ ہوئے کہ مجھ کو احمدو کا کوئی خیال نہ تھا۔ صرف حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کا تصوّر کرنے سے کہ منہ میرا خانقاہ مبارک کی طرف تھا بے اختیار گریہ آیا۔ مجرم بھی اس وقت آبدیدہ تھا پھر حضرت غریب نواز نے فرمایا کہ مجلس میں بہت سے لوگ رونے لگے۔ اور میں نے گانا بند کرایا کہ اب تو فائدہ اٹھایا جب میں دولت سرا میں گیا۔ تو والدہ ماجدہ نے مجھے فرمایا کہ تم نے کیا کیا کہ شادی میں گریہ کرایا میں نے کہا کہ امر بے اختیاری تھا۔ سو سمجھے احمدو کے انتقال وصال کا نتیجہ آنکلا اور یہ گریہ بے اختیار تھا۔ اس کے بعد آپ نے حق نواز خاں کے نیک آدمی ہونے کی تصدیق فرمائی۔ میں نے عرض کیا کہ غریب نواز! اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنروں کو کس قدر رعونت ہوتی ہے اور حق نواز خاں کو ذرا بھی نہیں فرمایا کہ حضرت خواجہ صاحب کے دست مبارک کی تاثیر ہے انہی تذکروں میں آپ ہر امر کی بابت حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کا حوالہ دیتے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت خواجہ صاحب بھی حضرت

قبلہ عالمؒ صاحب کا حوالہ دیتے ہوں گے آپ نے تبسم فرمایا اور زبان

دُرافشاں پر لائے کہ حضرت کے ساتھ بھلا

خواجہ کریم کی خوشی؛

کون بات چیت کر سکتا اور ان سے پوچھنے کی کس کو طاقت تھی۔ اس کے ارشاد فرمایا کہ کسی آستانہ پر ایک فقیر بھی ایسا نہ ہوگا جیسا کہ آج کل یہاں جمع ہیں۔ ہم کو لاکھ روپے سے اس قدر خوشی نہیں ہو سکتی جیسا کہ ایک فقیر کے آجانے سے فرحت ہوتی ہے۔ اور میاں غلام حسن ہندوستانی کی بوجہ ترقی شغل و اوراد تعریف فرمائی۔

ظہر کی نماز کے بعد جب حق نواز خاں باب عالی سے مرخص ہو کر وطن کو چلا گیا تو مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ حق نواز خاں کو پہنچا آئے عرض کیا کہ ہاں غریب نواز! فرمایا کچھ لوٹ آنے کا فرمایا تھا عرض کیا کہ اب تو کچھ نہیں کہا مگر ضرور آئے گا خوش ہو کر گیا ہے ؎

کہ مزدور خوش دل کند کار بیش۔

فرمایا کہ میں تو سب کا خادم ہوں۔

ایک دفعہ آپ نے مجھ سے استفسار

یہ بلائیں کہاں سے آگئیں

فرمایا کہ گل محمد بتاؤ کہ روتا آنا اور ہنستا جانا اچھا ہے یا ہنستا جانا اور روتا آنا اچھا ہے؟ عرض کیا کہ درد محبت میں روتا جانا اچھا ہے فرمایا لوگ اس کو پسند کرتے ہیں کہ روتا آنا اور ہنستا گیا اور میں اس کے برخلاف ہوں۔ کہ ہنستا آنا اور روتا جانا اچھا ہے

فرمایا کہ جب ہم مکہ شریف میں گئے تھے تو جمیع ہمراہی ہمارے روتے گئے اور ہنستے آئے تھے اور جب بیت اللہ میں ہم داخل ہوئے تھے ایک سو آدمی ہمراہ ہو گئے سب کے سب بے اختیار روتے تھے ایک مرتبہ تو حرم میں زلزلہ ڈال دیا یہاں تک کہ لوگ کہتے تھے کہ یہ بلائیں کہاں سے آئیں لیکن لوٹتے وقت سب ہنستے آئے۔

خدا نے اس وقت یوں رُلایا کہ بیماری ہیضہ کی آپڑی اور بہت سے لوگ آناً فاناً اس بیماری کا شکار ہوئے۔ میں نے عرض کیا کہ نفحات میں ذکر ہے کہ ایک اولیاء کہیں سے چلا گیا۔ اس کے نام دوسرے ولی نے خط لکھا کہ جب سے آپ یہاں سے چلے گئے ہیں سب صوفیوں کو ایک دوسرے سے بُغض و عناد ہے اس نے جواب میں لکھا کہ یہ رشک الٰہی ہے کہ صوفی میرے سوا ایک دوسرے سے دوستی نہ رکھیں۔ سو یہ بھی تیری غیرت ہے۔ اگر یہ لوگ بیت اللہ سے روتے آتے تو پھر کہاں چین ملتا پھر مجلس برخاست ہو گئی جب سب لوگ چلے گئے مجھے پھر ارشاد فرمایا کہ حضرت اعلیٰ خواجہ علیہ الرحمۃ فرماتے تھے جب ہم دہلی گئے تو سنا کہ امیر خسرو کے روضہ میں جو کوئی جاتا ہے روتا ہوا باہر آتا ہے۔ وہ طوائف بہ لباس فاخرہ امیر کے روضہ میں گئیں میں نے خیال کیا کہ دیکھوں ان پر بھی کچھ تاثیر ظاہر ہوتی ہے سو جب وہ باہر آئیں آنکھوں سے آنسو جاری تھے مگر ہم جو گئے تو جیسے گئے تھے ویسے باہر آئے رونا نہ آیا میں نے عرض

کیا کہ امیر خسرو آپ کو رُلا سکتا ہے تو کئی امیروں وزیروں کو رُلا دیوے۔

مُریدوں کی بلا

ایک دن آپ نے ارشاد فرمایا کہ مصنف مرآت نے ایک روایت لکھی ہے کہ جب بادشاہ گردیزہ حضرت یوسف شاہ (جن کا روضہ مبارک بوہڑ دروازہ اور لوہاری دروازہ کے مابین ملتان شریف میں ہے اس دارِ ناپائیدار سے انتقال کر گئے تو ان کی قبر پر جو کوئی بیعت کے واسطے جاتا قبر سے ہاتھ نکلتا تھا اور لوگ بیعت ہوتے تھے کہتے ہیں حضرت غوث بہاؤ الحق صاحب زکریا ملتانی کی خدمت میں کسی نے جا کر کہا کہ یہ کیفیت دیکھی اور سُنی جاتی ہے حضرت زکریا خود تشریف لے گئے اور فرمایا کہ یہ ہاتھ کا نکلنا خلافِ شرع ہے اس وقت سے ہاتھ نکلنا بند ہو گیا۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ ہم تو اس واقعہ کو تسلیم نہیں کرتے اور اگر سچ ہو تو بھی قابل اعتراض ہے کہ شاہ گردیز صاحب بعد وفات بھی اپنے مریدوں کی بلا سر پر اُٹھاتے رہے۔

ایک دن ذکر فرمانے لگے کہ لوگوں میں مشہور ہے کہ کعبے کے اوپر پرندے نہیں جاتے مگر میں نے دیکھا تھا کہ پرندے کعبہ شریف کے اوپر اُڑتے پھرتے ہیں ہاں لوگوں نے کبوترانِ حرم کو دیکھا تھا کہ روضہ متبرکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر سے نہیں جاتے بلکہ روضہ شریف سے پہلو کترا کر اُڑے چلے جاتے ہیں مگر وہ کبوتر لاغر اور کمزور ہوتے ہیں۔

میں گوشت ہوتا تھا یا عرس تو میرا دروازہ دولت سرائے پر جا کر آواز دیتا۔ اور کائی کنیز۔ اوکوئی کنیز۔ تیسری مرتبہ کہتا تھا کہ برتن لنگر میں بھیج دو تاکہ نان غرض ارسال ہو۔ ان کلمات مبارک سے استغنا اور با خدا یار از ہمہ بیزار کا مضمون پایا جاتا ہے۔

پیر دستگیر کا ذکر:

ایک رات مولوی یار محمد بنڈی والا سے حضرت نے سوال فرمایا کہ مولانا رومؒ نے مثنوی شریف میں جملہ بزرگان عالی مراتب کا ذکر درج فرمایا ہے مگر حضرت پیر دستگیرؒ کا ذکر درج نہیں ہے اس کا کیا باعث ہوگا۔ مولوی یار محمد صاحب نے کچھ دلائل بیان کیں مگر حضور نے فرمایا کہ غلام حسین خاں اور بڑے مولوی صاحب جو حضرت مولوی خدا بخش صاحب سے بیعت ہوئے۔ اس امر کا جواب شافی نہیں دے سکے آپ تو چھوٹے مولوی ہوئے اور یہ بھی فرمایا کہ غلام حسین خاں چانڈیہ نے کہا تھا کہ حضور پیر دستگیر اور مولانا رومؒ علیہ الرحمۃ کے پیر طریقت ہم زمانہ ہوں گے۔ پس مولانا روم علیہ الرحمۃ نے بلحاظ ادب اپنے مرشد کے۔ اور دوسرے بزرگاں ہم عصر کا ذکر نہیں کیا لیکن یہ امر صحیح نہیں ہے کیونکہ تواریخ سے ثابت ہے کہ حضرت پیر دستگیر (حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی قدس سرہ العزیز) مولانا روم سے ایک سو دس سال پہلے ہو گذرے ہیں اس کے بعد آپ نے یہ تمثیل بیان فرمائی کہ مولوی مکھڈ والے صاحب کو (یہ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کے برگزیدہ خلفاء میں سے تھے) لنگر سے گیہوں کی روٹی ملتی تھی

مگر ایک وقت ایسا آیا کہ سنگھڑ میں گیہوں نایاب تھی ۔ میاں خدابخش لانگری حضرت خواجہ صاحب نے ادھر اُدھر تلاش کی مگر کہیں نہ ملی ۔ غلامی نام ایک شخص لنگر کا اناج صاف کیا کرتا تھا ۔ انہی دنوں ایک طالب علم خانن طوطا بھی یہاں حلقہ درس میں تھا ۔ حضرت خواجہ بزرگوار جمیع طلبہ کی بہت خبرگیری فرماتے تھے ۔ لنگر سے ان کو ڈیڑھ پاؤ آٹا ملتا تھا چونکہ ان ایام میں گیہوں نایاب تھے ۔ اس واسطے سب طلبہ کو باجرہ کی روٹی ملتی تھی خانن طوطا نے حضور میں عرض کیا کہ قبلہ ! باجرہ کی روٹی کھانے سے خارش پیدا ہوگئی ہے خاکسار کو گندم کی روٹی ملا کرے ۔

اس پر آپ نے خدابخش لانگری کو حکم دیا کہ اسکو نان گندم دیا کرو ۔ خدابخش کی عادت تھی کہ حکم ملتے وقت تو قبول کرلیتا تھا مگر جیسا مناسب موقع ہوتا ۔ اسی طرح عمل پذیر ہوتا ۔ جب خانن طالب علم مذکور لنگر شریف میں حسبِ معمول روٹی لینے کے واسطے گیا تو اسے توقع تھی کہ آج مجھے گیہوں کی روٹی ملے گی مگر لانگری نے باجرہ کی روٹی دی ۔ خانن طوطا نے نہ لی ۔ اور حضور کی خدمت میں فریاد دی ۔ آپ نے ایک اور درویش کو ساتھ کر دیا کہ لانگری سے گیہوں کی روٹی دلائے جب دونوں لنگر خانہ میں پہنچے تو خدابخش وہاں موجود نہ تھا غلامی نام جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے بیٹھا تھا اس فقیر نے غلامی سے کہا کہ حضور نے حکم دیا ہے کہ میاں خانن کو گیہوں کی روٹی دی جائے ۔ غلامی نے جواب دیا کہ کھڈکرڑیں والے مولوی کے واسطے کنک

نہیں ملی۔ (لفظ تو مکھٹو ہے مگر غلامی جاہل مطلق نے یہ لفظ کہا) اور اب طوطا لالی بھی کنک مانگتے ہیں۔ یہ طنز سُن کر خان تو سخت برافروختہ ہوا کیونکہ وہ طوطے کے نام سے بہت چڑا کرتا تھا۔ غلامی بھاگ گیا اور خان غیظ وغضب میں مشتعل ہو کر حضور کی خدمت میں آیا کہ لانگری کا وزیر تو مسخری بھی ساتھ کرتا ہے۔

آپ نے دوسرے درویش سے تمام ماجرا پوچھا اور آپ بہت ہنسے یہ دلچسپ حکایت بیان کر کے آپ نے مولوی یار محمد سے فرمایا کہ یہ سوال بڑے مولوی صاحب سے حل نہ ہوا آپ تو چھوٹے مولوی ہوئے۔

ایک رات غلام حسین چانڈیہ نے حضور والا میں عرض کیا کہ وہاں قبر میں بھی وساوس اور خطرات نفسانی ہوں گے فرمایا کہ وہاں دو راستے ہیں جنت، جہنم، عذاب و صواب۔ اگر جنت مل گئی تو خطرات چلے گئے ورنہ سلسلہ شروع ہو گیا۔

قبر و حشر کے وفادار ساتھی

ایک دن کسی ذکر کے اثناء میں ارشاد فرمایا کہ میں خواب جو دیکھتا ہوں تو اس کی تعبیر بھی اسی نیند میں کر لیتا ہوں اور اکثر برصواب ہوتی ہے جیسا کہ اگلے دن خان صاحب غلام قادر خاں خاکوانی مرحوم نے خواب میں دیکھا اور اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ اور میں نے انہیں اوسط حالت میں پایا۔ نہ بہت خوش اور نہ بہت غمگین۔ اور جیسا کہ خان صاحب کی عا

صفا رکھنے کی تھی اس قدر صاف بھی نہ تھے یعنی سفید براق لباس نہ تھا
میں نے عالم رؤیا میں خان صاحب سے کہا کہ آپ نے سُنا ہے کہ آپ کے پیچھے
تیرے فرزندان نے آپس میں جھگڑا کیا ہے تو اس بات کے کہنے پر
انہوں نے کچھ توجہ نہ کی۔ میں نے دوبارہ یہی بات کہی اور پھر خان صاحب
نے پوچھا کہ کیا ماجرا ہے میں نے تمام حالات بے کم و کاست بتا دیئے
اس پر خان صاحب نے کہا کہ میں نے سُنا تھا کہ ان کی کچھ شکر رنجی ہوئی
ہے۔ پس اسکی تعبیر میں مجھے خیال گذرا کہ اللہ تعالیٰ جس کو زیادہ تکلیف
میں ڈالتا ہے اسے صدہا فرح کے تخیلات اور حسرات میں مبتلا کرتا
ہے اور وہ ہر وقت اسی بکھیڑے میں مستغرق رہتا ہے کہ میری فلاں شئے
وہ لے گیا فلاں مال وہ لے گیا وغیرہ وغیرہ
سو خان صاحب غلام قادر خاں مرحوم کو اس قسم کی کوئی حسرت نہیں
اور مجھے امید ہے کہ خداوند کریم نے اسے بخش دیا ہوگا۔
اس کے بعد فرمایا کہ حاجی قصائی کا دادا ضمہ حضرت خواجہ صاحب
کے حلقہ بیعت میں داخل ہو چکا تھا۔ اور یہ شخص قوم تنکانی کے سردار
محمد اسد خاں کا کراوہ یعنی محصّل تھا جب اس کی محصّلی سے اسد خاں
خوش ہو گیا تو اس کو روزہ دار بنایا۔ روزہ ایک عہدہ ہوتا تھا کہ وصولی
محصول سرکاری پر مقرر ہوتا تھا اور اس نام پر عموماً وہ شخص متعین ہوتا تھا
جو بڑا بے حیا اور نا خدا ترس ہو۔ اور حاجی بھی بایں ہمہ اوصاف مذموم تھا

جب مرگیا تو ایک مولوی صاحب نے جن کا نام مجھے فراموش ہوگیا ہے اُسے خواب میں دیکھا کہ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کے تھلہ پر دوڑا آتا ہے عالمِ رؤیا میں مولوی نے پوچھا کہ حاجی اَدّا حال تو بتا تو تو مرگیا تھا سُنا کیا گذری اس نے جواب دیا کہ کچھ نہ پوچھو مرنے کے بعد جو میرے ساتھ گذری خدا کُتے کے ساتھ نہ کرے مگر خدا بھلا کرے خواجہ گل محمد کا اور تا قیامت اس کی اولاد آباد و شادان رکھے کہ خواجہ گل محمد صاحب میرے جنازہ پر آئے اور وہ موکلانِ عذاب چلے گئے اور پھر میرے پاس نہ آئے۔

دیگر: اسی رات ارشاد فرمایا کہ مجھے سات مہینے تک برابر بُخار نے بے قرار کیا اور بعض اَطبّا کا خیال تھا کہ تپ دق ہے میرے والد بزرگوار کو تقاضائے بشری کے سبب بہت انتظار رہتی تھی حضرت خواجہ صاحب کا معمول تھا کہ جب آپ اندر آتے تھے تو اوّل میرے پاس آکر بیٹھتے تھے اس کے بعد کھانا تناول فرماتے تھے۔ انہی دنوں میں ایک مجذوب سید جمال شاہ صاحب مارواڑی بیکانیر نے جو حضرت خواجہ صاحب کا غلام تھا استخارہ کیا اور کچھ عرصے کے بعد اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم سے تمام بیماری جاتی رہی۔

حضرت خواجہ محمد محمود صاحب رحیم چراغ تونسوی رضی اللہ عنہ

۱۷ ستمبر ۱۹۲۹ئہ کو ایک ایسا حادثہ جانگزا اور سانحہ ہوشربا واقع ہوا کہ قلم دو زباں کی کیا طاقت کہ اس واقعہ کے متعلق کچھ لکھ سکے۔

ہائے افسوس: **تونسہ شریف کا چراغ**۔ سنگھڑ کا دُلارا۔ پنجاب کا فخر۔ ہندوستان کا گوہر۔ گلشن سلیمانی کا چہکتا ہُوا بُلبل۔ رسول پاک کا سچا عاشق۔ خاندان چشت اہلِ بہشت کی نشانی۔ بزرگانِ دین کا محبوب۔ اولیائے کرام کا مرغوب۔ خلقت کا ملجا و ماوی۔ غریبوں کا پُشت پناہ۔ بیکسوں کا تکیہ گاہ اخلاقِ محمدی کا نمونہ۔ رحمت الٰہی کا خزینہ۔ علم و ادب کا حامی۔ فصاحت و بلاغت کا و منطق میں ماہر۔ فلسفہ اسلامی کا شیدا۔ اہلِ سخن کا قدردان۔ امیر و غریب کا قدردان۔ شہنشاہوں کا شہنشاہ۔ فقیروں میں فقیر کامل۔

اس کا زُہد و اتقا، اس کا صدق و صفا، اس کی مہر و وفا، اسکی جُود و سخا کس کس بات کو یاد کروں، اسکی مجلس شاہانہ اس کا علمی مذاق اسکے محاسن محمودی، کلمات طیبات۔ اس کی تمثیلات و تشریحات اس کی وہ ذات ستودہ صفات۔ اسکے کمالات ظاہری و باطنی کس کس کا اظہار کروں وہ نیکی اور پرہیزگاری میں یکتا، انتظام دینی و دُنیوی

میں لاثانی شہسواروں میں فرد، شیریں زبانی اور شیریں بیانی میں لاجواب اس کی ہمت مردانہ۔ شانِ شاہانہ۔ جود و سخاوت۔ حوصلہ و استقلال تکالیف و مصائب پر صبر۔ خوشی اور مسرت پر شکر۔ ہر معاملہ میں ذاتِ الٰہی پر بھروسہ۔ عبادت سے ذوق۔ خدمت خلق سے شوق۔

الغرض وہ مستجمع جمیع کمالات تھا اور کیوں نہ ہو حضرت خواجہ فخر الاولیاء **شاہ محمد سلیمان تونسوی**؂ حضرت اعلیٰ کا پوتا اور شاہ فیض بخش حضرت خواجہ **اللہ بخش صاحب**؂ حضرت ثانی کا جگر گوشہ اور مسند سلیمانی کا حقیقی جانشین۔ محبوب خاندانِ اہلِ چشت۔ رحمتِ الٰہی کا مجسّم نمونہ۔

آج ظاہری صورت میں ہماری آنکھوں سے پنہاں ہو گیا۔ یعنی اسی ماہِ ستمبر میں اس شاہ زماں فخر عالم و عالمیاں۔ برگزیدہ خانداں حضرت خواجہ **محمد محمود صاحب** تونسوی؂ کا وصال ہو گیا **وَصْلُ الْحَبِیْبِ اِلَی الْحَبِیْبِ** ہے مگر ہم کو اپنے آتش فراق میں پروانہ وار جلایا۔ آنکھوں میں مگر اس فیضِ رساں کی صورت نظر نہیں آتی۔ دل بے تاب ہے مگر تسلّی دینے والا کوئی نہیں بے قراری ہے مگر تسکین دلانے والا نظر نہیں آتا۔

اجمیر شریف میں جاؤ اور دیکھو جناب فیض مآب حضرت متولّی صاحب خانقاہ حضرت خواجہ **اجمیری صاحب**؂ کے کس طرح نثار ہو رہے

ہیں۔ چشتیاں شریف میں خانقاہ حضرت قبلہ عالم میں نظر ڈالو۔ حضرت میاں محمود بخش صاحب زار و نزار ہیں جہاں پیارے محمود کا نام سُن لیا آنکھوں سے آنسوؤں کے ستارے ڈھلک رہے ہیں محبت تھی یا عشق۔ اُلفت تھی یا بے خودی۔ ان کی بے قراری واللہ باللہ دیکھی نہیں جاتی ؎

تھمتے تھمتے تھمیں گے آنسو ❊ رونا ہے یہ کچھ ہنسی نہیں ہے

ریاست بہاول پور میں کسی اہلِ نظر پر نظر ڈالو بے تاب ہے اور اس یوسف کنعانی کی یاد میں جگر کباب ہے ؎

جُدا کسی سے کسی کا کبھی حبیب نہ ہو ❊ یہ داغ وہ ہے کہ دشمن کو بھی نصیب نہ ہو

گولڑہ شریف میں جاؤ دیکھو کہ اس آفتابِ ولایت فخرِ دین وملّت ۔ مہرِ بُرجِ سعادت کی کیا کیفیت ہے اس کا ایک برگزیدہ دوست جُدا ہے جو اپنے ایک بے تکلفانہ محبت نامہ میں اپنے قلم اعجاز رقم سے چراغ تونسوی کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

اپنی طبیعت کے بارہ میں اس وجہ سے عرض نہیں کر سکا کہ واقعی کیفیت کے عرض کرنے سے جناب کو بمقتضائے فطرت کریمانہ تکلیف ہوگی۔ جناب کے غلام غلام محی الدین (سلمہٗ ربہ) کو نیاز مند کی علالت کی وجہ سے سخت تشویش رہتی ہے لہٰذا وہ بھی عرض کرنے سے قاصر ہے۔

سیال شریف کی سیر کرو کہ اُدھر سجادہ نشین صاحب ضیائے پنجاب کا نوحہ ہو رہا ہے تو اِدھر اس چراغ تونسوی کی محبت یاد آرہی ہے

نوعمر نیک طبع سجادہ نشین کی طرف میرے حضرت کریم النفس اور رحیم الطبع تحریر فرماتے ہیں

"عزیزا۔ یہ میری آخری چٹھی ہے امید ہے کہ یہ نوازش نامہ جو مشتمل بر تعزیت اس ضیائے شمس نورانی کے تھا۔ سیال شریف کے توشہ خانہ میں محفوظ رکھا جائے گا۔"

قدرت خدا کا نمونہ نظر آتا ہے جب اس رحمتِ مجسّم کے اس دن کے واقعہ کا ذکر کرتے ہیں۔ جب سجادہ نشین صاحب سیالوی حضرت ضیاء الدین صاحب کے انتقال پُر ملال کی چٹھی پہنچی۔ تو آپ کس قدر غمزدہ ہوئے۔ حرم سرائے میں صف ماتمی بچھی۔ اللہ اللہ کس قدر رحمت تھی۔ وہ عدالت میں شہادت دیں اور یہاں لطف کا دریا جوش زن ہے ؎

آنکس کہ مرا بکشت و باز آمد پیش ؛ مانا کہ دلش بسوخت بر کشتۂ خویش

دل نہ چاہتا تھا کہ اس دل شکن ناگوار واقعہ کی طرف اشارہ ہو مگر کیا کروں سوختانہ نگاہوں سے یہ واقعہ کب نظر انداز ہو سکتا تھا مضی با مضی کما قال الحافظ ع

گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش۔

ایک صاحب شکار کے واسطے مدعو کرتے ہیں اور لکھتے ہیں ؎

ہمہ آہوان صحرا سرِ خود نہادہ برکف ؛ بامید ایں کہ روزے بشکار خواہی آمد

بہ لبم رسیدہ جانم تو بیا کہ زندہ مانم ؛ پس ازاں کہ من نمانم بچہ کار خواہی آمد

کوئٹہ سے کلکتہ تک اور پشاور سے دکن تک جس جگہ جاؤ اس برگزیدہ خاندان کے انتقال پر ماتم برپا ہے میں کہتا ہوں کہ ان کے دربار میں جس شخص کو بیٹھنے کا فخر حاصل ہوا وہ تصور کر سکتا ہے کہ آپ کی جدائی سے دنیائے علم وادب۔ فقر و تصوّف کو ناقابلِ تلافی صدمہ پہنچا ہے

ع قرن ہا باید کہ تا صاحب دلے پیدا شود

اخبارات میں زبردست آرٹیکل لکھے گئے اور آپ کی وفات کو قومی صدمہ قرار دیا گیا۔ گورنر پنجاب کا تار آیا۔ کمشنر بہادر اور ڈپٹی کمشنر بہادر سے تعزیت نامے پہنچے۔ ہزہائینس نواب بہاول خاں اور بیسیوں والیان ریاست نے اس سانحہ عظیم پر اظہار تاسّف و رنج کیا۔

الغرض! کون سا قریہ یا شہر ہے جہاں اس محبوبِ عالم کی یاد میں آنسو نہ بہائے گئے ہوں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝ میں اس درد کی داستان کو زیادہ طویل نہیں کرنا چاہتا۔

اب میں حضور عالی کی مختصر سوانح عمری لکھنا چاہتا ہوں زندگی کے چند دن باقی ہیں جو مصالحہ میرے پاس جمع ہے خدا کرے اسے پیر برادراں کی خدمت میں پیش کر سکوں وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ ط

پیدائش و پیارا بچپن

جنگ آزادی کے چند سال بعد حضرت چراغ تونسوی رح ۲۷ شعبان المعظم ۱۲۸۱ھ مطابق ۲۶ جنوری ۱۸۶۴ء ۱۴ ماگھ ۱۹۲۱ بکرمی آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ جس دن سے آپ دنیا میں تشریف لائے حضرت ثانی کے لنگر میں بلیش از بلیش وسعت ہوئی۔ غربار مساکین کو پہلے سے وہ چند آرام ہوگیا یہ جس قدر مکانات اور محل تونسہ شریف میں دیکھتے ہیں سب آپ کی پیدائش کے بعد تعمیر ہونے شروع ہوئے۔ آپ کی ولادت باسعادت گویا ایک شہنشاہ کی آمد تھی جس کے واسطے ضرورت تھی کہ وہ معمولی مکانوں میں اپنا دربار منعقد نہ کریں۔ بلکہ عظیم الشان دربار کے واسطے اسی کے رتبہ اور شان کے مطابق عالی شان محلات کی ضرورت تھی۔ چنانچہ حضرت ثانی نے اس بارہ میں خاص توجہ فرمائی کہ ایک طرف تو عام مسلمانوں مزدوروں اور معماروں کے واسطے کسب حلال کا دروازہ کھولا دوسرے اس مسعود کی عزّوجاہ کے مناسب بلند پایہ محل تیار ہوگئے آج تونسہ شریف میں حضرت ثانی کے اس فیض سے ہر قسم کے کاریگر مل سکتے ہیں جو فن تعمیر میں، نقاشی، جنت کاری، سنگ تراشی اور عام دستکاری میں یدطولے رکھتے ہیں اور ان کی اس کاریگری کے نمونہ بازار اور گلی کوچوں میں پھیل کر تونسہ کا ایک چھوٹا سا گاؤں باوجودیکہ دیگر تجارتی اور متمدّن شہروں سے بالکل ایک کونہ پہ واقع ہے بارونق بازار اور پختہ مکانات

کی موجودگی سے اچھا خاصہ قصبہ بن گیا ہے جس کی عالی شان عمارات دُور سے لوگوں کے دلوں کو کھینچتی ہیں۔

خانقاہ مبارک بجلی کی روشنی سے بقعہ نُور نظر آتی ہے۔ حضرت کی والدہ ماجدہ ملتان کے عالی شان اور ذی رتبہ خاندان خاکوانی پٹھان سے ہیں جو عالی جناب نواب غلام قادر خاں کی دُختر پاک اور اب احمد یار خاں صاحب رئیس اعظم ملتان کی ہمشیرہ ہیں۔ والد بزرگوار حضرت قطب دوران محبوب رحمان فیض بخش خواجہ اللہ بخش صاحب علیہ الرحمۃ ہیں جن کی پابوسی کو شاہان وقت اپنا فخر تصور کرتے رہے۔

تعلیم و تربیت: حضرت چراغ تونسوی نے ساڑھے چار سال کی عمر میں پڑھنا شروع کیا۔ آپ کی پہلی استادی کا فخر حافظ صدیق صاحب کو حاصل ہے آپ کچھ عرصہ ان سے پڑھتے رہے اور انہی حافظ صاحب سے قرآن شریف تھوڑے عرصہ میں ختم کیا۔ حضرت چراغ تونسوی کی ذہن و ذکاء کا کیا لکھا جائے مگر رُعب حسن و جمال بھی ایسا تھا کہ جب آپ مکتب میں حاضر ہوتے تو طالب علم ان کے دیکھتے ہی پڑھائی میں مصروف ہو جاتے اور کھیل کود یا بیکاری کی طرف ہرگز مشغول نہ ہوتے اس کے بعد آپ علامہ دھر بحر محدث تونسوی مولوی خدا بخش صاحب پیش امام حضرت ثانیؒ

سے فارسی وعربی پڑھنے میں مصروف ہوئے یہ وہ بزرگ ہیں جن کا ذکر حضرت ثانی کے حالات میں بار بار آتا ہے ان کے دادا وہ مولانا مولوی خدابخش جراح ہیں جنہوں نے امیر خسرو کی خالق باری کی طرز پر نصاب ضروری محض اپنی جودت طبع سے تالیف کی ۔جو آج تک برابر ہر ایک مکتب میں پڑھائی جاتی ہے جس کا طرز بیان ایسا سادہ اور مؤثر ہے کہ کون سا بچہ یا بوڑھا ہے جس کی زبان پر اس مختصر کتاب کے الفاظ نہ ہوں ۔

یہ نصاب بچوں کے واسطے ایک عجیب تحفہ ہے اور اگر آج کل کے ماہرین تعلیم اس طرز پر انگریزی یا فرنچ زبان کو ہندی کے لباس میں لائیں تو مبتدیوں کو بڑا فائدہ ہو ۔کتاب کیا ہے گویا کوزہ میں دریا بند ہے آپ کے استاذ مولوی خدابخش صاحب آپ کی جودت طبع کی ہمیشہ تعریف کرتے تھے ۔تونسہ شریف کے فاضل جناب مولوی علی گوہر صاحب مدظلہ جو اب مدرسہ محمودیہ کے مہتمم اور ایک برگزیدہ ہستی ہیں جن کی سادگی اور زہد و اتقا قرون اولی کے مسلمانوں کا نمونہ ہے آپ کے ہم سبق رہے ۔

الغرض : آپ علوم ظاہری میں فارغ التحصیل ہوئے مگر آپ نے علم باطنی وروحانی اپنے قبلہ گاہ فیض زماں خواجہ خواجگاں حضرت ثانی رح سے حاصل کیا ہے ۔اور سچ تو یہ ہے حضرت ثانی علیہ الرحمۃ کو جو محبت اپنے اس فرزند دل بند سے تھی اور کسی سے نہ ہو سکتی ہے نہ ہو گی ۔اس میں کوئی شک نہیں ۔کہ حضرت حافظ محمد موسےٰ صاحب فرزند اکبر کو بھی خلافت

عطا ہوئی۔ مگر جو نعمت اور برکت اور بالخصوص خلافت اس جوان بخت کے حصہ میں آئی۔ وہ انہی کے لیے مخصوص تھی۔ ہمیشہ سفر میں اپنے ساتھ ہمراہ لے جانا اور خاص شفقت فرمانا ان کی اطاعت اور قلب سلیم عبادت اور طبع لطیف۔ مادہ خداداد اور سعادت و اقبال سب اس امر کے مقتضی تھے کہ ان پر خاص توجہ کی جائے۔ حج بیت اللہ کے لئے جب (حضرت ثانی) تیار ہوئے تو بھی اپنے محبوب لخت جگر کو جدا نہ کیا۔ الغرض نعمتِ الٰہی سب ان کے سپرد کی۔

فقیر محمد روشن صاحب جو حقائق آگاہ اور معرفت دستگاہ درویش تھے اور دل روشن رکھتے تھے۔ ہمارے حضرت چراغ تونسویؒ سے کہا کرتے تھے لوٹ لیا سب کچھ لوٹ لیا۔ باتوں میں لے لیا بلا مشقت لوٹ لیا۔ بڑے شوم (کنجوس) ہو ہم کو کچھ نہیں دیتے چنانچہ اس وقت مجھے وہ واقعہ یاد آگیا کہ جب قطب العارفین فیض بخش خواجہ اللہ بخش صاحبؒ (حضرت ثانی) کے وصال کے وقت قریب آیا تو دونوں صاحبزادے اور چھوٹے بڑے شاہ زادے اور خاص غلام ایک پل جدا نہ ہوتے تھے اتنے میں حضرت چراغ تونسوی خواجہ محمود صاحب نے فرمایا کہ جاؤ فقیر محمد روشن کو بلاؤ قدرِ جوہر شاہ بداند یا بداند جوہری کے اصول کے مطابق حضرت چراغ تونسویؒ کو بخوبی علم تھا کہ فقیر صاحب کس قدر روشن دل اور روشن ضمیر ہیں۔ اور اس موقع پر ان کی عدم

موجودگی وہ خاص طور پر محسوس کر رہے تھے۔ اور فقیر صاحب کی یہ کیفیت کہ کوٹھڑی سے نکل کر دس بار دروازہ تک گئے۔ لوگوں کی بھیڑ اور ہجوم راستہ نہ ملتا تھا۔ دھکے کھائے۔ ٹھوکریں کھائیں۔ آنسو بہا کر اپنے زاویہ تنہائی اور گوشہ عزلت میں آ بیٹھے دل تڑپ رہا ہے۔ کلیجہ بہ لبوں اچھل رہا ہے۔ پروانہ وار شمع حسن پہ فدا اور قربان ہونے کو تیار۔ مگر راستہ نہیں ملتا دریا ہوتا تو کود پڑتے پہاڑ ہوتا تو چھلانگ مارتے مگر اب کیا کریں ؎

مراں تند اے عماری دار لیلیٰ حسبتاًللہ ٭ کہ با صد بار غم بیچارہ مجنوں باز پس ماندہ

؎

خدا کیواسطے اے ساربان! جلدی نہ تو کرنا ٭ عماری روک لے لیلیٰ کی۔ مجنوں رہ گیا پیچھے

فقیر محمد روشن کی اس وقت کیا حالت تھی باوجود روشن دلی دنیا اندھیر ہو رہی تھی مگر نوعیت و ذات پر غالب آئی تو حضرت چراغ نے اس پروانہ کو منگایا مگر باوجود انتظار شدید فقیر صاحب نہ آیا آئے تو کیونکر ؎

جسے دیکھو وُہی دشمن نظر آتا ہے مجنوں کا

غبارِ دشت پردہ داریاں کرتا ہے محمل کی

کئی دفعہ ہمت کی کہ کوئی مرد خدا راہ دے گا۔ بھیڑ اور ہجوم سے نجات ہوگی تو اپنے مرشد حقیقی اور قبلہ تحقیقی کی خدمت میں جا کر نقدِ جاں نثار کروں گا۔ مگر یہاں ہر ایک کے دل میں شوق اور عقیدت کی آگ

بھڑک رہی تھی ۔ روشنی اور تاریکی کی تمیز نہ تھی ۔ کوئی کسی کو پہچانتا تھا امیر فقیر ۔ برنا و پیر اس دُھن میں لگا ہوا تھا کہ جدھر سے اس برگزیدہ خدا کی آواز اَللّٰہُ ھُو ۔ اَللّٰہُ ھُو اور کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا ورد ہو رہا ہے ایک نظر تو ان کو دیکھ لیں ۔ منتظر اور مہجور آنکھوں کو ذرا ٹھنڈا کر لیں پس اُس وقت ایک طرح نفسی نفسی کا وقت تھا نہ فقیر محمد روشن کی پرواہ تھی اور نہ کسی اسار خاں کی ۔

ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ حضرت ثانی کی خدمت میں پہلے میں پہنچوں تاکہ دیدار فرحت آثار سے قلب محزون کو تسلی ہو ۔ پس یہی وجہ تھی کہ فقیر صاحب کو کوئی نہ آنے دیتا تھا ۔ اتنے میں حضرت چراغ تونسوی نے مولوی محمد یار خاں صاحب ہیڈ ماسٹر کی طرف ارشاد فرمایا کہ جاؤ فقیر صاحب سے کہو اگر تمہیں کوئی نہیں آنے دیتا تو آؤ ۔ میں لے چلتا ہوں اور اگر آپ خود نہیں آتے تو تمہاری مرضی ۔

اس پر زُبدۃ الاولیاء حضرت حافظ موسےٰ صاحب فرزند اکبر جو شاید اپنی تشنگی کو زیادہ بجھانا چاہتے تھے فرمانے لگے کہ وہ خود نہیں آتا ۔ حضرت چراغ تونسویؒ نے مشتعل ہو کر فرمایا کہ نہیں نہیں جاؤ اور لاؤ ۔ چنانچہ استادی مولوی محمد یار خاں صاحب اس ہجوم سے تیر کی طرح گذرتے ہوئے سیدھے اس ہجراں زدہ کے پاس پہنچے جو اپنی درماندگی اور پس ماندگی پر آنسو بہا رہا تھا ۔ جب پیغام سُنا تو

کپڑے جھاڑ کر اٹھ کھڑا ہوا کہ ہزار دفعہ ٹکریں مار چکا ہوں کوئی راہ نہیں دیتا۔ الغرض اسی وقت خدمت اقدس میں پہنچے مطلب یہ ہے کہ حضرت چراغ تونسوی مدت سے اپنا چراغ دل اس شمع ولایت سے روشن کر چکے تھے اور نہ چاہتے تھے کہ فقیر صاحب جیسا شخص محروم رہے

حضرت غریب نواز کو کسی کسی وقت درد شدید کی تکلیف ہوتی تو آپ کی بے آرامی اور بے چینی کو دیکھ کر سب کے سب حاضر بن لوٹن کبوتر کی طرح لوٹنے لگتے۔

حضرت محمود نے صاحب نے فرمایا میری جان! اس مقدس جان کا بدلہ تو نہیں ہو سکتی۔ مگر اس ..... درد کا عوض ہو جائے تو مجھے خوشی ہے منظور ہے اور ہزار بار تصدق ہے۔ خدا کی قدرت! ان الفاظ کا یہ اثر ہوا کہ حضرت ثانی علیہ الرحمۃ پھر درد کی شکایت نہ رہی گو مرض نے غلبہ کیا مگر درد کافور ہو گیا۔ فقیر محمد روشن کا اشارہ اسی طرف تھا جو فرمایا کرتے تھے باتوں باتوں میں لوٹ لیا۔ بلا مشقت لوٹ لیا وابستگان دامن حضرت ثانی یا خواجہ حافظ صاحب یا حضرت چراغ تونسویؒ بخوبی جانتے ہیں کہ فقیر محمد روشن کی کیا قدر و منزلت تھی مگر میری فیاض کے دستر خوان سے ہزاروں ایسے فیضیاب ہوئے ایک فقیر صاحب کی کیا گنتی ہے،

ہاں اہالیانِ سنگھڑ کی بات میں کہہ سکتا ہوں کہ ع

نزدیکاں بے بصر دور اور دوراں باخبر در حضور

والا مضمون ہے اس دریائے فیض سے جس قدر ہندوستان سیراب ہوا سنگھڑ والوں کے حصہ میں کچھ نہ آیا۔ الا ماشاء اللہ۔

حدیث حسن یوسف را کجا داند اخوانش ⁂ زلیخا را بپرس از وے کہ صد شرح و بیاں دارد

حضرت چراغ تونسوی کی خوش اخلاقی

حضرت چراغ تونسوی کی خوش اخلاقی اور شیریں زبانی پتھر سے پتھر دل کو موم کر دیتی تھی۔ اہل اسلام تو خیر جانتے ہی تھے کہ حضرت کی فیض رسانی اور مہربانی کمال کی ہے۔ غیر اقوام اور غیر مسلم اشخاص کو میں نے اس شمع سلیمانی اور چراغ رحمانی کے گرد پروانہ وار نقد جان نثار کرتے دیکھا۔

بڈھا سنگھ نوجوان سپاہی حضرت پر اپنا سر تصدق کرنے کو تیار تھا۔ ہر وقت خدمت پر کمر بستہ۔ دربان کی خدمت بجالاتا۔ ہمیشہ پہرہ پر موجود۔ کیا حضرت اکریم نے اسے مقرر فرمایا ہرگز نہیں وہ خود بھی بھنورے کی طرح اس نازک پھول پر قربان تھا۔

اسی طرح سینکڑوں غیر مسلم اشخاص حضرت سے نہ صرف شرف نیاز رکھتے تھے بلکہ عاشق زار تھے۔

اثر لبھانے کا پیارے تیرے بیان میں ہے ⁂ کسی کی آنکھ میں جادو تری زبان میں ہے

ابتدا میں آپ کی طبع مبارک میں جلالیت زیادہ جلوہ گر تھی مگر جوں جوں سن شریف زیادہ ہوتا گیا جلال جمال سے تبدیل ہوا یہاں تک

کہ آپ بدر کامل بن گئے۔ اس اثنار میں آپ کی کیفیت تھی کہ کسی فردِ بشر کو ذراسی تکلیف رونما ہو تو آپ برداشت نہ کر سکتے تھے ؎

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر ٭ ہمارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

جلالِ سلیمانی

میں اس جلالی وقت کے چند واقعات لکھتا ہوں جو اظہر من الشمس ہیں لیکن واضح رہے کہ معاذاللہ امیراکسی کے رنجیدہ کرنے اور دل دُکھانے کا ہرگز ہرگز منشاء نہیں ہے ؎

دل دکھانا عذاب ہوتا ہے ٭ آدمی کیا خراب ہوتا ہے

آپ پاک پتن تشریف لے گئے تھے واپسی پر ملتان تشریف لے گئے۔ چونکہ مقدمہ شروع ہو چکا تھا اس واسطے خودغرض ملازمین نزاع کی آگ میں تیل ڈال رہے تھے چنانچہ ایک دفعہ ایک شخص سے کوئی فعل ناشائستہ سرزد ہوا یعنی اس نے کسی کی منکوحہ کو بھگایا۔ اس شخص کا حضرت چراغ تونسوی سے کسی قسم کا تعلق نہ تھا بلکہ وہ ملازم یا بیلی دوسروں کا تھا۔ خیر آپ سنگھڑ میں موجود نہ تھے۔ دیگرے ازبام افتد وگردن من بشکند والے مضمون کے مطابق تحصیلدار وقت نے جو قوم کا افغان اور ساکن ملتان تھا۔ اُلٹا حضرت چراغ تونسوی کے ملازم کو حوالات میں دے دیا یعنی عدمِ موجودگی میں ایسی شہادت بہم پہنچائی گئی جس سے وہ بیلی گرفتار ہو گیا۔ آپ ملتان پہنچے تھے تو حضور نواب صاحب

نے آپ کی ڈاک سے یہ واقعہ سُنایا۔ آپ کو ایک ناحق اور بے گناہ کی گرفتاری سے سخت رنجش ہوئی اور یہ سب کارروائی اس پٹھان تحصیل دار کی تھی۔ اتفاق سے وہ تحصیلدار صاحب چند یوم رخصت لے کر ملتان آیا ہوا تھا جب اس نے سُنا کہ حضرت چراغ تونسوی آج شہر ملتان میں جلوہ فگن ہیں تو وہ ایک اور کے ساتھ حضور کے سلام کو آیا مگر یہاں معاملہ کچھ اور تھا۔ آپ نے از حد رنجش کا اظہار فرمایا۔ پٹھان سرکش مشہور ہیں دوسرا حکومت کا گھمنڈ۔ آپ کی اس سرزنش سے وہ ناخوش ہوا۔ اور دل میں کدورت ڈال کر چلا گیا۔

ابھی حضور ملتان میں تھے کہ تونسہ شریف جا کر صاحب زادہ میاں احمد صاحب کے متعلق ایک لمبی چوڑی شکایت حکام بالا کو بھیجی اور اخیر میں یہ لکھا کہ ان کو مسجد میں آنے سے روکا جائے۔ چنانچہ صدر ڈیرہ غازی خاں سے ایسا حکم صادر ہوا۔ اس عرصہ میں حضرت چراغ تونسوی جب یہ دل شکن واقعہ سُنا تو زبان سے یہ الفاظ نکلے کہ اس کے ہاتھ بھی نہیں سوجتے تھے؟ جب اس نے مسجد میں ممانعت کے واسطے رپورٹ لکھی فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰہِ اَنْ یُّذْ کَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ فقرا اولیاء کا کلام کب خالی جا سکتا ہے ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود　　گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

چند روز نہ گذرے تھے کہ اس حاکم کی ہتھیلی پر پھوڑا نکلا کئی دفعہ اپریشن

ہوئے مگر درد اس شدّت کا تھا کہ توبہ توبہ! آخر دو تین ماہ کی رخصت لے کر گھر پہنچا۔ اور وہاں مختلف جراحوں اور ڈاکٹروں کے زیرِ علاج رہا کسی نے مشورہ دیا کہ بازو کاٹ دیا جائے مگر اسے گوارا نہ ہوا جب کافی عرصہ گذرا تو ایک دن کسی کی زبانی گل محمد خان تنگوانی نے دربار میں ذکر کیا کہ فلاں شخص سُنا ہے کہ اچھا ہو گیا ہے اور واپس ملازمت پر حاضر ہونے والا ہے حضرت صاحب نے یہ خبر سُنی۔ کسی نے کہا حضرت حافظ صاحب نے دعا طلبی کی ہے تو آپ نے فرمایا ؎

قاصد کو اپنے سودا جو کچھ کہہ دوں رہا ہے ؏ زندہ پھرے تو اُجرت ورنہ تو خون بہا ہے

اے گل محمد ...... تو نے ... کو جینے نہ دیا۔ یہ .... تیری گردن پر — آخر وُہی ہوا جو فرمایا تھا ؏ زندہ پھرے تو اُجرت ورنہ تو خون بہا ہے۔

اسی طرح سردار نورنگ خاں صاحب تمندار کا واقعہ ہر خورد و کلاں میں مشہور ہے کہ اب لوگوں میں یہ واقعہ زبان زد ہے۔ مگر عمر کے تیسرے حصہ میں جب آپ نے وہ جلالیت ترک کر دی اور فنا فی اللہ کے درجہ میں پہنچ کر تمام امور سے بیزاری فرمائی تو یہ واقعات کبھی رُونما نہ ہوئے۔

چنانچہ چند ایک مثالوں سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ جائے گا کہ آپ کسی سے انتقام لینا بھی پسند نہ فرماتے تھے گویا صفتِ رحیمی آپ کی ذات بابرکات میں جمع ہو گئی تھی۔ مثلاً ایک مراسلہ میں ارقام

فرماتے ہیں۔

مدعی صاحب پر دعویٰ دائر نہیں کیا گیا کہ بخدائے لایزال قسمیہ عرض کرتا ہوں کہ اگرچہ ہر کسی سے کم ہوں اور سب خلق سے بدتر ہوں مگر مقابلہ کسی سے کرنا بھی اپنی ہی تذلیل سمجھتا ہوں یعنی قدرۃً نفس ایسا ہی سرکش ہے کہ بادشاہ سے مقابلہ بھی اپنی بے عزتی سمجھتا ہے اور فتح کو لاکھ شکست سے بدتر سمجھتا ہے بقول واقف ؎

تکلف برطرف بسیار گشتم جملہ عالم را ❊ چہ جائے دوستی یک کس عداوت را نمی بینم

اس موقع پر یہ لکھنا بھی قرین مصلحت ہو گا کہ حضرت چراغ تونسویؒ کا مذاق علمی بہت اعلیٰ تھا۔ شعر و سخن کے پورے مبصر تھے اور یہ عادت مبارک تھی کہ کبھی عنوان پر ایسا پر لطف اور پر مطلب شعر لکھتے جو تمام تحریر کا آئینہ ہوتا۔ چنانچہ اس عاجز ناکارہ کو ایک دفعہ اپنے نوازش نامہ میں تحریر فرمایا ؎

گو میں رہا رہین ستمہائے روزگار ❊ لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا

سُبحان اللہ! اس ایک شعر سے میرے دل کا غنچہ شگفتہ ہو گیا کہ حضور کو اس ناچیز کا بھی کچھ نہ کچھ دھیان اور خیال ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ محبت و اخلاص کو پسند فرماتے تھے جس میں اخلاص زیادہ تو وہ پیارا زیادہ۔ اور جس میں ذرا تمکنت اور

دیکھتے تو اس سے اجتناب فرماتے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ اجمیر شریف سے مولانا طفیل احمد صاحب مدرس اول فارسی دارالعلوم معینیہ عثمانیہ نے کوئی عریضہ ایسا بھیجا کہ آپ نے جواب نہ لکھا۔ مولوی صاحب سمجھ گئے کہ کوئی امر خلاف طبع لکھا گیا۔ پس ایک قصیدہ لکھ کر بھیجا مگر یہاں سے پھر سکوت رہا۔ بعدہٗ یہ عرضی معافی کے طور پر لکھی جس کی کچھ نقل کی جاتی ہے۔ ۲۵ جنوری ۲۹ء

(از اجمیر شریف)

غریب نوازا۔ غریب پرورا۔ بعد شوق قدمبوسی عرض پرداز ہوں کہ برسیں گذر گئیں جب تونسہ شریف میں .... حاضر ہوا۔ مگر حضرت نے محض اپنے جذبات صادق کی کشش سے شرف حضوری بخشا اور از راہِ قدر دانی نوازش خاص کا مستحق سمجھا۔ اس کے بعد جب بقصدِ زیارت حضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ وارد اجمیر شریف ہوا۔ تو بھی کچھ کم عنایت نہ فرمائی۔ البتہ ڈیڑھ دو سال سے دست شفقت نیازمند کے اٹھا لیا گیا ہے۔ اور باعث بدمزگی مزاج و ہاج وہ اشعار ہوئے ہیں جو بذریعہ پوسٹ کارڈ بھیجے خدائے پاک اور اس کا حبیب گواہ ہے کہ تابعدار نے ذات قدسی صفات پر لفظاً اور معناً کنایۃً و اشارۃً کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ میری بدقسمتی سے جو سرزنش نامہ پہنچا وہ میرے لیے سوہان روح ہے۔ میں سخت پشیمان اور پریشان ہوں

ہے حسبتًا للہ معاف کیا جاؤں۔ میرے مدرسہ کی چھٹی یکم شعبان سے ہو جائے گی۔ امید ہے کہ حضور بعد عفو تقصیر اجازت حاضری تونسہ شریف مرحمت فرمادیں تاکہ لبسر و چشم عزت قدم بوسی حاصل کروں اور زبانی بھی بالمواجہ بریت و صفائی پیش کروں اس کے بعد یہ اشعار تحریر کیئے ہ

فی المعذرۃ

مدتے شد کہ نو عروس سخن — در برہ کتخدا فرستادم
از رہ صورت و سر معنی — طرفہ تر دلبرا فرستادم
طلعتش صدق و خلعتش اخلاص — ہمہ مہر و وفا فرستادم
بسلیمان وقت خود بلقیس — گوئیا از سبا فرستادم
قبلہ گاہا بعزّ عرض نیاز — چند گویم چہا فرستادم
صد اثریّا در قبول سحر — از پس یک دعا فرستادم
نالہ بارباب خلوت ناز — بطریق رسا فرستادم
نغمہ بلبلے بگوش گلے — بانوائیں نوا فرستادم
معذرت نامۂ نیاز آگیں — پر ز صدق و صفا فرستادم
از پے مشت خاک درگہہ تو — تنگے از کیمیا فرستادم
حرف من رہ نیافت تا در تو — ہم بصد التجا فرستادم
تا شود پاک خاطرت زغبار — آب چشم از قفا فرستادم
بر بنائے عقیدتے کہ مراست — نظم وصف و ثنا فرستادم

من و یزداں نہ چوں ستائش گر ٭ برامید عطا فرستادم

تا ہنوز از جواب محرومم ٭ کہ خلافِ رضا فرستادم

خود ضمیر منیر خواجہ گواہست ٭ کہ بعجلت چرا فرستادم

قصد پابوس داشتم الآن ٭ پیش ازاں نامہ را فرستادم

مخلصانہ نیازمندانہ ٭ نہ بریو و ریا فرستادم

بر امید حضوریٔ تونسہ ٭ ایں ہمہ عذرہا فرستادم

خمش عارف پئے گذارش حال ٭ دل بے مدعا فرستادم

اخلاقِ کریمانہ

ہمارے حضرت چراغ تونسوی میں اخلاق حسنہ کوٹ کوٹ کر بھرے تھے وہ صفاتِ محمدی کا صحیح نمونہ تھے جب کوئی شخص ان کے دربارِ فیضِ آثار میں حاضر ہوتا۔ اسی کے حسب مطلب گفتگو ہوتی۔ یہاں تک کہ ایک دہقاں یا ساربان آپ کی مجلس میں موجود ہے تو آپ کی شیریں بیانی سے وہ بھی مسرور ہو کر اٹھتا۔ اگر کوئی اہلِ علم ہے تو علمی نکات سے اسکی ضیافت کی جاتی۔ سخن سنج ہے تو وہ شاعرانہ گفتگو اور نکتہ سنجی کی گرم بازاری ہے کہ خاقانی اور انوری کی روح وجد کرنے لگے یہی وجہ تھی کہ ہندوستان کے ہر مقام سے بے شمار خطوط آپ کی خدمت میں روزمرہ آتے تھے۔ کئی منشی اس کام پر تعینات تھے کہ ہر ایک کے ضروری خط یا عریضہ کا جواب لکھا جائے۔

حضرت ثانی عطا بخش خواجہ اللہ بخش صاحب قدس سرہ العزیز کے وقت معمول تھا کہ ہر ایک عقیدت مند کے خط کا جواب لکھا جاتا تو لفافہ بالعموم بیرنگ بھیجا جاتا۔ اس میں طالبین تو ہمیشہ اپنی ڈاک جاری رکھتے۔ مگر دیگر اشخاص ایک دفعہ ۲ر محصول ادا کرنے کے بعد خاموشی کے گنبد میں بیٹھ جاتے مگر ہمارے حضرت چراغ تونسوی کا یہ معمول تھا کہ آپ لفافہ یا کارڈ میں جیسا مناسب حال تھا سب کا جواب یا تو خود دست مبارک سے لکھتے۔ یا منشیوں سے لکھوا کر اور اپنے دستخط خاص سے مزین فرما کر بھیجتے۔ تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو۔ اور اگرچہ بلسیوں روپیہ ڈاک کا خرچ تھا مگر بیرنگ خط کسی کو کبھی نہ لکھوایا گویا یہ فیض عام کر دیا گیا۔ حضرت کی وفات حسرت آیات کے بعد اس ناچیز کو بڑے محل کے اوپر منشی خانہ میں جانے کا اتفاق ہوا۔ تو دیکھا کہ بلا مبالغہ لکھو کھا خطوط رکھے ہیں البتہ یہ امتیاز ضرور تھا کہ معرکۃ الدرا، خطوط یا تو ابتداء میں مولوی محمد یار خاں سے لکھواتے یا بہ نفس نفیس خود اپنے قلم سے تحریر فرماتے۔ منشی عثمان خاں، مولوی غلام علی خاں بہت سے خطوط کا جواب تحریر فرماتے مگر اپنے پیارے معتقدین اور غلامان کو خود دست مبارک سے لکھ کر افتخار بخشتے۔

چنانچہ بعض احباب کے پاس وفات سے دو چار دن پہلے کے لکھے ہوئے نوازش نامے موجود ہوں گے۔ چنانچہ جناب محمد سعید صاحب

ای۔ اے۔ سی کرنال کو جو مراسلہ تحریر فرمایا اوپر کا حصہ آپ نے تحریر فرمایا اور پھر باقی حصہ مولوی غلام علی صاحب سے لکھوایا اور یہ بھی غالباً تحریر کردیا کہ یہ میری آخری چٹھی ہے۔ اللہ۔ اللہ۔

میاں محمد سعید صاحب کی آپ سے اخیر میں اس قدر الفت ہوگئی تھی کہ عریضہ روانہ روانہ بھی کرتے اور تار بھی بھیجتے۔ اور بالآخر خود قادرپور آپ کے وصال سے شاید ایک دن پہلے یہ مرد سعید کرنال سے (باوجود پابندی ملازمت جس طرح ہوسکا) حضرت کی خدمت میں پہنچ گئے اور اس صاحب کمال ہمائے اوج سعادت کے پرتو سے سعادت دارین حاصل کی۔ کمال خوش نصیبی ہے اور فرخندہ طالعی ہے ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست ؛ تانہ بخشد خدائے بخشندہ

غریب عیالدار

آپ کے اخلاق کی کیا تعریف کی جائے چند ایک حکایات لکھتا ہوں میاں باغ علی ایک عرصہ دراز تک ملازمت فریق ثانی حضرت کے غلاموں سے کمال عداوت رکھتا تھا مگر آپ کی طبع رحیم ان باتوں کی کیا پرواہ کرتی خدا کی قدرت کہ وہ ہولناک بیماری میں مبتلا ہوگیا۔ کسی نے بزعم خود حضرت چراغ تونسوی کے خوش کرنے کے لیے اظہار کیا کہ فلاں شخص اپنے اعمال و افعال کی پاداش میں ایسا گرفتار ہے کہ مجال نہیں جو نکل سکے بس اس کا روح قفس عنصری سے پرواز کرنے والا ہے۔

حضرت غریب نواز کو اپنی قدرتی رحمدلی سے صدمہ سا ہوا اور فرمایا

کہ غریب عیالدار ہے اور ہمارے برادرزادہ کا رکن اعظم رہا ہے

اللہ اسے شفا دے۔ چنانچہ فاتحہ خیر کے واسطے ہاتھ اٹھائے۔ خدا کی قدرت

سل و دق جیسی ہولناک بیماری سے خدا نے اسے صحت بخشی مگر ہمارے

خواجہ کی رحمدلی اور کریم النفسی ملاحظہ ہو کہ ایسے آدمی کے واسطے جن سے

ان کے ملازمین کی ہر وقت پرخاش رہی اور جو برسر آزار رہا۔ آپ اس

کے آزار کے رفع ہونے کے واسطے دعا طلب کر رہے ہیں۔ سبحان اللہ

تو اور کیا تھا

اسی طرح سیال شریف کے صاحب زادہ صاحب کا جب وصال ہوا۔ باوجودیکہ آپ کے برخلاف پارٹی میں ان کی شمولیت تھی مگر آپ نے کھانا تک نہ کھایا اور فرماتے تھے بڑا نیک بندہ تھا۔ بڑا مخلص تھا۔ وہ واقعی اخلاص کے امتحان میں کامیاب ہوا ایسی اعلیٰ کامیابی کسی اور کو ہو سکتی ہے کہ اس نے زیادہ سے زیادہ جرم بھی کیا تھا کہ میرے برخلاف شہادت دی مگر اخلاص کو وزن کیجیے ایک بڑے گروہ کا پیرو مرشد برابر ۱۲ سال میرے پاس آئے۔ میں روگردانی کروں وہ نازبرداری کرے اور ایسی جگہ بیٹھنا پسند کرے جو اس کی شان شایان نہ ہو۔ یہ سچا اخلاص نہ تھا تو اور کیا تھا پھر آپ آبدیدہ ہو گئے۔

پسندیدہ دستخط

میرے حضرت چراغ تونسوی کی تحریر نہایت پرمضمون ہوتی۔ ہاں آپ کی تحریر

سوائے واقف کاروں کے پڑھنا ذرا دشوار ہے جو گفت گو کا طریقہ تھا وہی طرز تحریر تھی۔

(میرے مکرم محترم اور واقعی محسن معظم عززکم اللہ تعالیٰ۔)

(محسن احسن اللہ بك (معظما عظمك اللہ) مكرما كرمك اللہ)

آپ کے عام الفاظ تھے جن کے پڑھنے سے انسان کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ اخیر میں حسب ذیل تحریر فرماتے (فقیر محمود۔ مضطر محمود۔ محمود سلیمانی عاصی سلیمانی)

جس ترتیب سے یہ الفاظ لکھے گئے ہیں اسی ترتیب سے آپ تحریر فرماتے رہے۔ یعنی ابتداء میں فقیر محمود ارقام فرماتے پھر کچھ عرصہ مضطر محمود، بعدہٗ سلیمانی لفظ پسند آیا۔ اور عاصی سلیمانی تحریر فرماتے کبھی آپ سفر میں ہیں اور کشتی دریا میں جاری ہے اور آپ بکس منگا کر اپنے مخلصین اور شائقین کو مراسلات تحریر فرما رہے ہیں۔

الغرض! ڈاک کی آمد معمولی نہ تھی بلکہ بے شمار ڈاک آتی تھی اور روزانہ کوئی نہ کوئی تار برقی پیغام آجاتا۔ اور خاص خاص موقعوں پر بلسیوں برقی پیغام پہنچتے

ہمارا خیر خواہ مولوی عبدالقادر صاحب ابن الستاذی مولوی غلام محمد صاحب ولایت گئے تو واپسی پر اثنائے سفر میں بمقام جدہ انہوں نے خواب دیکھا کہ سنیچر موت اتوار قبر آگے (حسنٰی)

کوئی ہاتف کہہ رہا ہے اس پر اولُ الذکر بہت حیران ہوئے۔ میاں عبداللہ دربان ساتھ تھا جدہ شریف اور مکہ شریف یہاں تک کہ مدینہ شریف بھی زیارت کو گئے حج موسم نہ تھا واپس آئے تو اسی خواب کا بار بار خیال آتا۔ آخر ویسا ہی ہوا۔ تھوڑا سا عرصہ گذرا تھا کہ انہوں نے پیام اجل کو لبیک کہا۔ حضرت چراغ کو بہ تقاضائے طبع کریمانہ نہایت صدمہ ہوا جب ان کا جنازہ آیا تو روضہ مبارک کے اندر تبرکات (غلاف خانقاہ) ڈال کر ان کی عزت افزائی کی گئی خود قبرستان تشریف لے گئے مرحوم کی قبر افغاں نیک بندوں سے تیار کرائی گئی۔

پس ماندہ یتیموں سے خاص سلوک کیا گیا۔ چھ بورہ پختہ غلہ سالانہ۔ بارہ روپے ماہوار وظیفہ مقرر فرمایا بلکہ چار پانچ سو قرض مہاجنوں کا ان کے ذمہ تھا۔ جیب خاص سے ادا فرمایا۔ عرصہ دراز تک اس کے واسطے دعائے خیر فرماتے رہے۔ محمد عبداللہ خاں بی اے نے ایک عریضہ اپنے والد بزرگوار کو لکھا جس میں اظہار افسوس کے بعد لکھتے ہیں مولوی.. عبدالقادر ہمارے حضرت کے دربار کا درخشندہ گوہر تھا۔ واقعی وہ قیمتی جوہر تھا جس کی قدر اسی جوہری کو تھی۔

حقوق کی معافی

آپ ایک دن فرمانے لگے ہمارا ایک خیر خواہ خیر اندیش تھا وہ بھی چل دیا انا للہ وانا الیہ راجعون حضرت چراغ تونسری کے اخلاق کی یہ ادنیٰ مثال ہے کہ مرض الموت

میں آپ نے ہر ایک سے دلی طور پر حقوق بخشوائے چنانچہ شیخ ..... ملازم سے فرمایا۔ مجھے اپنے حقوق بخش دو میں تمہیں کبھی سخت سُست کہا تھا۔ یا تو نفس کی سرکشی تھی۔ یا تمہاری بہتری۔ بہرحال تمہارے حقوق بہت ہیں تمام بخش دو۔ مولوی غلام علی صاحب کا بیان ہے کہ وفات سے تین دن پہلے ہر ایک لازم سے اپنے حقوق بخشوائے۔

عموی حاجی گل محمد خاں سوکڑی کو جب آپ نے قادرپور سے رخصت فرمایا تو ارشاد کیا کہ فلاں فلاں سے کہنا کہ حقوق بخش دو اور یہ بھی کہہ دینا کہ میں آپ کو (حضرت چراغ تونسوی) آخری دم پر چھوڑ آیا ہوں۔

کبھی آپ معمولی الفاظ میں عجب پر لطف معانی محض جودت طبع سے پیدا کر لیتے تھے۔ چنانچہ ایک نوازش نامہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

جناب کے احسانات و بُردباریاں اس قدر نہیں کہ یہ نفسانی بلکہ نفس ثانی عہدہ برآ ہو سکے۔ موقع موقع کی مثال اور برمحل اشعار جو اعلیٰ مذاق اور اعلیٰ خیال کے ہوتے تھے۔ آپ کو اس طرح یاد تھے کہ دیکھنے والے حیران اور ششدر رہ جاتے۔ کہاں مسجد کی تعلیم اور کہاں ذوق اور غالب کی بامحاورہ اُردو نظمیں اس علمی مذاق کی وجہ سے بعض دفعہ ایسے مرصع اور مسجع فقرے آپ کی قلم سے نکل جاتے کہ ناظرین پڑھ کر جھومنے لگتے۔ مثلاً ایک والا نامہ میں فرماتے ہیں

"میری کمزوری اور عدمِ استطاعت کی اس سے زیادہ اور کوئی

دلیل نہیں ہے کہ میں بذاتہ حاضری سے قاصر ہوں اور یہ نصف الملاقات حاضری بھی ایک واسطہ سے کر رہا ہوں مگر مگر خدا اور خدا کے اچھے لوگ اندک گیر ہیں تو اندک پذیر بھی ہیں" پھر ارشاد ہوتا ہے ؎

مجھے تو نزع میں شرمندہ اس نے آکے کیا :: رہا ہے ایک رمق جی۔ سو کیا نثار کروں

ایک خطمیں کسی بے تکلف مہربان کو لکھتے ہیں۔

پیلشی کی بیلشی کی بخدا کہ مجھے انتظار مطلق نہیں ہے بلکہ میں اپنے لئے اس امر کو مفید سمجھتا ہوں کہ ہمیں بدرگاہ وے اعتیاج کے اظہار کا موقع بیسر آتا ہے اور کچھ نہ کچھ خیرات کا بھی جو کہ تمام نیکیوں سے عزیز نیکی خیرات ہے۔

دیگر : ۱۹۱۷ء کا واقعہ ہے کہ ایک دن صبح کے وقت حسب معمول آپ اپنے قصر معلّے میں رونق افروز تھے چائے کا دور چل رہا تھا۔ اس قدر مخلوق تھی کہ محل میں تل رکھنے کو جگہ نہ تھی چائے کے بعد بہت سے لوگ چلے گئے اور صرف خاص حاشیہ نشین اس بزم کا لطف اٹھا رہے تھے۔ کہ اتفاقاً آپ کو عارضہ پیچش ہو گیا بلا مبالغہ ایک گھنٹہ میں بیس بلیس دفعہ بیت الخلاء میں گئے۔ خدا کی قدرت اس دن چھ سات دیسی حکیم موجود تھے جن کی علمیت اور تجربہ کی دھوم تھی۔ کئی ادویہ استعمال میں آئیں مگر شکایت رفع نہ ہوئی۔ یہاں تک

کہ حکما ر نے التماس کی کہ آپ پلنگ سے دُور تشریف نہ لے جائیں۔
آپ نے فرمایا محمود سے یہ نہ ہوگا۔ طبع مبارک کو اس آمد و رفت سے
سخت تکلیف ہو رہی تھی اور سب اہل مجلس حیران بلکہ سرگردان رہے
ایک دفعہ آپ نے اتنا فرمایا کہ آج ہمارے میر صاحب ہوتے
اس پر میاں احمدو صاحب وزیر بول اٹھا قبلہ انہیں ابھی تار دیتے ہیں
حضور نے فرمایا نہ بھائی ایسا نہ کرنا۔ میر صاحب نحیف البدن آدمی ہیں
موسم سخت ہے دریا کا سفر ہے میں اپنے دوستوں کو ہرگز تکلیف
نہیں دینا چاہتا خداوند کریم فضل کرے گا مگر تکلیف زیادہ ہوتی گئی
یہاں تک کہ سہ پہر کے وقت آپ کا چہرہ زرد تھا اور اس طرح کی
بے قراری تھی کہ تمام اہالیان مجلس بے تاب ہو رہے تھے اگرچہ حضرت
چراغ تونسوی نے تار دینے سے روکا تھا۔ مگر وزیر صاحب نے تار
دے دیا۔ میر صاحب خانیوال سے آ گئے پیروال میں مقیم رہے۔

حاضرین دربار میں خان صاحب غلام رسول خان ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ
پولیس اور ان کے برادر سعادت یار خاں بی اے انسپکٹر پولیس تونسہ شریف
بھی موجود تھے جب اُنہوں نے حضرت چراغ تونسوی کی تکلیف زیادہ
دیکھی تو کسی سرکاری مطلب کے واسطے صاحب سول سرجن بہادر
ڈیرہ غازی خاں کو تار دیا۔ چنانچہ صاحب موصوف فوراً تونسہ شریف
آ گئے اور جب ڈاک بنگلہ میں سعادت یار خاں نے خواجہ صاحب کی

ناسازی طبع کا ذکر کیا تو وہ عیادت کے واسطے تشریف لائے اور ایسی دل کش تقریر کی کہ خواجہ صاحب کو ان کا علاج منظور کرنا پڑا۔ خدا کی قدرت۔ سول سرجن صاحب نے حسب ہدایت ویسی ادویہ تجویز کیں اب میر صاحب کی سواری وغیرہ کا انتظام ضروری تھا۔ تار ملنے پر وہ فوراً روانہ ہوئے مگر کوٹ سلطان سواری نہ پہنچ سکی آخر اونٹ پر سوار ہوئے ایک طبع نازک و نحیف دوسرے دریا کا سفر شام ہو چکی تھی کہ تونسہ شریف آ پہنچے جب آپ کو معلوم ہوا کہ انہیں تار دیا گیا اور وہ تشریف بھی لے آئے تو آپ نے وزیر صاحب اور ان کے صلاح کار دل سے کمال اظہار ناراضگی فرمایا محض اس خیال سے کہ اس شریف اور نحیف انسان کو سخت تکلیف ہوئی ہوگی باوجودیکہ کمال ضُعف تھا مگر جوش محبت سے استقبال کو اٹھے اور محل کی سیڑھیوں تک تشریف لائے اس وقت میر صاحب تو دل میں یہ افسوس کر رہے تھے کہ آج خدمت کا موقع ملا تھا اور آپ ان کی تکلیف سفر اور صعوبت راہ کی وجہ سے اس قدر متاثر ہو رہے تھے

میر صاحب فرماتے ہیں الحمدللہ کہ آپ کو تندرست پایا میری تکالیف کچھ حقیقت نہیں رکھتیں۔ حضور فرماتے ہیں میرے مشفق کو کیوں اس قدر تکلیف دی گئی عجب سین تھا یہ میر صاحب ہمارے حضرت کے شیدا تھے میں ان کا ذکر آگے زیادہ تفصیل سے لکھوں گا جب کہ میر

صاحب کی وفات اور حضرت چراغ تونسوی کی وفا اور سچی محبت کا نقشہ پیش کروں گا۔ یہ بزرگ ایک اعلیٰ ہستی تھے اور ان کی محبت و عقیدت عشق کے درجہ کو پہنچی ہوئی تھی ؎

میاں عاشق و معشوق رمزیست ✥ کراماً کاتبین راہم خبر نیست

افسوس! کہ یہ پاک ہستی بھی نہ رہی اور ملتان شریف میں حضرت کی ابتدائی تدفین بھی ایک راز سربستہ ہے انشاءاللہ اگلے صفحات میں اپنے موقع پر قلم بند کروں گا۔

موسےٰ وہابی سوکڑ میں ایک شخص موسےٰ خاں ملغانی عجیب قماش کا آدمی ہے جو عام لوگوں میں موسےٰ وہابی کے نام سے مشہور ہے۔ ایک دفعہ اس نے عرض کیا کہ قبلہ کاشتکار ہوں مگر مفلس اور نادار بیماری سے ایک بیل مرگیا لنگر سے کوئی بیل عطا ہو۔ آپ نے وزیر کو حکم دیا کہ فلاں بیل موسےٰ خاں کو دیدو۔ چنانچہ وہ بیل لے کر ہنسی خوشی گھر چلا گیا۔ یہ شخص جاہل محض ہے مگر قرآن شریف کی آیات اس طرح پڑھتا ہے کہ سبحان اللہ! اور پھر ان کے معانی محض اپنے حافظہ سے اس طرح کرتا ہے کہ ناواقف حیران ہو کر کہتے ہیں کہ یہ کوئی مولوی ہے وعظ بھی کرتا ہے اور ساتھ ہی اپنی بے علمی کا اظہار بھی بڑے فخر سے کرتا ہے بیچارا مفلس آدمی ہے مگر نماز روزہ کا پابند اور قرآن مجید بڑے شوق سے پڑھتا ہے۔ حضور نے وفات سے ۲ یوم پہلے جہاں سوکڑ کے

اور غلاموں کو یاد فرمایا وہاں موسیٰ وہابی کا نام بھی لیا تھا

اِبتلائے عظیم: مقدمہ کے متعلق جب آپ دیکھتے کہ مختار عام اور دیگر احباب کو عدالت میں حاضری اور بار بار پیشی پر جانے کی سخت تکلیف ہوتی ہے تو آپ بہت متاثر ہوتے

اس مقدمہ میں جس قدر اخراجات اور انتظارات اور بنی نوع انسان کی مدارات اور اپنے نہایت مکرم مہربانوں کی تضیع اوقات اس قدر کمی ہائے کا سامنا ہے کہ کامیابی میں بھی ہرگز معاوضہ نہیں ہو سکتا۔"

مطلب یہ ہے کہ آپ اپنے دوستوں اور خیر اندیشوں کی تکالیف مشاہدہ کر کے ازبس متاثر ہوتے تھے اور فرماتے تھے کاش ان کو یہ مصائب اور تکالیف پیش نہ آتیں مگر جس قدر کوئی بڑا ہوتا ہے اسی قدر امتحان بھی سخت اور ابتلاء بھی عظیم۔

بہرحال آپ دل سے اس مقدمہ بازی کو پسند نہ کرتے تھے مگر جب کوئی پیچھا نہ چھوڑے تو کیا کرے۔ اسی مرد خدا کا حوصلہ و استقلال تھا کہ زمانہ نے کئی بار ابتلائے عظیم میں ڈالا مگر صبر و استقلال کا دامن نہ چھوڑا اور ہمیشہ صابر و شاکر رہے ہے

باغباں جلدی خبر لے

آپ کی شعر فہمی اور نکتہ شناسی کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔ ایک دفعہ آپ تونسہ شریف سے قادر پور تشریف لے گئے اور کافی عرصہ وہاں قیام فرمایا لوگ خیال کرنے لگے شاید اب تونسہ میں آپ کی تشریف آوری محال ہو گی۔ طالبانِ دیدار مجنوں وار و بے قرار تھے خدا نے ان کی آہ و زاری سُنی اور آپ عازم تونسہ شریف ہوئے۔ غلام نے قادر پور میں ایک عریضہ لکھا اور یہ اشعار درج کئے۔ ؎

اے چراغ تونسوی تونسہ ہوا ہے بے چراغ ∴ بن ترے ملتا نہیں ہے روشنی کا کچھ سراغ
بلبلیں زیر قفس ہیں شاخ پر بیٹھے ہیں زاغ ∴ باغباں جلدی خبر لے تا کہیں اُجڑے نہ باغ

پھر وہی ہو دَور مے اور پھر وہی ہو ایاغ
اے چراغ تونسوی۔ تونسہ ہوا ہے بے چراغ

تو ہمارے دیس کا ہے ایک اسلامی چراغ ∴ تیری فرقت سے ہمارا دل ہوا ہے داغ داغ
اپنی آمد سے شہا سنگھڑ کو کر دے باغ باغ ∴ اے چراغ تونسوی تونسہ ہوا ہے بے چراغ

پسندیدہ رُباعی

الغرض آپ جب کوٹ سلطان تشریف لائے یہ ناچیز بھی حاضر ہوا اور کچھ تک بندی کی تھی مولوی علی گوہر صاحب اور استادی مولوی محمد یار خاں کو پہلے سنائی انہوں نے پسند کی اور حضور میں سُنائی ؎

اس نظم کو یارب پر پرواز لگادے ٭ مرغان فلک کا مجھے ہمراز بنا دے
فردوسی کا رتبہ مجھے منظور نہیں ہے ٭ شہ محمود ہے آقا مجھے ایاز بنا دے

آپ سن کر مسکرائے اور فرمایا کہ لفظ ایاز ہے نہ کہ ایّاز بالتشدید۔ اس وقت میں انفعال سے پانی پانی ہوگیا حالانکہ پہلے دو اصحاب سن کر خاموش رہے تھے اور یہ صریح غلطی انہوں نے نہ پکڑی مگر آپ کی نکتہ شناسی طبع سے کہاں مخفی رہ سکتی تھی۔

جب آخری دفعہ اس ناچیز کو دربار عالی میں حاضری کا فخر حاصل ہوا تو آپ، بہت دیر تک نہایت پُر لطف نکات بیان فرماتے رہے اور ایک رباعی کسی کی بہت پسند فرمائی۔ ؎

دیوانہ شدیم دوستاں تدبیرے ٭ پندے، بندے۔ ملامتے۔ زنجیرے
تدبیر شمارا چہ بلا زد آخر ٭ مشتے، خشتے، کلوخکے۔ تعزیرے

آپ فرماتے دیکھو تو کس قدر مضمون کس خوب صورتی سے کھپا دیا دیوانہ کو پہلے نصیحت کی جاتی ہے کہ عشق کا خیال چھوڑو پھر اُسے مکان میں بند کیا جاتا ہے پھر اگر اچھا نہیں ہوتا تو حالت سودا میں اسے زنجیر لگا دیتے ہیں جب اس طرح بھی اُسے آرام نہیں آتا تو وہ گلیوں میں بھاگا پھرتا ہے لڑکے اینٹ پتھر مارتے ہیں وغیرہ وغیرہ

دیگر: علی مردان شاہ ایک صاحب آزاد منش آدمی۔ ایک عریضہ میں جوہر طبع اس نظم میں دکھلانا چاہتے ہیں۔

پیغام مضطر بہ سگان یثرب طیبہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

سگان کوئے یثرب طیبہ جان و دل میرا فدا تم پر ؛ تمہاری شان کے صدقے تمہارا کون ہے ہمسر
تمہارا موطن و مسکن ہے ارض اقدس و اطہر ؛ جو ہے افلاک علی سے بھی رتبہ میں سوا برتر

زمین طیبہ یثرب اگر نازد و بعرش کبریا زیبد
کہ در آغوش او خوابیدہ محبوب خدا زیبد

حیات جاودانی موت ہے طیبہ یثرب کے راہوں کی ؛ بندھی ہے ٹکٹکی ان راہوں پر میری نگاہوں کی
ہو مثل طور مرکز ہیں خدائی جلوہ گاہوں کی ؛ ہے جن راہوں پہ مرنا ہی کفارت سب گناہوں کی

غبارم از غرور و ناز سر بر آسماں بکشد
چو مشت خاک مشتاقم بہ شہر مصطفٰے برسد

تمہاری قسمت مسعود پر میں رشک کرتا ہوں ؛ نہ ہو محمول گستاخی پہ اللہ اس سے ڈرتا ہوں
فدائی ہونے کا سرکار کے دم میں بھی بھرتا ہوں ؛ تمہیں گلیوں میں مرتے دیکھ کر غبطے سے مرتا ہوں

خوشا روزے کہ جاں در کوچہ یثرب طیبہ دہد مضطر
چو سگ ہائے با ہزاراں بیکسی بر خاک و خاکستر

مضطر صاحب نے اظہار مقصد کے واسطے دو شعر بھی بصورت قطعہ بارگاہ محمودی میں لکھے۔

قطعہ

آصفے باید کہ تا بلقیس را باتخت او
بے تنگ دیوان بدیوان سلیمان آورد
بے وسیات چوں رسد بر درگہ شاہی ایاز
گرنہ از لطف و کرم محمود سلطان آورد

پھر لکھتے ہیں۔

بندہ را بہ پاک پتن و صاحب پاک پتن علیہ الرحمۃ نیاز قلبی است و بہ تونسہ و صاحب تونسہ علیہ الرحمۃ نیز مگر محمود را ایں بندہ مضطر ایانہ است۔ چہ کند اگر یاد اظہار اضطرار نہ کند۔ کما قال القائل۔

للناس فی ما یعشقون مذاہب ÷ ولی مذہبی حب الدیار لا ہلہا

عالی جاہا۔ بعد استدعا معافی بندۂ عرض عقائد خود میکند۔ بندہ نہ سخن پرست است نہ پیر پرست است نہ تربت پرست است صرف خدا پرست است، و بموجب احکام جناب خیر الانام علیہ افضل التحیۃ والسلام است و جائیکہ خداوند بندہ۔ برائے سجدہ بندہ۔ بندہ خود را لقا۔ خواہد نمود۔ عزازیل نیم کہ ابا کنم۔ ؎

ہمہ شہر پر ز خوباں منم و خیال ماہے ÷ چکنم کہ چشم بدخو نکند بکس نگاہے

یعنی ماہیکہ از پرتوے مہر نبوت تاباں باشد۔ جویا ہستم۔ رجاکہ از نور او چشم بے نور ایں کور منور گردد واللہ المستعان ؎

؎ اے تیر نظر را دل عشاق نشانہ ÷ خلقے بتو مشغول تو غائب ز میانہ

کہ معتکف مسجد و گاہ ساکن دیرم ÷ یعنی کہ ترا می طلبم خانہ بخانہ

سر کرنل نواب عمر حیات خاں بالقابہ وقتیکہ بہ پاک پتن تشریف مے بردند۔ مرا فرمودند کہ مے آئی۔ شاید کہ حضرت محمود صاحب تشریف آوردہ باشند کہ اوشاں برائے تشریف آوری فرمودہ بودند۔ تو کہ

مشتاق دیدار ہستی۔ بحصول دیدار کامیاب خواہی شد۔ و نیز نواب صاحب اوصاف حمیدہ حضور نزد بندہ بیان مے فرمودند ؎

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد　　بسا کیں دولت از گفتار خیزد

وازیں بہ پاک پتن حاضر شدہ بودم۔ الحمدللہ لطور کہ شنیدم ازاں برتر دیدم مگر ایں ہم ملک صاحب موصوف فرمودہ بودند کہ مشکل تریں کارہا عشق حضرت محمود صاحب است واللہ آں ہمیں طور یافتیم کتاب مرسلہ (وصایا) الحق درج دُرِ شاہوار است۔ دیروز رسید ہمگی بہ یک ساعت خواندم۔ زباں از تعریف قاصر است۔ ایں کتاب برائے مطالعہ نیست۔ برائے پیروے و متابعت است زیرا کہ دریں بہبودی دین و دنیا است۔ ایں معروضات گستاخانہ را مبنی بر گستاخی نہ فرمایند۔ ایں عرض حال است کہ محسن خود یا حالات علامات مرض اند کہ بہ طبیب حاذق گفتنی بودند لہٰذا بلا کم و کاست عرض نمودم۔ گرامی نامہ حضور برائے زیارت محفوظ است و صورت ہم در تصور موجود ؎

دل کے آئینہ میں ہے تصویرِ یار　　جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

(بندہ درگاہ علی مردان شاہ)

سُنو اور یاد رکھو

جس وقت ہم کو حضرت چراغ تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کی گل ریزی یاد آتی ہے شمع کی طرح آنسوؤں کا تار بندھ جاتا ہے

حضور پرنور احباب کو فرمایا کرتے تھے کہ سُنو اور یاد رکھو پھر ایسی باتیں سُنانے والا کوئی نہ ہوگا۔ واقعی سچ فرماتے تھے چنانچہ زندگی کے آخری ایّام میں جب پیر غلام علی شاہ تحصیلدار عیادت کو تشریف لائے تو آپ نے ان سے یہی کلمات فرمائے پھر ایسی باتیں سُنانے والا نہ ملے گا واللہ باللہ سچ فرمایا۔

حضرت غریب نواز کا عام فرمان تھا جسے کئی دفعہ علی الاعلان فرمایا کرتے تھے۔ دوستو! نیت نیک رکھو اور طمع نہ کرو۔ ان دو باتوں پر عمل کرنے سے فلاح دارین حاصل کر لو گے واقعی راست فرمایا انما الاعمال بالنیات۔ انسان کی عبادت و ریاضت اگر خالص نیت سے ہے تو بجا ہے ورنہ مفت کا ماتھا رگڑنا ہے۔

اسی طرح اگر خیرات و مبرات میں نیت محض خوشنودی خدا ہے اور احسان اور ریا کا کوئی دخل نہیں۔ تو وہ خیرات واقعی داخل حسنات ہے اور دافع سیئات ہے اور رافع درجات۔ یٰایھا الذین اٰمنوا لا تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذیٰ۔

دیگر، آپ اظہار کلمہ حق کے واسطے کسی بڑے سے بڑی ہستی (دنیاوی) کی پرواہ نہ کرتے تھے اور فرمانِ الٰہی کے مطابق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر کمر بستہ رہتے تھے۔ چنانچہ آپ کے صاحبزادہ حضرت غلام فرید صاحب کا جو یوسف ثانی تھا یکایک انتقال ہوگیا۔ اور وفات

با برکات کو سخت صدمہ پہنچا تو تحصیلدار صاحب سنگھڑ اور ایک مسلمان فیض محمد خاں بی اے اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بہادر تعزیت کو آئے آپ نے بطور نصیحت ان سے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق اس سے زیادہ پیاری ہے جتنا کہ فرید مجھے پیارا تھا۔

مدعا یہ تھا کہ آپ کو خدا نے یہ حکومت چند روزہ عطا کی ہے تو مخلوق خدا پر رحم کیا کرو اور انہیں نہ ستایا کرو۔ سبحان اللہ آپ نے ایسے وقت بھی غریب اور بے کس رعایا کی ہمدردی کا اظہار فرمایا

دیگر: ایک دن مجلس عالیہ میں لیلۃ القدر کا تذکرہ ہو رہا تھا آپ نے یہ شعر پڑھا اور کسی مولانا سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ اس کے کیا معنی ہوں گے ؎

اگر ہر شبہا ہم شب قدر بودے ٭ شب قدر از ہمہ بے قدر بودے

وہ مولوی صاحب کچھ تشریح کرنے لگے آپ نے فرمایا کہ از ہمہ بے قدر کا مطلب یہ ہے کہ شب قدر از گروہ بے قدراں بودے یعنی ہیچ فرق نہ بودے میاں او میاں دیگر۔

دیگر: اسی طرح آپ نے ارشاد فرمایا کہ عام لوگ لفظ مبلغ ضمہ سے پڑھتے ہیں حالانکہ صحیح مبلغ بالفتح ہے یعنی مَبلغ بیس روپے وغیرہ وغیرہ۔ جب کبھی آپ کے روبرو کوئی شخص اس لفظ کو مضموم پڑھتا آپ تصحیح فرماتے۔

لطیفہ: آپ کی مجلس عالیہ میں ہر روز اس قدر لطائف سننے میں آتے کہ اگر کوئی شخص ان کو قلم بند کرتا جاتا تو ایک دلکش مجموعہ تیار ہوتا۔ معمول تھا کہ موسم سرما میں صبح نو بجے کے قریب تمام حاضرین دربار کی چائے سے تواضع کی جاتی۔ اور جس قدر اصحاب موجود ہوتے سب اس خوان لیغما سے متمتع ہوتے۔ موسم تبدیل ہو گیا تھا تو چائے کا سلسلہ بند ہوا۔

ایک دن مولوی عبدالرحیم صاحب نے (جو ہمیشہ مولانا حکیم احمد و صاحب ملغانی سے نوک جھونک ظریفانہ کیا کرتے تھے) ایک عجیب انداز سے گفتگو فرمائی کہ میں صبح حکیم صاحب کے مکان سے گذرا تو لڑائی ہو رہی تھی حکیم صاحب گھر میں چائے طلب کرتے تھے اور جھگڑا ہو رہا تھا۔"

آپ نے یہ دلچسپ نکتہ سنا تو پھر چائے کا سلسلہ جاری کر دیا۔ اس وقت آپ کی طبع مبارک خاص طور پر شگفتہ ہوتی تھی۔ زبان مبارک سے ایسی گہر ریزیاں اور گل فشانیاں ہوتیں کہ حاضرین ازبس مسرور ہوتے ایک دفعہ سفر میں تشریف لے گئے تو مولوی صالح محمد صاحب نے ایک ہمشرب دوست کو لکھا جو سفر میں حضور کے ہمرکاب تھا۔

چو با حبیب نشینی و چائے پیمائی　　　بیاد آر غریباں دشت پیمارا

اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ آپ کی موجودگی میں یہ چائے کا دور بھی کیسا پُر لطف سین پیدا کرتا تھا۔

افسوس صد افسوس ؎

آں قدح بشکست وآں ساقی نماند

ایک دفعہ سردی کا موسم تھا۔ آپ اپنی اراضی سنگھی والی پر بسواری اسپ تشریف لے گئے تھے جب شام کو رونق افروز ہوئے تو مجلس میں بہت سے احباب حاضر ہوئے آپ چند سفید رنگ کے چھوٹے چھوٹے شلغم لائے تھے دست مبارک سے چھیلے۔ اور ایک ایک ٹکڑا تمام حاضرین کو تقسیم فرمایا میاں احمد و صاحب وزیر۔ مولوی محمد یار خاں ہیڈ ماسٹر جناب صاحبزادہ صاحب میاں احمدو، سعادت یار خاں انسپکٹر پولیس اور چند اور اصحاب بھی تھے سب نے اس شلغم کو تبرک سمجھ کر شوق سے کھایا آپ نے پوچھا فرمائیے کہ کیسا ہے؟ وزیر صاحب اور چند دیگر اصحاب نے تعریف کی۔ بڑا مزے دار ہے۔ شیریں ہے پُر لطف ہے آپ ہنس پڑے اور ارشاد کیا اچھی داد دی یہ شلغم تو گلے کو پکڑتا جاتا ہے اور آپ نے تعریف کے پُل باندھ دیئے ہیں۔ میرے دیگر کاروبار میں بھی آپ ایسا ہی صلاح مشورہ دیتے ہوں گے۔ (اصل واقعہ کو چھپانا اچھی بات نہیں)

پیر مہاراں کا فرماں

حضرت خواجہ محمود بخش صاحب سجادہ نشین مہار شریف کو آپ سے اس قدر الفت تھی کہ ان کا دل ہی خوب جانتا ہے وہ فرماتے ہیں ایک دُر بے بہا تھا جو ہم گنوا بیٹھے وہ فیض پر تیار اور ہم کچھ نہ لے سکے۔ افسوس! آپ کی

مہربانی اور شفقت سے اس قدر تھی کہ ایک دفعہ کوئٹہ تشریف لے جا رہے تھے راستہ میں روڑی شریف اُترے اور وہاں منت مانی کہ خداوند کریم جناب سجادہ نشین صاحب کو اور نواب زادہ فیض محمد خاں کو فرزند عطا کرے تو پچاس روپیہ کی خیرات کی جائے گی خداوند کریم نے یہ مقصد پورا کیا اور آپ نے منت ادا کی۔

میرے ایک دوست بیان کرتے ہیں کہ جب آپ بغداد شریف تشریف لے گئے تو آپ نے جوش محبت و اخلاص میں ایک چٹھی حضرت سجادہ نشین صاحب مہاردی کی خدمت میں بھیجی اور اس میں نہایت صاف الفاظ میں لکھا کہ میں کیا ہوں اور لوگ مجھے کیا سمجھتے ہیں

دیگر: اگست ۱۹۲۹ء میں جب آپ قادر پور میں بستر علالت پر تھے تو ہر چہار طرف سے عیادت اور طبع پرسی کے خطوط اور عرائض آ رہے تھے۔ اس سال دریائے سندھ و جہلم و پنجاب میں اس قدر طغیانی آئی کہ تواریخ میں یہ واقعہ طوفان عظیم کے نام سے یاد رہے گا۔ دراصل یہ طوفان اس واقعہ دردناک اور حادثہ تلاطم خیز کی طرف اشارہ کرتا تھا جو بعد میں ۷ ستمبر کو وقوع پذیر ہوا۔

حضرت چراغ تونسوی کا وصال اور انتقال ایسا طوفان عظیم ہے کہ اس نے ہندوستان کے ہر شہر میں قیامت کا نمونہ قائم کیا۔ گویا وہ طوفان آب اس ہنگامہ و تلاطم خیز کا پیش خیمہ تھا۔ عین انہی ایام میں

خاکسار نے ایک منظوم عریضہ بارگاہِ محمودی میں قادر پور روانہ کیا اور جس میں اس طوفان کا ذکر بھی آگیا - گو شعر ادنیٰ سے ادنیٰ درجہ کے ہیں مگر چونکہ ایک واقعہ کی یاد میں لکھے گئے اس واسطے درج کرتا ہوں -

عیادت نامہ بلوچ (۱۵ اگست ۲۹ء)

سنتا ہوں طبع مبارک ان دنوں ناساز ہے ؞ نیند کم آتی ہے ہر دم چشم حق میں باز ہے
ہم غریبوں کی ہے پارت کون پھر دمساز ہے ؞ دیر تک زندہ رہے تو تو سراپا ناز ہے
ہاں انہیں صحت عطا کر یا الہ العالمین ؞ قادریوں کی آسماں پر ہر گھڑی آواز ہے
جسم میرا اس جگہ ہے روح ہے میری وہاں ؞ ہوں گرفتار بلا کب طاقت پرواز ہے
سینکڑوں مردہ دلوں کو تو نے زندہ کر دیا ؞ اے مسیح وقت تیرے ہاتھ میں اعجاز ہے
تار آیا ہے چھیاسٹھ فٹ ہے پانی سندھ کا ؞ ہر طرف طوفان ہے اور سیل کا آغاز ہے
دیکھئے مجھ کو زیارت کب میسر ہو بلوچ ؞ مرغ دل پابستہ ہے اور شوق بے انداز ہے
طبع اقدس کی طراوت کو لکھے ہیں شعر چند ؞ ورنہ اس ناچیز کو کب شاعری کا ناز ہے
آجکل کی شاعری سے سخت ہی بیزار ہوں ؞ کفر ہے انجام اس کا کفر ہی آغاز ہے

اس عریضہ کا جواب بھی آیا دیکھتا ہوں - اور زار زار روتا ہوں کہ وہ سراپا ناز ہم سے جدا ہو گیا -

سراپا اخلاص بادشاہ

حضرت چراغ تونسوی کی جس نے ذرا بھی غلامی کی آپ نے اس کی قدر فرمائی

وہ اخلاص و مودت الفت اور عقیدت کی قدر کرنے والے تھے آپ کا جود وسخا اور خصوصاً مہر و وفا مشہور عالم ہے۔ جیسا کہ پچھلے واقعات میں دکھایا گیا ہے آپ اپنے دوستوں پر رشتہ داروں پر عزیزوں اور مریدوں پر کمال درجہ مہربانی اور شفقت فرماتے تھے۔

یہ آپ کی طبع رحیمانہ اور اخلاق کریمانہ کا خاصہ تھا کہ آپ کی مجلس میں جو شخص حاضر ہوتا وہ یہی خیال کرتا کہ تمام حاضرین دربار مجھ پر زیادہ عنایت ہے مثلاً سوکڑ والوں میں سے نیاز مند اگرچہ بہت دور رہتا تھا اور اقدام بوسی کا شرف بہت کم حاصل ہوتا لیکن میرا تصور یہ تھا کہ آپ مجھ پر تمام اہالیان سوکڑ سے زیادہ مہربانی فرماتے ہیں۔ نیز میرے عموزاد بھائی فتح محمد خاں ملغانی جو جوان صالح ہیں یہ بیان کرتے کہ تمام شہر سے مجھ پر کمال شفقت فرماتے ہیں علیٰ ہٰذا عموی حاجی گل محمد خاں پنشنر کا خیال اپنی طرف تھا۔

حضرت محمود پر ہے ہر گھڑی فضل خدا ٭ نام نامی ان کا ہے انکی فضیلت کا گواہ
حق نے انکو نعمتیں ساری کی ساری کیں عطا ٭ علم و حلم و دانش و مہر و وفا جود و سخا۔

آپ واقعی فرشتہ خصال تھے ہم نے دہلی لکھنؤ اور حیدر آباد دکن کے شاہانِ اسلام کے دربار نہیں دیکھے لیکن ہم کہہ سکتے ہیں کہ آپ کا دربار رتبہ میں شان میں۔ جاہ و جلال میں شاہانِ سلف سے بڑھ کر تھا وہ دنیا پرست بادشاہوں کا دربار اور یہ دین و دنیا کے شہنشاہ کا دربار۔

میرے حضرت چراغ تونسوی کی تحریری وصیت بوقت وصال موجود ہے

اس سے اندازہ ہوگا کہ آپ ابھی کس درجہ کے متقی اور پرہیزگار تھے اور سب سے بڑھ کر اعلیٰ صفت مخلوق خدا سے محبت و الفت تھی۔ مہربانی اور شفقت فرمانا آپ کے اوصاف طبعی میں سے تھا۔ مثال کے طور پر میں مولوی عبدالقادر تونسوی کا واقعہ لکھ چکا ہوں۔

اب میر صاحب سے اس برگزیدہ ذات الٰہی نے وفاداری کی اور جس قدر اس نیک بندہ کے اخلاص اور عقیدت کی قدردانی فرمائی وہ آپ کا ہی خاصہ تھا۔ میر صاحب شاہی خاندان سے تھے طبابت میں لاثانی تھے۔ رؤسائے وقت ان کو ایک ہزار روپیہ روزانہ فیس دیکر طلب کرتے۔ مگر یہ اپنی مرضی کے بادشاہ تھے اگر طبع نے چاہا تو چلے گئے ورنہ صاف جواب دیا۔ گورنمنٹ انگریزی نے انہیں چند مربعے اراضی پیروال میں عطیہ تھے جس سے وہ نہایت خوشحالی اور فارغ البالی کی زندگی بسر کرسکتے تھے مگر میر صاحب کی میرے حضرت چراغ تونسوی سے خاص الفت تھی۔

بارہا میر صاحب حضرت اقدس سے فرمایا کرتے تھے کہ حضور والا اور میں اور میں۔ یہ ہجوم خلائق نہ ہو کچھ عرصہ ایک جا رہیں اور دل کھول کر باتیں کریں۔

وفادار ساجن: واللہ! اگر کسے مرا یک لک روپیہ داوے۔ ہرگز نہ رفتے

گرمحبت ایشاں آورد۔ وہیچ تکلیف محسوس نہ شد۔

رشتہ در گردنم افگندہ دوست :: مے بُرد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

خدا کی قدرت محبت کے امتحان کا موقع آگیا دل را بدل رہیست کا مضمون سامنے آیا۔ میر صاحب بیمار ہو گئے اور ایسے بیمار کہ ہسپتال خانیوال میں لائے اور یہاں دربار میں یہ ذکر ہوتا کہ بہت دنوں سے میر صاحب ممدوح کا کوئی خط نہیں۔ عین اسی انتظار میں ڈاک آئی اور ایک حکیم کی چٹھی خانیوال سے پہنچی جو میر صاحب نے لکھوائی تھی مگر خود میر صاحب کی دستخطی نہ تھی۔ مضمون اس کا یہ۔ کہ میر صاحب بعارضہ بواسیر سخت بیمار ہیں۔ اور از حد کمزور ہیں وہ ان کے ایماء کے مطابق یہ عریضہ خدمت اقدس میں مرسل ہے۔ خود ان کو عریضہ لکھنے کی طاقت نہیں ہے" جب یہ خط حضور نے مطالعہ فرمایا۔ از بس محزون اور غمگین ہوئے۔ پہلے فرمانے لگے کہ تار دیا جائے مگر بعدہٗ مولوی غلام علی کو حکم دیا کہ ہم کو خانیوال چلنا چاہیئے اسی دن تیاری ہوگئی چونکہ آپ کا بہت جلد پہنچنے کا مقصد تھا اس واسطے موٹر پر سوار ہوئے۔

مولوی غلام علی صاحب جو اس واقعہ کے راوی ہیں بیان کرتے ہیں کہ موٹر پر حضور انور کے ہمراہ عبداللہ باورچی، عبداللہ لانگری اور خلیفہ محمود۔ بس یہ چار شخص تھے۔ (واضح رہے کہ بالعموم اکتوبر سے اپریل تک دریائے سندھ پر کشتیوں کا پل تیار کیا جاتا ہے جس پر اونٹ گھوڑے، چھکڑے، موٹر ٹم ٹم

اور عام مسافر نہایت آسانی سے سفر کر سکتے ہیں۔ جب بساکھی کے بعد دریا میں طغیانی شروع ہو جاتی ہے تو کشتیوں کا پُل قائم نہیں رہ سکتا پھر آمد و رفت جہاز (سٹیمر) کے ذریعہ ہوتی ہے۔

اس حکایت میں سب سے زیادہ اہم واقعہ یہ ہے کہ آپ نے حکم دیا کہ توشہ خانہ سے ایک تھان کمخواب کا اور دو صد روپیہ نقد لے چلو

عید گاہ ملتان میں جلوہ فرمائی

حالانکہ آپنے ملتان جانے کے واسطے کبھی نقد روپیہ ساتھ نہ لیا تھا۔ اور کمخواب کا تھان اور ہرال۔

الغرض ! موٹر ڈیرہ سے ہوتی ہوئی جہاز پر پہنچی جہاز سے اترتے ہی آپنے ڈرائیور کو حکم دیا کہ اپنی پوری رفتار سے چلائے چنانچہ جب ہم شیر شاہ سے گذر کر چھاؤنی ملتان پہنچے تو آپنے حکم دیا کہ فوراً کچھ سامان کھانے کا یہاں اسٹیشن سے لے لو مگر جلدی آؤ ہم آگے چلیں گے اور ملتان ٹھہرنا نہیں چاہتے" ہم سب دیکھ رہے تھے کہ آپ بہت دلگیر اور افسردہ خاطر نظر آتے تھے فکر و ملال رُخ انور سے نمودار تھا۔ اور آپ نہایت خاموشی سے کوئی ورد پڑھنے میں مصروف تھے۔ باورچی میوہ اور ڈبل روٹی لینے گیا چند منٹ گذرے تھے کہ آپنے فرمایا کہ اس نے دیر لگا دی ہے اگر نہیں آتا تو انتظار مت کرو اور موٹر چلاؤ۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ آپ کو کس قدر عجلت تھی۔ ریل کا بھی دریافت کیا گیا اور معلوم ہوا کہ

موٹر بہت جلد خانیوال پہنچے گا اتنے میں باورچی دوڑتا ہوا آیا اور آپ کے اشارہ سے موٹر بھپ بھپ کرتی ہوئی آگے کو روانہ ہوئی رسول ہسپتال کے قریب آپ نے فتح محمد خاں ملغانی کو طلب فرمایا جن کی دکان بالکل سڑک پر تھی اور ان کو فرمایا کہ حضور نواب صاحب کی خدمت میں ہمارے آنے کی اطلاع بھجوائی جائے اور ہم آگے جاتے ہیں۔

القصہ اس عجلت میں آپ عیدگاہ پر جاکر موٹر سے اُترے اور فریضہ ظہر ادا کرنے اور ہم لوگوں کو کچھ کھانے پینے کا حکم دیا۔ موٹر باہر ٹھہر گئی آپ اندرون عیدگاہ تشریف لے گئے ہم اس توقف سے کچھ حیران سے تھے اتنے میں خانیوال کی سڑک سے ایک موٹر ملتان کو آتی ہوئی دکھائی دی اور ایک صندوق جنازہ کی رکھی تھی کہ میر صاحب مرحوم کا تابوت ہے۔
اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ؎

مولوی غلام علی کا بیان ہے کہ میں اندرون مسجد گیا اور حضرت چراغ تونسوی کی خدمت میں اطلاع دی کہ غریب نواز! میر صاحب بھلا! کب آپ کی تکلیف سفر برداشت کر سکتے تھے وہ خود آگئے ہیں حضرت غریب نواز! فوراً معاملہ کی تہہ کو پہنچ گئے اور عیدگاہ سے باہر تشریف لائے حضرت حافظ محمد جمال صاحب کی خانقاہ کے محاذ میں میر صاحب قبلہ کو سپرد خاک کیا گیا ــــ اب معلوم ہوا کہ کمخواب کا تھان منگانا دو صد روپیہ ہمراہ لانا۔ موٹر کو تیز چلانا اور پھر عیدگاہ پر جہاں دوسری سڑک آملتی ہے

آپ کا توقف فرمانا اور اثنائے راہ میں اس قدر دلگیر اور طبع اقدس کا پُر ملال ہونا کیا معنی رکھتا تھا۔

بچہ ناز رفتہ باشد زجہاں نیاز مندے ٭ کہ بوقت جاں سپردن بسرش رسیدہ باشی

معزز ناظرین یہ تو ایک واقعہ ہے ایسے کئی واقعات روزمرہ دیکھنے میں آتے تھے اس واقعہ کی نسبت صوفی غلام حسن صاحب لاہور سے لکھتے ہیں۔ حضور کی اور مکرمی میر صاحب مرحوم و مغفور کی عیدگاہ کے مقام پر ملاقات اس خلوص محبت کا نتیجہ تھی جو ایک دوسرے سے وابستہ کیئے ہوئے تھی۔ مورخہ ۵/۲۹ ۱۸

صاحبزادہ نظام الدین صاحب کو خلافت عطا کرنا

صاحب زادہ نظام الدین صاحب کی پیدائش کا سال ۱۹۰۸ء ہے جب آپ علوم ظاہری سے فارغ ہوئے تو حضرت چراغ تونسوی نے خود تعلیم روحانی سے مستفید فرمایا۔ آپ میں جودت طبع اپنے پدر بزرگوار کی ہے دربار عالیہ میں جب حسب موقع آپ کسی مصنف کے کلام سے مثال دیتے۔ اور بالغرض وہ سخن بتقاضائے عمر فراموش ہوتا تو صاحبزادہ کی طرف ارشاد ہوتا۔ اگرچہ مجلس میں کئی اہل علم موجود ہوتے جنمیں بعض صاحب زادہ صاحب کے استاد ہونے کا فخر رکھتے تھے مگر صاحب زادہ صاحب کا حافظہ اس موقع پر عقدہ کشائی کرتا۔ اولاً آپ نے تحریر کی طرف چنداں

توجہ نہ کی تھی۔ قبلہ رحیم کے وصال کے بعد آپ کو قلم اٹھانا پڑا اور دو تین ماہ میں ان کی تحریر کا معیار بہت اعلیٰ اور بلند ہوگیا۔ آپ کی تعلیم مولوی احمد صاحب سے شروع ہوئی۔ اور مولوی علی گوہر صاحب سے تکمیل کو پہنچی لیکن طرز تحریر، طریق گفتگو حسن اخلاق وغیرہ سب اپنے پدر بزرگوار سے ورثہ میں پایا۔ حضرت خواجہ محمود صاحب قادر پور تیار تھے کہ آستانہ متبرکہ میں حاضر ہوکر تبرکات منگائے کلاہ حضرت اعلیٰؒ صاحبزادہ نظام الدین صاحب کے سر پر رکھی اور خلافت عطا فرمائی۔ اس وقت تمام علماء و فضلاء اور درویش آستانہ میں موجود تھے۔ اگرچہ اجازت بیعت کی حاصل ہوگئی مگر صاحبزادہ صاحب نے اپنے والد کی موجودگی میں یہی مناسب سمجھا کہ تمام لوگ حضرت چراغ تونسوی سے اپنے چراغ دل روشن کریں۔ خداوند کریم شہزادہ صاحب کو اپنے بزرگان کے نقش قدم پر صدہا سال سلامت رکھے آمین۔

دوسرے فرزند ..... صاحبزادہ نصیر الدین صاحب دسمبر ۱۹۱۶ء میں تولد ہوئے آپ نہایت سنجیدہ اور باادب شاہزادہ ہیں۔ مولوی علی گوہر صاحب کے درس میں داخل ہیں۔ تیسرے فرزند ..... میاں قطب الدین صاحب ہیں آپ نے اب تعلیم شروع کی ہے اللہ علم و عمر خضری عطا کرے آمین

نفیس نکتہ: حضرت ثانی خواجہ اللہ بخش صاحبؒ فرماتے تھے کہ رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم پڑھنا افضل ہے لیکن لفظ عظیم جو باری تعالیٰ کے اسماءِ عالیہ میں سے

ایک ہے لوگوں کی زبان سے پورے مخرج کے ساتھ ادا نہیں ہوتا۔

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْکَرِیْمِ افضل ترین ہے۔ حضرت چراغ تونسوی ؒ نے ارشاد فرمایا کہ جب سے میں نے والد بزرگوار خاتم الاولیاء حضرت ثانی سے یہ نکتہ سنا ہے اس دن سے اسی تسبیح پر مداومت ہے صاحبزادہ حضرت نظام الدین صاحب نے ظاہر فرمایا کہ جب سے میں نے اپنے قبلہ گاہ حضرت چراغ تونسوی سے یہ روایت سنی۔ اسی دن سے میرا اسی پر عمل ہے اور یہ امر محتاج بیان نہیں کہ دونوں اسماءِ متبرکہ میں لفظ کریم زیادہ سہل ہے فافہم و تدبر۔

قدردانی علوم وفنون

حضرت چراغ تونسوی کی ذات ستودہ صفات کو اللہ تعالےٰ نے ہر ایک نیک صفت عطا کی تھی۔ جود و سخا میں وہ شہرہ آفاق تھے۔ لنگر کا انتظام اس دریا دلی سے فرماتے کہ خوان یغما کا نمونہ تھا۔ حضرت ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے وقت صرف معدودے چند اشخاص کے طعام کا انتظام (جو خواص میں داخل تھے) ڈیوڑھی پر ہوتا مگر حضرت چراغ تونسوی نے یہ فیض عام کر دیا اور بے شمار مخلوق کا کھانا ڈیوڑھی سے پک کر آتا۔ اس کے علاوہ آپ علوم وفنون کے از حد قدر دان تھے اس وقت آپ تونسہ شریف میں ہر قسم کے باکمال دیکھ سکتے ہیں۔

خیاط اعلیٰ، اعلیٰ درجہ کے نقاش اعلیٰ درجہ کے، طغرا نویس شہرہ

آفاق کاتب اعلیٰ درجہ کے مصور قابل تعریف۔ گھڑی ساز لاثانی۔

یہ سب حضور پرنور کے خاندان ذی شان کی قدردانی کے جلوے تھے اگر کافی قدردانی نہ کی جاتی۔ تو اس قدر باکمال کا جمع ہونا دشوار تھا۔ آپ کے علمی مذاق اور قدردانی علوم و فنون کا شہرہ سن کر کئی باکمال منزلیں طے کر کے آتے اور دلی مطالب حاصل کرتے۔ کئی اہل قلم اپنی نادر تحریریں پیش کرتے۔ تاریخ نویس قطعات تاریخیہ لکھ کر داد سخن پاتے خوشی کے موقع پر قصائد پیش ہوتے اور جو پسند آتا تو محفوظ کرنے کی ہدایت ہوتی۔

اگر خدمت والا میں کوئی پرلطف خط یا عریضہ یا مراسلہ آتا تو آپ اپنے حاشیہ نشینوں کو سنا دیتے اور اس طرح بحث و تمحیص ہو کر ہر ایک کلام کسوٹی پر چڑھتا۔ آپ کے اس مذاق کو دیکھ کر کئی باکمال اپنی سحر نگاری اور جادو بیانی سے حاضرین کو مسرور کرتے۔

چنانچہ ایک دفعہ ایک ایرانی سید شہباز نامی آنکلے اور ایک طویل قصیدہ کسی کاتب سے لکھوا کر پیش کیا۔

قصیدہ در مدح خاتم الانبیا محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم گزیر در مدح اعلیٰحضرت علیحضرت قدرت و الاشوکت حضرت آیۃ اللہ فی العالمین قطب العارفین زبدۃ السالکین حضرت خواجہ محمود صاحب دام ظلہ

نو بہار آمد و از مظہر کل کشف عطا است ٭ ہر کجا مے نگرم روئے زمین روح فزا است

بلبل و قمری و دراج به بستان شده ست — عندلیبان به چمن جمع شده از پی وی راست
به تماشای چمن دلبرگانند روان — رشک فردوس برین در بر ایشان دنیا است
می خرامند ز هر سو همه حوری فشان — نالهٔ چنگ و دف و نی ز زمین تا سما است
زیبد امروز مرا بادهٔ گلگون نوشم — ساقی امروز مرا سرو قد و ماه لقا است
ای بت سیم ذقن ای که ترا جان به بدن — گنجی از نقرهٔ مصقول بزر بفت قبا است
می بخش نقل بخش رود بزن عود بسوز — کآسمان را و زمین شاهِ جهان کام روا است
خسروی زینت با اورنگ نبوت که خلیل — حلقه زن بر درِ کاشانهٔ او هم چو گدا است
محرم خلوت معبود محمد که ز جود — خوانِ کونین و سرایوان جلالش لیغما است
لب جان بخش وی آنگاه که بیاید به سخن — روح عیسی بصد امیدش انسو چشم شفا است
صالح از ناقهٔ از سنگ بمعجز آورد — هر شتربان زکهین چاکر او از صلحا است
مهی از زنکه درخشید که مانند وی — خال ابروی وی از بهر امم قبله نما است
شرف آدم و حوا بود او فخر خلیل — ذات او در جهان رحمتی از لطف خدا است
دوستانش همه مردانه و پاکیزه و نیک — پاک ترازان همگی خواجهٔ ذی عزت ماست
ذات پاکش به جهان حامی دین احمد — پیرو حکم خداوند و رسول دوسرا است
آیت مجد زهی خواجهٔ عالی نسبت — رونق کون و مکان است و سلیمان پیرا است
خواجه محمود بود نام نکویش بجهان — که جهان با دل پهنا در او تنگ فضا است
عارف کامل و بی مثل حقیقت دان ست — عقل فرمود بگو حضرت شمس العرفا است
نزد اشتیاق کف بذل تو همین در معدن — سیم و زر راه چو نبات از دل و جان نشو نما است

بدسگال تو چہ شامے است کہ آلودہ نخفت — نیک خواہ تو چہ روزے است کہ نخاست

کہ دعا کرد بجان تو کہ از حسن قبول — ہر کجا نام تو آید بزباں بر تو دعا است

گر کسے مژدہ برد از خلف سوئے بہشت — تاج از آدم و خلخال سناں از حوا است

زینت مسند عزت تو بہ گیتی باشی — کہ جہاں کہن از بخت جوانت برنا است

اے مہین جلوۂ حق خواجہ عالی عزت — کمترین خاصیت کوئے تو عفو است و عطا است

صاحبا سیار شہباز بود ایرانی
خواہش خرچے سا وطن از لطف شما است

ایک دفعہ نیاز مند نے یہ نظم لکھ کر بھیجی۔

کھلا رہتا ہے ہر دم دوستو دربار محمودی — برستے ہیں در و دیوار سے انوار محمودی

بہار دین و دنیا سے یہ گلشن ہے تر و تازہ — کہ جنت جس کو کہتے ہیں وہ ہے گلزار محمودی

انہیں ملتا ہے مژدہ عاقبت محمود ہونے کا — جنہیں حاصل ہوا شام و سحر دیدار محمودی

خریداری یہاں ہوتی ہے اخلاص و عقیدت کی — عقیدتمند کی مشتاق ہے سرکار محمودی

فصاحت میں بلاغت میں وہ یکتائے زمانہ ہیں — معانی ہیں ہیں گنج معرفت افکار محمودی

بوقت گفتگو ان کی زباں سے پھول جھڑتے ہیں — کہ شیریں ہے شکر سے شہد سے گفتار محمودی

بلوچ اپنی یہ خواہش ہے کہ وہ خوشنود ہو جائیں
لکھے جوش محبت سے جو یہ اشعار محمودی

☆

جس پہ ہوتی ہے عنایت خالقِ معبود کی
اس کو ملتی ہے غلامی حضرت محمود کی

فی زمانہ لوگ کہتے ہیں جسے مہر و وفا
حق نے یہ خوبی فقط انکے لیے محدود کی

ہوسکے تعریف کس کس بات کی مجھ سے بھلا
ان کے حسنِ اخلاق کی انکے کرم کی جود کی

آ و رنگا ہر روز خدمت میں کسی نے لکھ دیا
جب نظر آتی نہ تھی صورت کوئی بہبود کی

برادرم فتح محمد خان ماہِ رمضان المبارک میں تونسہ مقدسہ تھے چنانچہ لکھا گیا

لُطف روزہ کا بھی آئیگا تمہیں تونسہ شریف
واں کمی ہرگز نہیں ہے برف کی اور دودھ کی

نعمتیں حاصل ہیں کیسی؟ آپ اے بھائی جان!
چاہیئے جو چیز بھی سب وہاں موجود کی

پر تمامی نعمتوں سے برتریں ہے اے بلوچ
بیٹھنا مجلس میں جاکر۔ خواجۂ محمود کی

رُباعی

کیوں جاکے کروں میں نہ سلام محمود
ہوں روزِ ازل سے ہی غلام محمود

محمود کے رُتبہ کو کوئی کیا جانے؟
حمد ہیں طلبگار مقامِ محمود

دیگر

جب نہ دُنیا میں کوئی کام بھی محمود کروں
کس طرح دوستو پھر خواہش مقصود کروں

اب تقاضا ہے یہی حضرت دل کا مجھ سے
ذکرِ محمود کروں طاعتِ معبود کروں

دیگر

گذر ہو تیرا صبا! آج کل آکر سنگھڑ
تو جاکہ حضرت محمود سے یہ کیجیو عرض

ہمیشہ آپ کی ہے یاد سے مرا دل شاد ۔ اگرچہ دُور ہوں قدموں سے آپ کے بالفرض
ہند میں اور سندھ میں مشہور میرا پیر ہے ۔ نام ہے محمود جس کا فیض عالمگیر ہے

مولوی عبدالقادر صاحب جن کو ولایت بھیجا گیا تھا ایک سادہ مزاج نیکو خصال آدمی تھے آپ کو ان سے خاص الفت تھی اور ان کی ناگہانی وفات پر آپ کو بڑا صدمہ ہوا۔ اس ناچیز کو مولانا عبدالقادر سے خاص تعلق تھا اول تو میرے استاد زادہ تھے دوسرے وہ اور میں ہم عمر تھے صرف تین دن کا فرق تھا تیسرے حضرت چراغ تونسوی کے جانشین نشینوں میں سے تھے اور واقعی دربارِ محمودی کے درخشندہ گوہر تھے چنانچہ ان کی تاریخ وفات حسب ذیل لکھی گئی۔

جوہر ذاتی درخشاں از رخش ۔ معدنِ تہذیب را خوش گوہرے
من بگردیدم باطرافِ جہاں ۔ یافتم مثلش نہ دیگر ہمسرے
خوش مزاج و خوش خصال و خوش کلام ۔ آنکہ در اقلیم الفت دلبرے
چوں بجنت رفت آں مردِ خدا ۔ تاجِ محمودی نہادہ بر سرے
سال تاریخش بپرسیدم بلوچ ۔ گفت رضواں۔ آمدہ نیک اخترے

مولوی صاحب مرحوم کی تاریخ ولادت نیکو اخترے ہے اسی رعایت سے تاریخ بالا لکھی گئی۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ وَاغْفِرْلَنَا۔

حضرت کا فیض جاری

ایک دفعہ ایک کشتی جو ملکیت حضرت چراغ تونسوی کی تھی اور بہت دیرینہ تھی دریا میں تہ نشین ہو گئی کسی جاندار کا نقصان نہ ہوا البتہ اس پر کچھ اناج تھا وہ بہہ گیا۔ ملاح اور دیگر اشخاص صحیح سلامت جان بچا کر نکل آئے خاکسار مؤلف نے اس موقع پر یہ اشعار لکھے۔

حضرت کا فیض جاری ہے ہر جاندار پر ؎ ماہی بزیر آب ہو طائر درخت پر
کشتی کے ڈوب جانے کی تم کو ہے کیا خبر دعوت میں مچھلیوں کی وہ بھیجی ہے سر بسر

اِبتلائے عظیم

یہ قانون الٰہی ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی آزمائش کرتا ہے وَاِذِ ابْتَلٰی اِبْرٰھِیْمَ رَبُّہٗ۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امتحان کیا اور وہ امتحان میں سُرخرو ہوا۔ اسی طرح دیگر پیغمبروں کی طرح طرح کی آزمائشیں کی گئیں۔

اولیاءِ کرام بھی اس کلیہ سے مستثنیٰ نہیں پس اس قانون الٰہی کے مطابق حضرت چراغ تونسوی پر ابتلائے عظیم کی گھٹا طاری ہوئی سب سے پہلے آپ کو فرزند اکبر میاں احمد صاحب کے وصال پر ملال کا صدمہ عظیم پہنچا۔ یہ صاحب نوجوان۔ نیکی میں فرد۔ ہمت میں شیر مرد۔ دینی دنیاوی امور میں یگانہ۔ اوّل درجہ کے زیرک ہوش مند۔ آپ کی وفات سے تونسہ میں کہرام مچا ہوا تھا۔ لیکن ایک نکتہ یاد رکھنا ضروری ہے۔ کہ ہمارے حضرت

ثانی مرشدی خواجہ اللہ بخش صاحب کو اپنے فرزند میاں احمد صاحب کا صدمہ ہوا۔ اور حضرت چراغ تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے والد بزرگوار کی طرح اس سانحہ عظیم میں مبتلا ہونا پڑا۔ گو یہ مصیبت سخت تھی مگر چونکہ آپ اس آزمائش میں پورے اترے۔ پس کوئی شبہ نہیں کہ آپ کے مدارج عالیہ میں ترقی نہ ہوئی ہو۔

اس موقع پر مجھے ایک واقعہ یاد آیا کہ جن دنوں حضرت احمد صاحب صاحبزادہ کو تکلیف تھی اور طبع کمزور ہو رہی تھی فقیر محمد روشن بھی علیل تھے حضرت چراغ تونسوی بمقام درگ تشریف فرماتے تھے جو اندرون کوہ اپنے بزرگوں کا علاقہ ہے اور تونسہ شریف سے جانب غرب دو منزل دور ہے۔ درگ سے آپنے صاحبزادہ صاحب کو حکم بھیجا کہ فقیر صاحب کے علاج اور خاطر تواضع میں پوری سعی کی جائے۔ چنانچہ شاہزادہ صاحب نے اپنی طبع کی کمزوری اور ضعف کے باوجود فقیر صاحب کی خبر گیری کی مگر جب اپنی طبع کمزور دیکھی تو علاج کے واسطے دہلی کا ارادہ کیا اور اول ملتان شریف روانہ ہوئے۔

جب یہ خبر حضرت چراغ تونسوی نے سنی تو کہ فقیر کو چھوڑ کر احمد چلا گیا ہے تو آپ ناخوش سے ہوئے۔ قدرت خدا۔ پہلے فقیر صاحب کا وصال ہوا پھر میاں احمد صاحب صاحبزادہ کوٹ سلطان سے تونسہ کے عازم تھے کہ عین راہ میں وصال ہو گیا انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ خواجہ غلام مصطفیٰ

صاحب، خواجہ غلام مرتضیٰ صاحب، خواجہ غلام مجتبیٰ صاحب۔ آپ کے تین صاحبزادے ہیں۔ خداوند کریم ان کو عمر خضری عطا فرمائے اور اپنی بزرگوں کے نیک قدم پر چلنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین

مولانا احمد بخش ڈیروی نے نفیس تاریخ رحلت استخراج فرمائی

خواجہ احمد فرخ سیرت — فَارَقَ عَمَّنْ صَاحِبِ جَنْبِهٖ
وَصَلَ اِلَيْهِ عَزَّ وَجَلَّ — يَرْحَمُهٗ وَيَغْفِرُ ذَنْبَهٗ
ہاتف گفت پئے تاریخش — سوم ذی الحجہ یوم سہ شنبہ
۱۳۳۶ھ

جناب اختر میاں دہلوی از اولاد حضرت بہادر شاہ ظفر مرحوم کا مرثیہ قابلِ دید ہے۔

کون سہے یہ صدمۂ ہجراں کس میں اتنی طاقت
رنج والم سے دل ہے نالاں درد جگر کی کلفت ہے

سینہ ہدف ہے تیر الم کا دل پہ اثر ہے نشتر غم کا
اُٹھ گیا سایہ ابر کرم کا کیسی سخت مصیبت ہے

شان معلیٰ رتبہ عالی عجز سے پُر او کبر سے خالی
دست کرم تھا اور سوالی کس کی ایسی عادت ہے

تاج شہانہ فخر زمانہ صولت ضیغم رعب شہانہ
وصف میں اپنے جو تھا یگانہ آج اسکی رحلت ہے

اختر جب تھے آنسو جاری بولے ہاتف کر کے زاری
زینتِ خلد ایزد باری سال وفات نجابت ہے
۱۳۳۶ھ

یوسف ثانی چاند کا ٹکڑا:

دوسرا صدمہ حضرت صاحبزادہ غلام فرید صاحب کی وفات ہے جو حضرت کے فرزند دوم تھے۔ قدرت نے ان کو حسن سیرت کے علاوہ حسن صورت اس قدر عطا فرمایا تھا کہ عام لوگ انہیں یوسف ثانی تصور کرتے۔ صاحبزادہ حضرت نظام الدین صاحب اور صاحبزادہ غلام فرید صاحب جب دو زانو ہو کر اکٹھے دربارِ محمودی میں رونق افروز ہوتے اس وقت کا سین میں الفاظ میں نہیں لکھ سکتا۔ دونوں کی تعلیم میں پوری سعی کی گئی۔

جمعہ کا دن ہے مغربی زیارات کے واسطے شاہزادہ صاحبان گھوڑوں پر سوار ہوئے آپ نے فرمایا تھا کہ گھوڑوں کو نہ دوڑانا اور نوکر کو ساتھ لے جانا مگر تقدیر پر کیا چارہ۔ نوعمر شاہزادے۔ سڑک جرنیلی پر آئے گھوڑوں کو ذرا ایڑ لگائی وہ بے قابو ہو کر دوڑے صاحب زادہ صاحب گرے۔ دماغ کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ پل کے پل میں وہ جوان رعنا ماہِ لقا یوسف ثانی، چاند کا ٹکڑا آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ میں اس دن کی کیفیت بیان نہیں کر سکتا کہ تونسہ کا شہر تھا؟ یا نمونہ محشر۔ ہنگامہ کربلا پیش نظر تھا۔ مگر وہ خواجہ تیرا حوصلہ! فرماتے ہیں اگر وہ ذاتِ

باری اسی میں راضی ہے تو ہم ہزار بار راضی۔ جب جنازہ پڑھا گیا تو آپ نے بچشمِ پُرنم دردناک آواز سے فرمایا افسوس بچھڑا۔ جُنید کا زمانہ نہیں۔ ورنہ دکھا دیتا۔

میں اس حادثہ کے وقت اپنے گاؤں سوکڑ میں مقیم تھا اس ابتلائے عظیم کا واقعہ سُن کر حیران دششدر رہ گیا خداوندکریم کے حکم میں دم مارنے کی جگہ نہیں تونسہ پہنچا تو دیکھا کہ ہر در و دیوار سے شور نالہ بپا ہے۔ فرید فرید کی آواز آرہی ہے۔ حضور پُرنور نے اس صدمہ میں بھی صبر و استقلال کے دامن کو ہاتھ سے نہ جانے دیا اور صبر و شکر سے خوشنودی خدا حاصل کی۔ اور اپنے درجۂ ولایت میں معراج کو پہنچے اس ناگہانی وفات سے گھر گھر ماتم منایا گیا۔ جس قدر مخلوق فاتحہ خوانی اور تعزیت کو آئی۔ اس کا شمار نہیں ہو سکتا۔ ان دنوں ڈاک میں جس قدر خطوط پہنچے ان کا اندازہ محال ہے

ابنِ محمود شاہِ غلام فرید ... آسمان مثلِ او گلے کم دید

اسپ را تاختہ بجنت رفت ... روز جمعہ کہ بود وقتِ سعید

سر بسر بود یوسف ثانی ... ضوِتش ایں چنیں خدا بخشید

من ز ہاتف چو سال پرسیدم ... از سر درد گفت غم فرید سنہ ۱۳۳۸ھ

بگفتا سال فوتش ہاتف از غیب ... فتاد از اسپ مجموعہ خوبی شنہ ۱۳۳۸ھ

سال تاریخ ہاتفم گفتہ ... در صفِ اولیا بجنت است سنہ ۱۳۳۸ھ

آپ نے حضرت غلام فرید کی وفات کے دن فرمایا ؎

عجب خارے شکستی دردل من　　　　کہ ناید بیروں الا از گل من

تیسری آزمائش: اس مقدمہ خانقاہ کی تھی جس میں لاکھوں روپے خرچ ہوئے۔ میں اس بارہ میں کچھ زیادہ لکھنا نہیں چاہتا۔

حضرت چراغ تونسوی کا کبھی منشا نہ تھا کہ وہ عدالتوں کے کثیر اخراجات اور وکلاء کا بار احسان اور دوستوں کی تکلیف برداشت کریں مگر مجبور تھے۔ اخیر عمر میں اپنے ایک نوازش نامہ میں لکھتے ہیں

اس مقدمہ میں جس قدر اخراجات اور انتظارات اور بنی نوع انسان کی مدارات اور اپنے نہایت مکرم مہربانوں کی تضیع اوقات اس قدر کمی ہائے کا سامنا ہے کہ کامیابی میں بھی ہرگز معاوضہ نہیں ہو سکتا۔"

بہرحال اور بھی بہت سے ایسے واقعات ہوئے جو آزمائش کا درجہ رکھتے تھے مگر الحمدللہ کہ اس ستودہ صفات نیک ذات نے کبھی صبر و استقلال کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیا اور ہمیشہ صابر اور شاکر رہے

اب تو حاجی ہو

ایک دفعہ الوہر سے میاں عبدالرحمن سکھیڑے نے مورخہ ۲۲/۴/۲۹ ایک عریضہ بھیجا جس کا مضمون یہ تھا۔ جو دو اونٹ چوری ہو گئے تھے ایک اونٹ مل گیا تھا اور اس کا مقدمہ پولیس میں چلا گیا تھا۔ اونٹ مقدمہ سے

فارغ ہوگیا ہے اس کے لیے حکم صادر فرمایا جائے کہ وہ اونٹ کہاں بھیجا جائے۔ آیا غلام ہی کے پاس رہے یا فروخت کیا جائے آپ نے منشی کو حکم دیا کہ جواب لکھوا بھی تم حاجی بھی نہ ہوئے تھے کہ وہ اونٹ کھائے تھے اب تو حاجی بھی ہو جوان دیے تھے اب بڈھے ہیں کیا کرینگا تم جانو اور تمہارا کام ہے

وارثِ تختِ سلیماں خواجہ محمود ہیں — پیشوائے اہلِ ایماں خواجہ محمود ہیں

ہو اگر طوفاں ہمکو مطلقاً کچھ غم نہیں — ناخدائے بحرِ عرفاں خواجہ محمود ہیں

ولہ

مظہرِ انوارِ یزداں خواجہ محمود ہیں — رہنمائے دین و ایمان خواجہ محمود ہیں

بلبلِ گلزارِ خوباں خواجہ محمود ہیں — عاشقِ محبوبِ رحماں خواجہ محمود ہیں

ولہ

مدحِ محمودی میں ہوں مصروف میں — ماسوا اس کے نہیں ہے کوئی کام

یاالٰہی! عاقبت محمود ہو — اب یہی ہے وردِ میرا صبح و شام

ممدوح میرا غیر ہو ممکن نہیں ہلوچ — محمود میرے دل میں ہے حرفوں کا پھیر ہے

(مطلب یہ کہ وہ محمود ہیں اور ممدوح بھی ہیں کیونکہ اول الذکر کے حروف وہی ہیں جو ممدوح کے ہیں پس میرا ممدوح ہوگا تو فقط محمودؒ)

جشن شادی نظام بادشاہؒ

حضرت صاحبزادہ خواجہ نظام الدین صاحب کی شادی خانہ آبادی ڈیرہ اسماعیل خاں ہوئی اور اس دھوم سے ہوئی کہ شاید ہی وہاں ایسی رونق کبھی ہوئی ہو۔ اس جشن میں اعلیٰ حضرت شمس العارفین حضرت

پیر مہر علی شاہ صاحب والئ گولڑہ معہ فرزند ارجمند حضرت صاحبزادہ غلام محی الدین صاحب رونق افروز ہوئے تھے۔ آہا کیا سماں تھا۔ دہلی سے ایک قوال آئے اور اشعار سنائے۔ لاکھوں پانی میرے حضرت چراغ تونسوی مٹھیاں بھر بھر کر انعام دے رہے تھے۔

چنانچہ جس خیمہ میں یہ ناچیز اترا ہوا تھا وہاں ایک دایہ آیا اسے ایک مٹھی انعام ملا تھا۔ جب اس نے وہ روپے گنے تو چند اشرفیاں اور تبالیس [۴۲] روپے نقد تھے۔ عجیب بات یہ ہے کہ سونے کی اشرفیاں روپوں میں ملادی گئیں تھیں تاکہ ہر لینے والے کو اپنا اپنا مقسوم ملے۔

اس تقریب سعید میں جو خطوط مبارک بادی اور اظہار تہنیت کے پہنچے اگر ان کی نقل کی جائے تو ایک دفتر ہو سکتا ہے۔ شاعرانِ خوش گفتار نے قصائد بھیجے کسی نے رباعی لکھی کسی نے قطعہ تاریخ پیش کیا۔ الغرض ہر ایک فرد بشر نے اپنی خوشی کا اظہار کیا جس طرح اسکو موزوں نظر آیا لیکن اجمیر شریف سے جو مطبوعہ تحریر بعنوان جشن نظام پہنچی وہ ایک ایسا گلدستہ ہے کہ پژمردگی کا نام نہ لے گا

سہرا

زیبِ سر تو نے کیا ہے شہ خوباں سہرا ؛ بن گیا فرطِ طرب سے گل خنداں سہرا
آپ کے چہرہ سے ہے نور برستا ہر دم ؛ ہو سکا فخر خداداد یہ نازاں سہرا
بزمِ شادی ہے سرے شاہ نظام الدین کی ؛ جوشِ شادی سے بنا خسروِ خوباں سہرا

واہ وا پھولوں کی خوشبو سے معطر ہے دماغ ✤ اس میں کیا شبہ کہ ہے رشک گلستاں سہرا
باغ عالم میں بزرگوں کا تقاضا یہ ہے
بھیجیں فردوس سے اک شاہ سلیماں سہرا
نام میرا بھی لکھا جائیگا مداحوں میں
بزم عالی میں جو دیکھیں گے سخنداں سہرا

☆

ہزار شکر کہ وہ ساعت سعید آئی
تمام خلق تھی جس کے لیے تمنائی
چمن میں سبزہ و گل کا عجیب عالم ہے
بہار دیکھنے خود رونق بہار آئی
چمن میں پھول ہے پھولوں پہ گوہر شبنم
فلک نے تاروں بھری رات کی قسم کھائی
نہ دیکھی چشم فلک نے کبھی زمانہ میں
شب برات میں جس شان سے برات آئی
ہزار شکر خدا کا کہ آج وہ دن ہے
گلاب و لالہ و نرگس ہوئے تماشائی
جناب حضرت محمود کے بڑے فرزند
عیاں ہے جن کی جبیں سے ہی شان رعنائی
جمال یوسفی ہے اور جوان صالح ہیں
انہی کی شادی کی ہے آج بزم آرائی
جناب حضرت والا نظام دیں صاحب
ہمیشہ فرحاں و شاداں مثال آبائی
کروڑ مبارک کروڑ والے سے
بلوچ کہتے ہیں جس کو۔ ہے شکل سودائی
یہ عرض کرتا ہے خدمت میں اے شہ والا
بحال زار غریباں نظر بفرمائی
لکھوں میں شعر کسی کا جو برمحل آیا
ہوا ہوں اسکی لطافت پہ دل سے شیدائی
بیا دار غریباں دشت پیمائے را
چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی
بنام پاک بزرگاں آباؤ اجداد
بحال بندۂ مسکیں کرم بفرمائی

☆

وفات حسرت آیات (حضرت چراغ تونسوی رحمۃ اللہ علیہ) کسی تاریخ نویس کے واسطے

سب سے مشکل ترین مسئلہ کسی کی وفات کا واقعہ لکھنا ہے اور میرے لیے یہ معاملہ کس قدر مشکل اور دشوار ہے کہ میں ابھی آپ کے دربار دُربار کا خاکہ پیش کر رہا تھا۔ ابھی آپ کی مجلس عالیہ کی رونق اور مختلف اصحاب کی گُل فشانیاں دکھا رہا تھا۔ یا اب اس سوزناک حادثہ اور المناک سانحہ کے واسطے قلم اٹھاتا ہوں۔ واحسرتا واحسرتا سنگھڑ سے وہ بزرگ چلا گیا جو گلہ سلیمانی کا رکھوالا تھا۔

بزرگوں کا فخر، ہم وطنوں کا ملجا و ماوٰی۔ مریدوں کا سچا رہنما اور جائے پناہ تھا۔ عزیزوں کے واسطے لئیق و شفیق اور صاحبِ کمال بزرگ کریم ابن کریم تھا۔ آج دنیا سے ایک ارسطو اُٹھ گیا جو اقلیم ولایت کا شہنشاہ بزرگانِ دین کا سچا اور حقیقی نمونہ تھا مختصر! وہ دین و دنیا کا بادشاہ تھا جو ہم سے رخصت ہو گیا۔

نہ ایسی خوبیاں کسی میں ملیں گی نہ ان صفتوں کا کوئی حامل ملے گا نہ ایسا خوش خلق نظر آئے گا نہ ایسا دربار نہ ایسا قدرداں نہ ایسا فیاض نہ ایسا رحمدل نہ ایسا فرشتہ خصال۔ حضرت غریب نواز کو بہ تقاضائے عُمر و ریاضت عرصے سے درد زانو کی تکلیف رہتی تھی۔

چنانچہ اپریل ۱۹۲۹ء میں میں نے دیکھا کہ جب آپ ایک جگہ سے

اٹھتے تو دو آدمی سہارا دیکر اٹھاتے لیکن باوجود اس کے چہرہ مبارک پر کسی قسم کی بیماری کے آثار نمودار نہ تھے۔ گھوڑے کی سواری نہایت اچھے طرح سے کر سکتے تھے ہر جماعت میں خود مسجد میں تشریف لاتے اور معمولات میں کسی قسم کا فرق نہ آیا تھا۔ ہر جمعہ خانقاہ مغربی بدستور تشریف لے جاتے۔ سفر پاک پٹن۔ سفر مہار شریف میں بھی ناغہ نہ تھا مگر تاہم ضعف کے آثار نمودار تھے۔

ایک دفعہ قادرپور زیادہ تکلیف ہوگئی جب آپ تونسہ شریف مراجعت فرمائی تھی تو ایک عقیدت مند مرید قوم افغان اسٹیشن کوٹ سلطان پر قدم بوس ہوا اور حضرت کا روئے مبارک دیکھ کر زار زار رونے لگا کہ مرشدا! اب تو بوڑھا ہو گیا ہے۔

مطلب اس عقیدت مند کا یہ تھا کہ پیرانہ سالی آگیا: یعنی خیمہ منتقل ہونے والا ہے اور اسی واسطے وہ جاں نثار عقیدت شعار زار زار رونے لگا۔ افسوس صد افسوس کہ یہ بات دلفروز آفتاب غروب ہونے والا ہے۔ رمضان گزر گیا تھا کہ نواب صاحب کے خطوط آنے شروع ہوئے کہ ڈیرہ دون تشریف لے چلو مگر آپ اس تیاری میں عجلت نہ فرماتے بلکہ امروز فردا ہو رہا تھا۔ بالآخر وہاں سے پیغام پہنچا کہ ڈیرہ دون میں کوٹھی لی گئی ہے۔ آپ ضرور تشریف لائیں مگر پھر بھی آپ پختہ ارادہ نہ کرتے بلکہ ایک دن فرمایا شاید میں تونسہ نہ آؤں بالآخر تقدیر کو کون روک سکتا ہے۔

آپ ڈیرہ غازی خاں کے راستہ سے روانہ ہوئے گرمی، سوءِ ہضمی۔ معدہ کی شکایت زیادہ ہو گئی۔ چند روز ہی ڈیرہ دون گذرے تھے کہ تکلیف زیادہ ہونے لگی۔

ڈیرہ دون میں ایک شاہی حکیم ساکن گنگوہ شریف تھے جو کسی راجہ کے علاج کے واسطے وہاں موجود تھے اور ان کو دربار سلیمانی سے بھی کچھ تعلق تھا چند روز ان کا علاج ہوتا رہا شکایت معدہ کی تھی کچھ فائدہ نہ ہوا نواب صاحب نے معائنہ فرمایا کہ آپ کو اس حاذق حکیم کے علاج سے آرام نہیں ہوا تو حکیم عبدالحی صاحب ساکن پشاور حال مقیم ملتان کو تار دیا گیا کہ یہ حکیم صاحب نہ صرف بے نظر طبیب ہیں بلکہ آپ کی طبع مبارک سے بخوبی واقف تھے اور پہلے کئی دفعہ علاج کے واسطے ان کو بلوایا جاتا تھا۔

حکیم صاحب ملتان ڈیرہ دون تشریف لے گئے اور کچھ افاقہ بھی ہوا مگر زیادہ ٹھہرنا آپ نے ڈیرہ دون مناسب نہ سمجھا خان صاحب سے اجازت لی گئی اور بسواری ریل خانیوال تشریف لائے وہاں سے بسواری اسپ قادر پور تشریف لائے۔ عدم غذا اور عدم اشتہا کی شکایت تھی مگر چہرہ ایسا مشوش نہ تھا۔ ایک آدھ ہفتہ تو تغیرِ آب و ہوا ملاحظہ کرتے رہے اور عمداً علاج سے پہلوتہی فرمائی جب کمزوری زیادہ ہونے لگی تو منشی نے از خود نواب زادہ خان صاحب دُرِ محمد خانصاحب

خاکوانی کو لکھا۔ اور وہ ملتان سے حکیم عطاء اللہ خان صاحب کو لے آئے جنہوں نے طبیہ کالج دہلی میں تعلیم پائی ہے اور ملتان کے نامی حکیموں سے ہیں۔ اس وقت آپ کے انضباط اوقات میں کوئی فرق نہ تھا۔ حسب معمول گھوڑے پر سوار ہو کر سیر کو جاتے نماز باقاعدہ جماعت سے ادا فرماتے البتہ اتنا حکم دیا کہ قیام شب بھی مسجد میں ہو گیا۔ ہفتہ عشرہ کے بعد آپ دیوار پر بیٹھ کر گھوڑے کی سواری فرماتے اور کرسی پر بیٹھ کر اترتے۔ اور دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں تشریف لاتے آپ کی کمزوری اس حد تک تھی کہ بعض دفعہ مسجد میں آتے ہوئے دو دفعہ راہ میں آرام کرسی پر فرا تسکین فرماتے۔ حکیم عطاء اللہ خاں کے علاوہ حکیم غلام غوث بہاولپوری اور حکیم محمد حسین صاحب بہادلنگر سے آئے۔ مگر علاج سے صرف یہ ہوا کہ ۲ دن آرام پھر اسہال کی تکلیف شروع ہو جاتی۔

اتنے میں نواب صاحب ملتان سے تشریف لائے۔ اور آپ کی کمزوری دیکھ کر پریشان خاطر ہو گئے۔ اب طبع مبارک کی یہ کیفیت تھی کہ اگر اسہال جاری تو طبع درست۔

جب کمزوری کا خیال کر کے اسہال بند کرنے کا منصوبہ کیا جاتا تو تکلیف زیادہ ہو جاتی۔ نواب صاحب کا اور خود حضور کا ارادہ تھا کہ دہلی علاج کے واسطے تشریف لے جائیں مگر کمزوری زیادہ ہو چکی تھی۔ اس واسطے ارادہ ملتوی کیا گیا۔ نواب حبیب اللہ خاں نے نواب خضر حیات

خاں خلف سر نل ملک عمر حیات خاں ٹوانہ کو کوٹھی دہلی کے واسطے تار دیا
جواب بھی آگیا۔ مگر روانگی ملتوی ہوگئی۔ خان صاحب فیض اللہ خاں
پلیڈر۔ ڈاکٹر یار محمد صاحب کو لاہور سے لائے انہوں نے ۳ دن شاید علاج
کیا۔ پھر دوائی دینا بند کردیا۔ حضرت غریب نواز نے تبسم فرما کر ایک
دن پوچھا۔ سب کا خیال یہی .... ہے۔

مہتہ صاحب اسسٹنٹ سرجن ملتان والے آئے پہلے انہوں نے
تسلی دی مگر ہمت ہار گئے یہ اتوار کا دن تھا۔ آپ نے مہتہ سے کہا آؤ
میرے پرانے مہربان! لیکن یہ امر خاص طور پر یاد رکھنے کے لائق ہے

نماز باجماعت کا اہتمام

کہ باوجود کمزوری کے آپ نے نماز باجماعت ادا کرنے کے لئے اس
قدر سعی فرمائی کہ دیکھ کر انسان دنگ رہ جاتا تھا۔ اب تو پلنگ مسجد میں
رہتا اور عصر شام عشا اور صبح برابر نماز پڑھتے۔ جب وضو کی طاقت نہ رہی
تو بیٹھے بیٹھے۔ جب بیٹھنے کی طاقت نہ تھی تو اشاروں سے مگر سبحان اللہ
اس نیک نام نیک انجام نے نماز قضا نہ کی۔

جب آپ کی کمزوری حد سے زیادہ بڑھ گئی اور غذا بالکل بند تھی تو
سب طبیبوں نے بالاتفاق یہ مشورہ دیا کہ آپ کے واسطے نقل مکانی باعث
تکلیف ہے۔ آپ محل میں بستر پر آرام فرماویں اور مسجد میں نہ جائیں
دوسرے یہ لوگ بے شمار آپ کے پاس نہ آویں آپ نے فرمایا ہرگز نہیں

کیا تمہارے پاس اس قسم کی کوئی دستاویز ہے کہ میری زندگی کو بڑھا سکو ہاں اگر تمہارے اختیار عمر بڑھانا ہے تو محمود شاید کہے کہ مسجد میں پلنگ نہ لے جاؤ۔ پس باوجود اصرار کے آپ نے ہرگز تسلیم نہ کیا اور نماز فریضہ جس طرح ہو سکی برابر ادا فرمائی۔

دینی درسگاہ کے لئے وقف نامہ:

آپ نے وفات سے تین چار روز پہلے اپنے ماموں نواب صاحب سے ارشاد فرمایا کہ اب میرے بچنے کی امید نہیں ایک آرزو ہے وہ پوری کرائی جائے اس پر آپ نے اراضی مدرسہ اسلامیہ کے واسطے وقف کرنے کا ارشاد فرمایا۔ نواب صاحب نے اطمینان دلایا کہ یہ کام انشاء اللہ ہو جائے گا اس میں دو یوم گذر گئے۔ حضور نے مولوی غلام علی مختار عام کو طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ تم میری حالت دیکھ رہے ہو۔ آئندہ میرے پاس سے ہرگز جدا نہ ہو، فرمایا کہ دیکھو میں نے ایک کام کے واسطے ماموں صاحب کو کہا ہے اور فلاں کو کہا ہے اور فیض اللہ خاں سے کہا ہے میرا یہ کام ضرور کرو۔ چنانچہ آپ نے ازحد اصرار فرمایا اتوار کو وصیت نامہ مکمل ہوا۔ سوموار میاں محمد سعید صاحب ای اے سی کرنال سے آئے یہ روزانہ خط بھی لکھتے اور تار بھی بھیجتے۔ مولوی غلام علی کا بیان ہے کہ ہم لوگ حیران تھے۔ کہ رات کے دس بجے وہ کاغذ لکھا گیا جس میں آپ نے وقف اراضی موضع مقبول واہ کا حکم دیا۔ اب حیران تھے کہ جب تک

کلکٹر تصدیق نہ کرے اس پر عملدرآمد کس طرح ہو گا خدا کی قدرت جب کاغذ کو آپ نے اپنے دستخط سے مزین فرمایا۔ عین اسی وقت اطلاع پہنچی کہ تحصیلدار صاحب آ رہے ہیں۔ چنانچہ سواریاں اسٹیشن پر بھیجی گئیں اور وہ علی الصباح تشریف لائے داخل خارج کی تکمیل ہو گئی ہم حیران تھے کہ حضور کیوں رات کے وقت ہم پر تقاضا کر رہے ہیں کہ کاغذ کی تکمیل کرو۔

یہ کرامت دیکھ کر ہم لوگ حیران ہوئے کہ رات کے دس بجے کاغذ لکھا گیا علی الصباح تحصیل دار صاحب خود تشریف لائے اور تصدیق بھی ہو گئی اتوار کے دن آپ کی طبع کمزور تو نہایت تھی مگر آہستہ آہستہ کلام کر سکتے تھے۔ بے شمار مخلوق جمع ہو گئی۔ بعض معززین کے نام درج ہیں عالی جناب نواب احمد یار خاں مع جملہ پسران و برادر زادگاں۔ نواب حبیب اللہ خان صاحب علی زئی۔ حافظ غلام قادر خان صاحب خاکوانی ناظم پنشنر۔ صوفی عطا محمد خاں صاحب خاکوانی صوفی صالح محمد خاں خاکوانی۔ مولوی محمد دین صاحب مکھڈی مولوی قمر الدین صاحب مکھڈی۔ خان صاحب فیض اللہ خاں بی۔ اے پلیڈر مولوی عبدالکریم صاحب بی۔ اے سپرنٹنڈنٹ سروے ڈیپارٹمنٹ۔ میاں محمد سعید صاحب بی۔ اے۔ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کرنال۔ صوفی حسین بخش صاحب امرتسری۔ برادرم فتح محمد خاں ملغانی، مولوی غلام علی

صاحب، دیگر خدام و ملازمین۔

یہ امر ظاہر کرنا ضروری ہے کہ حضرت چراغ تونسوی کی جب یہ حالت نازک تھی تو اکثر اصحاب سجدہ میں پڑے ہوتے اور دعا میں... مصروف ہوتے۔

آخری وصیت نامہ:

حضرت چراغ تونسوی نے وفات سے چند روز پہلے اپنی تجہیز و تکفین اور دیگر ضروری امور کے متعلق ایک وصیت نامہ تحریر فرمایا جسے ایک خاص صندوق میں مع جملہ پارچات کے مقفل کر دیا اور وصال سے چند گھنٹے پہلے ارشاد فرمایا کہ صندوق میں تحریر موجود ہے اسی کے مطابق عمل کیا جائے۔ حضرت فخر المرسلین سرور عالم رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک اور ذرات نعلین اور فخر الاولیاء شاہ سلیمان یعنی حضرت اعلیٰ کی کلاہ مبارک، حضرت قبلہ عالم کی جائے نماز، حضرت ثانی فیض بخش خواجہ اللہ بخش صاحب کی لنگی احرام اور ہدایت درج تھی کہ میرے غسل دینے والا میرا پیر بھائی نیک بخت ہو

تبرکات مقدسہ کی تلقین:

چنانچہ مولوی محمد دین صاحب مکھڈی کو یہ فخر حاصل ہوا پھر ارشاد تھا کہ سید المرسلین خاتم الانبیاء حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین مبارک کے ٹکڑے میرے منہ میں اور قطرات موئے مبارک میری آنکھوں

پر ڈالے جائیں۔ اور جب تلقین کی جائے تو یہ الفاظ کہے جائیں اے عاصی محمود گنہگار! تو آج اس دنیا سے رخصت ہو رہا ہے یہ سب اشیار تیرا وسیلہ ہوں۔

جب یہ لفظ مولوی محمد دین صاحب مکھڈی نے بموجب فرمان واجب الاذعان زبان سے کہے۔ حاضرین میں سے کوئی بشر نہ تھا جو اشکبار نہ ہو۔ اللہ اکبر! یہ الفاظ کس قدر موثر اور سبق آموز تھے۔ خداوند کریم اُن کو حسبِ مُدعا جنت میں اعلیٰ مقام عطا کرے اور وہ اپنے بندگانِ نیک کی معیت اور رفاقت میں جنت الفردوس کے مزے لُوٹیں آمین!

اتوار کے دن کی جو کیفیت تھی وہ پچھلے اوراق میں لکھی جا چکی ہے چنانچہ ملتان سے مہتہ صاحب آئے۔ جو اسسٹنٹ سرجن ہیں تو آپ نے اس سے اختلاط کی باتیں کیں اور اپنی خوش اخلاقی سے انہیں نہایت شیریں الفاظ سے مخاطب کیا۔ اسی دن شاید نواب زادہ محمد اسلم خاں خلف الرشید نواب خدا بخش خاں خاکوانی کے صاحب زادے سلسلہ بیعت میں داخل فرمائے اپنا رومال عطا کیا کہ اسے ہاتھ لگاتے جائیں۔ مولوی غلام علی صاحب نے اپنے پوتے فیض محمد کو پیش کیا اور وہ بھی غلاموں کے زمرہ میں داخل ہوا۔ اس دن گو کمزوری تھی مگر آہستہ آہستہ بات چیت کر سکتے تھے اور سب نمازیں حسب معمول ادا فرمائیں یعنی پلنگ مسجد میں رکھا جاتا اور آپ امام کے پیچھے نماز

ادا کرتے ۔ حضور پر نور کی یہ عین آرزو تھی کہ ½ ۱۲ مربع اراضی جو وقف کئے گئے ہیں اس کی پوری پوری تکمیل ہو جائے ۱۰ بجے رات کا غذ کی تکمیل ہوئی ۱۱ بجے رات کے صاحب کلکٹر کے آنے کی اطلاع موصول ہوئی ۔

نواب صاحب نے دست بستہ عرض کیا کہ حضور کی منشا کے مطابق انشاء اللہ تکمیل ہو جائے گی جب آپ کو ضعف زیادہ تھا اور آپ کا پلنگ مسجد میں محض نماز با جماعت ادا کرنے کے واسطے لایا جاتا تو چند ملازم آسائش کی خاطر کھڑے ہو جاتے کہ آپ کو تکلیف نہ ہو ان کے اس طرح کھڑے ہونے کو آپ اظہار ناراضگی فرماتے اور کہتے خدا کے واسطے حضرت کے نام پر ۔ تم اپنی نماز پڑھو میری پرواہ نہ کرو ۔

سبحان اللہ! اس قدر الفت تھی کہ تاکید فرماتے کہ اپنا فرض خدا ادا کرو ۔ کیوں میرا خیال کرتے ہو ۔

شاہ سلیمانؒ کا سچا جانشیں :

یہ بھی روایت ہے کہ آپ وفات سے پانچ روز پہلے یکایک پلنگ سے اُٹھے اور فرمایا او مسلمانو! تم یقین کرو میں خواجہ سلیمان کا سچا جانشین ہوں ۔ اس وقت آپ کی آنکھیں سرخ تھیں اور چہرے سے حد درجہ کا جلال نمایاں تھا ہم لوگ حیران تھے کہ پہلے تو کمزوری اس قدر تھی کہ سر اٹھانا بھی دشوار تھا یا اب دفعتاً کھڑے ہو گئے

شاید اس وقت حکم باری تھا کہ اس وقت اعلان کردو کہ جو نابلد اور ناواقف ہوں وہ بھی اس چشمہ سلیمانی سے سیراب ہوں۔

سوموار کے دن آپ نہایت ضعف میں تھے بولنے پر ذرا آنکھ کھولتے تھے۔ دوپہر کے وقت تکلیف زیادہ ہوئی اس وقت تکلم بند تھا مگر پورے ہوش میں تھے۔ صاحبزادہ نظام الدین صاحب نے پانی کا کہا اسی دن محمد سعید صاحب آئے صاحبزادہ نظام الدین نے عرض کیا۔ بابو تساڈے دوست محمد سعید آئے ہیں بڑے شوق سے آنکھ کھولی۔ رات کے ۱½ بجے زور سے اللہ اللہ کا جہر شروع کیا۔ بہت سے لوگ جمع ہوئے جو پہلے سوئے ہوئے تھے دور دور تک آواز سنائی دیتی تھی۔ یہہ ذکر جاری رہا پھر اللہ ہو، اللہ ہو، اللہ ہو کا کلمہ وردزبان رہا۔ ہو کا کلمہ دراز فرمایا۔ اور اسی اثناء میں داعی اجل کو لبیک کہہ کر جنت الفردوس کو سدھارے

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ٥

یہ امر متواتر روایات سے ثابت ہے کہ آپ کی وفات کے وقت تمام گھوڑے جو اصطبل میں تھے خلاف توقع ہنہناتے رہے باغ میں جس قدر مور تھے آواز کرنے لگے دوپہر کو زلزلہ نمودار ہوا۔ اور ۔۔۔ میں خاص اثر نمودار تھا۔ اور عین وصال کے وقت بھی بقول بعض جب بے زبان حیوانوں کی یہ کیفیت تھی تو عقیدت مند غلاموں اور وفادار خادموں کی کیا حالت ہوگی۔

زمیں بلرزہ در آمد ز بے قراری شاں ۔۔ فلک بہ گریہ در آمد ز اشکباری شاں

قیامت کا سین تھا۔ درویش سراسیمہ اور بے تاب تھے فقراء سر مارتے تھے ؎

عُرفیؔ اگر بگریہ میسّر شُدے وصال ۔۔ صد سال میتواں بہ تمنّا گریستن

حسبِ وصیت آپ کو غسل مولوی محمد دین صاحب مکھڈی نے دیا اور نواب زادہ خان صاحب در محمد خاں۔ میاں عبداللہ ملازم۔ مولوی غلام علی۔ امام بخش خادم اور محمد خادم نے امداد دی۔ عاشق محمود حضرت عالی جاہ جناب میاں خیر محمد صاحب مہاروی۔ نواب صاحب ملتانی، نواب حبیب اللہ خانصاحب علی زئی تشریف لائے اور تبرک کے طور پر شامل ہوئے آپ کو غسل باغ میں دیا گیا تھا۔

آپ کے وصیت نامہ میں یہ بھی تحریر تھا کہ چالیس دن تک حافظ کلام اللہ میرے واسطے قرآن شریف اور سورۂ یٰسین کا ختم پڑھیں اور یہ سب حافظ پیر بھائی ہوں۔ اور واضح رہے کہ ان کے مصارف کے واسطے اتنے روپے صندوق میں موجود ہیں سُبحان اللہ!

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

جب ہر طرح تیاری کر لی گئی تو آپ کا جسد مبارک صندوق میں رکھا گیا۔ ملتان شریف سے نصف درجن سے زیادہ موٹریں آگئیں اور نواب صاحب کے ایماء سے تجویز یہ ٹھیری کہ حضرت چراغ تونسوی کو

امانت کے طور پر حضرت حافظ جمال صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے آستانے میں دفن کیا جائے کیونکہ ان دنوں دریائے سندھ کی طغیانی اس غضب کی تھی کہ بہت سی جگہ ریلوی پٹڑی شکستہ ہو چکی تھی اگرچہ دریافت حال کے واسطے سناواں۔ کوٹ سلطان۔ اور لیہ تار گئے اور خاص آدمی بھیجے گئے مگر راستہ نہایت دشوار تھا۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ خواجہ غریب نواز نے اپنے دوست میر صاحب مرحوم سے جو وعدہ کیا تھا کہ پانچ چھ ماہ ہم ایک جا رہیں اس خواہش کو پورا کرنا تھا اس واسطے میر صاحب کے قریب شہر خموشاں کو زینت بخشی۔ (خواب دیکھا میاں رب نواز صاحب نے) جب حضور پر نور چراغ تونسوی

ملتان میں ہڑتال

کے وصال پر ملال کی خبر ملتان میں پہنچی تو لوگوں نے دکانیں بند کر دیں اور محبت سے ریلوے اسٹیشن پر پہنچے کہ قادر پور جائیں اور جنازہ میں شریک ہوں جب ایک چھوڑ دو تار اس امر کے موصول ہوئے کہ حضور کا جنازہ ملتان شریف میں ہوگا تو عید گاہ سڑک پر ہزارہا مخلوق جمع ہوگئی جب موٹر پہنچی تو اس شمع سلیمانی کے گرد پروانہ کی طرح مخلوق ٹوٹ پڑی موٹر پھولوں سے لد گئی اور جب صندوق کو اٹھایا گیا تو اس وقت عاشقانِ اسلام کا جذبہ شوق قابلِ دید تھا پاؤں کچلے جاتے تھے اپنی ٹوپی یا پگڑی کی سدھ نہ تھی دیوانوں کی طرح لوگ دوڑ رہے تھے اور ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ اس عاشق الٰہی اور سرچشمۂ فیوض لامتناہی کو

اپنے کندھوں پر بلکہ آنکھوں پر جگہ دوں سے

بار احباب جو اُٹھاتا تھا — دوش احباب پر سوار ہے آج
نازش خلق کا محل نہ رہا — رحلت فخر روزگار ہے آج
تھا زمانہ میں ایک رنگیں طبع — رخصت موسم بہار ہے آج
دل میں مدت سے تھی خلش جس کی — وہ ہی برچھی جگر کے پار ہے آج

بلا مبالغہ پچاس ہزار کے قریب مخلوق جمع تھی اور اس انبوہ کثیر نے اس شان سے آپ کا جنازہ پڑھا کہ اتنی مخلوق ملتان میں کبھی نہ دیکھی گئی تھی آپ کا وصال مابینی شب دوشنبہ و سہ شنبہ ۱۷ ستمبر ۱۹۲۹ء مطابق ۲ر اسوج ۱۹۸۶ء موافق ۱۲ ربیع الآخر ۱۳۴۸ھ کو ہوا۔

زائرین کا ہجوم

۱۸ ستمبر ۱۹۲۹ء سے لیکر ۶ر مارچ ۱۹۳۰ء تک صبح شام آپ کی تربت منورہ پر لوگوں کا ہجوم دیکھا جاتا تھا۔ میرے ایک واقف کار ملتان جانے لگے تو مجھ سے استفسار کیا کہ خانقاہ حافظ محمد جمال الدین صاحب پر تو میں چلا جاؤں گا مگر مجھے حضرت چراغ تونسوی کی مزار مبارک کا پتہ کون دے گا میں نے کہا چراغ جہاں روشن ہوتا ہے وہ دور سے ہی نظر آتا ہے۔ جب وہ آدمی واپس آیا تو کہنے لگا کہ وہاں دریافت کی ضرورت نہ تھی بیسیوں عاشقانِ محمودی نظر آئے جو سب اسی بزم کے پرانے تھے۔ خاکسار نے جو تار قادرپور دوسرے روز روانہ کیا خواجہ محمود مرشد

کامل تاریخ وصال بھی تاریں لکھ دی اس سے بڑھ چڑھ کر اور اصحاب نے تاریخیں لکھی ہیں۔ ؎

وہ لعل تھا۔ برتر تھا بہت دُرِ عدن سے
اک پھول تھا آیا تھا سلیمان کے چمن سے
مدت ہوئی وہ دُور رہا اپنے وطن سے
تھا بڑھ کے نزاکت میں چنبیلی سے سمن سے
سنگھڑ میں تو اس شان کا انسان نہیں ہے
وہ کون بشر ہے جسے ارمان نہیں ہے

مرثیہ ہندی از غلام محمد کلاسرہ طالب علم

زمانہ توں عالم دا سردار ٹُر گئے
غلامیں دا آقا وفادار ٹُر گئے
جیندے در تے آجھکدے شاہ و گدا سب
ہر اک دا معاون مددگار ٹُر گئے
او نورِ سلیمانی تونسہ دا سہرہ
زمانہ دا محبوب دلدار ٹُر گئے
او آقائے محبوب ملجائے عالم
ہے خلقت جیندی سب طلبگار ٹُر گئے
گیا ہا اتھوں جیڑھا جھوکاں لڈا کے
غریب الوطن چا کے او بار ٹُر گئے
اتھاں نال مائیں دے وچ ڈیرہ لائیس
تیں وطناں کنوں تھی کے بیزار ٹُر گئے
کھڑے بیقراری دے وچ سارا عالم
جو تہا اتھاں چھوڑ سرکار ٹُر گئے
ڈِٹھے جیں تکالیف صدمے ہزاراں
خدا دی رضا دا خریدار ٹُر گئے
نظام و نصیر و قطب پیارے جگ دے
حوالہ رب کر کے دلدار ٹُر گئے
اتیں مصطفےٰ۔ مرتضیٰ۔ مجتبیٰ دی
ہر یک کوں یتیمی دے ڈے بار ٹُر گئے
اجاں کیوں نہ محمودی رووں ہزاراں
اساڈا او مونس تیں غم خوار ٹُر گئے

دیگر منہ

شہر تونسے راج والی اتھو جھڑ کاں لڈائی ویندے
اکیلاں وسہیلیاں کوں سٹ ویندے رلائی ویندے

سونٹراں چوڈی راجن خواجہ تیں ڈکھیا سیم تن خواجہ
مسافر بے وطن خواجہ ڈتی درد جدائی ویندے

نکل بے وس ونجن واہیں لگیاں تونسے اندر بھاہیں
کھڑے ویندے محل جاہیں تیاری کیتھ بنائیں ویندے

زمین وی آسمان روندے پئے چوڈاں طبق بھوندے
چلائے تونسہ تیں کیا ہوندے وڈے شہر نقل مچائی ویندے

ڈٹھے رنج والم لول کیتے خلقت ستم ول ول
ملیئے دل کمل گزرم ولول وڈے صدمے نبھائی ویندے

جوان بچڑے تھئے راہی جوانی رج ڈٹھی ناہی
گئے ڈو پتر لگ جاہی ڈتے جو بار چائی ویندے

دکھاں دردان ڈے ماریاں کوں نکاریان بے سہاریاں کوں
تیں محمودی ہزاراں کوں انہاں جگ وچ رلائی ویندے

مریض کی مسیحائی

برادرم فتح محمد خاں ملغانی خلف حاجی نور محمد خاں ملغانی سوکڑی کو ران پہ ایک نہایت خطرناک پھوڑا نکلا۔ موڑ جھنگی کے نقیر سلطان محمود صاحب نے اپریشن کیا اور سوکڑ میں رہ کر کمال تن دہی سے معالجہ میں مصروف ہوئے اثناء بیماری میں حضرت خواجہ محمود صاحب کو کمال انتظار تھی یہاں تک کہ آپ ہر روز ایک نوازش نامہ تحریر فرمائے اور جس دن بیمار کا عریضہ نہ پہنچتا۔ آپ کمال شفقت و ہمدردی کے سبب خفا ہوتے زخم بظاہر مندمل ہو گیا اور فقیر صاحب اپنے گاؤں کو رخصت ہو گئے مگر کچھ عرصہ کے پھر تکلیف شروع ہو کر پیپ جاری ہو گئی۔

بیمار کو تونسہ شریف بھیجا گیا اور اصل حقیقت حضور پر نور کی خدمت

میں عرض کی گئی۔ آپ نے فرمایا کہ یہاں کے اسسٹنٹ سرجن کو تو دکھایا جائے۔ پیر غلام علی شاہ صاحب تحصیلدار اور برخوردار خاں ذیلدار سو گڑھ برادرم کے ہمراہ ہسپتال گئے۔ ڈاکٹر صاحب نے بڑے غور سے ملاحظہ کیا اور یہ رائے قائم کی کہ اپریشن دوبارہ کرنا پڑے گا اور یہ زخم ۳ ماہ کے عرصہ میں اچھا ہوگا جب یہ ماجرا حضور نے استماع فرمایا تو آپ نے فرمایا کہ ہم اصلی ڈاکٹر سے عرض کرینگے بعد نماز عشا مجھے یاد دلانا۔

برادرم صاحب کا بیان ہے کہ جب بعد نماز عشاء آپ روضہ منورہ میں داخل ہوئے تو مجھے اندر بلالیا اور نہایت توجہ والحاح سے دعا طلب فرمائی۔ اسی وقت میرے دل کو تسکین سی ہوئی کہ خداوند کریم اپنا فضل کرے گا۔ اسی دن میرے زخم میں اس قدر پیپ تھی کہ چادر تہہ بند کی تر ہو گئی تھی۔ جب میں صبح کو اٹھا تو زخم بالکل خشک ہو چکا تھا اور پیپ وغیرہ کا نشان نہ تھا۔ ہم نے احتیاطاً ایک آدمی مورجھنگی روانہ کیا تھا کہ فقیر صاحب کو لے آئے جب فقیر صاحب آئے تو بولے کہ دوائی تو ہو چکی ہے میرے منگانے کی کیا ضرورت تھی۔

دیگر: برادرم فتح محمد خاں سے روایت ہے کہ زخم تو میرا اچھا ہو گیا مگر ٹانگ سیدھی نہ ہوتی تھی جب میں بیٹھتا تو ٹانگ لمبی کر کے بیٹھ سکتا تھا۔ ایک دن حضرت صاحب نے توجہ فرمائی اور استفسار فرمایا کہ فتح محمد! ابھی تک مؤدب بیٹھنا نہیں سیکھا میں نے موقع دیکھ کر عرض

کیا قبلہ! کیا کروں۔ مجبور ہوں۔ آپ نے دعا فرمائی۔ دوسرے دن میری ٹانگ اچھی ہوگئی یہاں تک کہ میں چوکڑی مار کر بیٹھ سکتا ہوں۔

لاہور والے پر کرم: میاں امین دین سرکی بند لاہور نے حضرت غریب نواز کے پہلے عرس پر ظاہر کیا کہ میں لاہور میں بخار سے سخت بے قرار تھا کمزوری حد سے بڑھ گئی تھی خواب میں دیکھا کہ حضرت خواجہ محمود صاحب ایک گولی کھلاتے ہیں صبح کو اس قابل ہو گیا کہ فوراً تونسہ شریف کی تیاری کر دی مگر میری کمزوری دیکھ کر میری والدہ ساتھ آئی ابھی تک پرہیزی غذا کھا رہا ہوں اور اس کمزوری کی حالت میں اتنا دُور دراز سفر طے کر کے آنا محض حضرت غریب نواز کی کشش ہے۔

یہ امین دین لوہاری دروازہ کے رہنے والے ہیں ان کے دادا میاں احمد دین حضرت خواجہ شاہ سلیمان صاحبؒ کے غلاموں سے تھے میاں امین دین ایک مسکین طبع آدمی ہیں کہنے لگے جب حضرت خواجہ محمود صاحب آخری دفعہ لاہور تشریف لائے تو بوقتِ روانگی بعض غلام آبدیدہ ہوئے تو آپ نے فرمایا میرے جانے کا تم کو غم ہے خدا کرے کہ یہ غم ہووے اور کوئی غم نہ ہووے تو کیا اچھی بات ہے امرتسر میں آپ ایک دن مقیم تھے۔ حافظ حبیب اللہ مہتمم مدرسہ سلیمانی انارکلی کو مخاطب کر کے فرمایا کہ حافظ جی! اللہ تعالیٰ کیوں فرماتا ہے

نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡهِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ ۰ جمع کا صیغہ استعمال فرمایا۔
اَنَا اَقۡرَبُ کیوں نہ فرمایا۔ حضرت دیدار علی شاہ صاحب نقشبندی
چنگڑ محلہ نے یہ نکتہ سُنا تو ہم کو کہنے لگے کہ اطاعت میں ثابت
قدم رہو پھر نَحۡنُ اَقۡرَبُ کا مفہوم خود بخود معلوم ہو جائے گا۔

ایک دن آپ نے بوقتِ روانگی (غالباً آخری بار لاہور سے جب
رواں ہوئے) فرمایا ۔

دیکھ لوا کھیو رَج رَج کے ٭ بدل چڑھیا جُدائی دا گج گج کے

یعنی اے آنکھو! دیکھ لو اچھی طرح دل کھول کر۔ جدائی کی گھٹا چڑھی ہے
اور کوئی دم کو جُدائی ہونے والی ہے۔

حافظ حبیب اللہ کہنے لگے کہ خدا ہم کو یہ غم نہ دکھائے خدا ہم کو آپ
سے پہلے اس دُنیا سے اُٹھا لے۔

لطیفہ: صوفی حسین بخش امرتسری جو خواجہ صاحب کے مخلص
غلاموں سے ہیں ان کے بیٹے کا جو پلیڈر ہیں۔ سامان ریل میں رہ گیا
آپ حال دریافت کرنے لگے اور فرمایا کہ ہیں تو آپ وکیل مگر مجھے
اصل واقعہ بتاؤ کس طرح سامان ریل میں رہ گیا مطلب یہ تھا کہ وکیل
ہمیشہ جھوٹ ہی جھوٹ بولتے ہیں ان سے سچ بولنے کی توقع نہیں۔

فیض عام: میاں احمد دین صاحب درویش سجادہ مولانا احمد صاحب
تونسوی سے روایت ہے کہ ایک دن میرے دل میں

میں خیال آیا کہ حضرت غریب نواز مجھے کوئی ایسا وظیفہ یاد فرمائیں جو سعادت دارین کا وسیلہ ہو۔ میں مجلس میں حاضر تھا۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت محبوب الٰہی نے اپنے پیر و مرشد حضرت گنجشکر سے عرض کیا تھا کہ ایسا وظیفہ بیان فرمایا جائے کہ جس سے سعادت دارین حاصل ہو۔ آپ نے فرمایا کہ نماز عشاء کے بعد ایک ہزار کلمہ شریف کا ورد کیا جائے اس کا التزام رہے" جب میں نے یہ نکتہ سنا۔ تو دل میں کہنے لگا کہ نماز عشا کے بعد ایک ہزار دفعہ کلمہ شریف پڑھنا مشکل ہے تھوڑی دیر بعد آپ نے فرمایا کہ اگر ایک ہزار دفعہ نہ پڑھ سکے تو ایک تسبیح کافی ہے۔ اب میرے دل میں خیال آیا کہ شاید اس میں اجازت لینا ضروری ہوگا کیونکہ جب تک کسی خاص ورد یا کلام یا تعویذ کی اجازت نہ ہو کامیابی نہیں ہوتی۔

آپ نے بلا استفسار خود بخود فرمایا کہ اس بارہ میں خاص اجازت کی ضرورت نہیں۔ جب مرشد مجلس میں کوئی کلام بیان کرے یا وظیفہ بتلائے جس قدر سامعین ہوتے ہیں سب کو ایک طرح کی ضمناً اجازت حاصل ہو جاتی ہے۔

بیٹری اور فقیر: میاں احمد دین صاحب مذکور نے حضرت خواجہ اللہ بخش صاحب قدس سرہ العزیز کے وقت کا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک دن آپ آستانہ معلیٰ میں

میں تشریف رکھتے تھے۔ کہ ایک درویش روضہ مبارک کی زیارت کو داخل

ہوا۔ آپ نے حضرت حافظ محمد موسن صاحب سے فرمایا کہ یہ سامنے بڑی بوڑ

فقیر جاتا ہے (کشتی غرق کرنیوالا) یہ درویش بسکی جوکھ (قریب ٹھٹھ شریف

کا باشندہ تھا۔ ایک کشتی میں سوار ہوا لیکن کشتی والوں نے تشدد کر کے

اسے کشتی سے اُتار دیا۔ ایک مہینہ پیدل چل کر زیارت کو آیا اس کی

بد دعا سے کشتی غرق ہو گئی اور ہمارے پاس چٹھی آئی کہ پندرہ سو روپیہ کا

مال غرق ہو گیا۔

اس پہ آپ نے فرمایا کہ اولیاء تین قسم کے ہوتے ہیں (۱) خود بھی جانتے

ہیں اور لوگ بھی جانتے ہیں کہ یہ ولی اللہ ہے ایسے اشخاص آزار نہیں

پہچانتے (۲) خود تو جانتے ہیں مگر لوگ نہیں پہچانتے یہ لوگ بھی بے آزار

ہوتے ہیں (۳) نہ آپ اپنے تئیں جانتے ہیں نہ لوگ تصور کرتے ہیں۔

ایسے لوگوں کی بددعا تباہ کر دیتی ہے۔

یہ درویش اس تیسری صنف کا ہے۔ یعنی جب لوگ اُسے آزار

پہچانتے ہیں تو غیرت الٰہی آزار دہندگان کو تلف کر دیتی ہے۔

مُرشد کامل کی دُعا۔

حاجی گل محمد خاں سوکڑی سے روایت کی ہے کہ میں ایوزی میں ملازم تھا۔ ایک شخص گل شلہ خان

سلیمان خیل ساکن ایوزی ایک عورت کے مقدمہ میں ماخوذ ہو گیا اس نے

نذر مانی۔ کہ اگر خداوند کریم اس مصیبت سے رہائی بخشے تو فلاں گھوڑی

لنگر میں دُوں گا۔ فضل ایزدی سے اس کی تمنا بر آئی۔ اس نے دُہ گھوڑی خان صاحب گل محمد خان انسپکٹر پولیس کے حوالہ کی۔ جو حضرت غریب نواز کے مخلص مُریدوں سے تھے کہ لنگر میں پہنچائی جائے۔

میں اور میرے ہم نام انسپکٹر صاحب تونسہ شریف تیار ہوئے ایک شخص میر عبداللہ ہمارے ساتھ تھا اس کی خواہش تھی کہ گھوڑی پر سوار ہو جائے چنانچہ وہ سوار ہوا۔ گھوڑی ایک مقام پر چمک گئی اسے گرا دیا اور واپس الوزی بھاگ گئی ہم واپس لائے پھر میں سوار ہوا درحالیکہ گھوڑی راہ میں کچھ بیمار ہو گئی تھی ہم کو لمبا سفر کرنا پڑا۔ اور کوٹ خان محمد اور منزو قلات کے راہ سے آنا پڑا۔ اس طویل راستہ میں باوجودیکہ گھوڑی بیمار تھی۔ میں سوار ہوا اور مجھے تیجا بخار شروع ہو گیا گھوڑی لنگر میں پہنچ گئی مگر مجھے بُخار نے بے قرار کر رکھا تھا۔ میں نے گھر پہنچکر اپنے امام مسجد مولوی حاجی چراغ الدین صاحب ارائیں سے ذکر کیا وہ کہنے لگے میرے فرزند کو یہ موذی بخار بہت عرصہ رہا۔

آخر حضرت خواجہ اللہ بخش صاحبؒ کی دعا سے نجات ملی چنانچہ میں جمعہ کے دن تونسہ شریف گیا آپ روضہ منورہ سے آتے تھے کہ میں نے اس سلطان وقت سے اپنا مطلب عرض کیا مُسکرائے اور فرمایا کہ بخار کیونکر شروع ہُوا۔ وجہ تو اس گھوڑی پر سواری کی تھی کہ میں نے ذرا پرواہ نہ کی کہ گھوڑی لنگر کی ہے اور علیل بھی ہے آپنے دُعا

فرمائی اور پھر آج تک کہ میری عمر ۴۶ سال کی ہے پھر تیجا بخار کبھی نہ ہوا

محمد حسین ولد کٹو قیصرانی ساکن جھوک بودو سے روایت ہے

کہ میں قلعہ سیف اللہ ملک بلوچستان میں بلوچستان میں ملازم تھا اور ۱۹۰۶ء میں بعارضہ سل و دق سخت بیمار ہو گیا۔ صاحب سول سرجن اور دیگر ڈاکٹروں نے یہ رائے دی کہ ملازمت ترک کر دو اور اپنے وطن چلے جاؤ یا کم سے کم موسم سرما اپنے وطن گذارو تمہاری حالت بہت نازک ہے آخر میں بیماری سے سخت تنگ آ گیا اور ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔ وطن جا کر مختلف اطبار کے زیر علاج رہا۔ آخر سب میری زندگی سے مایوس ہو گئے۔ میرے والدین سخت پریشان تھے۔ آخر میں نے حضرت خواجہ محمود صاحب کی خدمت میں استغاثہ پیش کیا آپ نے وظیفہ پڑھنے کا ارشاد فرمایا۔ خداوند کریم کے فضل سے تمام بیماری اور مرض رفع ہو گیا حالانکہ تمام طبیب جواب دے چکے تھے دیگر: اسی طرح مجھے ادائے قرض کے متعلق ایک وظیفہ پڑھنے کا ارشاد ہوا خداوند کریم کے فضل سے تمام مصائب رفع ہو گئیں۔

ایک دفعہ رود کوہی کی بابت استفسار فرمایا کہ میاں محمد حسین تیرا ایک کھیت بھی پُر آب نہیں ہُوا میں نے کہا قبلہ کوئی نہیں۔ خدا کی قدرت اسی ہفتہ میں رود کوہی آئی اور میرا کھیت پُر آب ہوا۔ حالانکہ پانی دیگر کھیتوں میں بھی گیا تھا مگر سوائے ایک کے پانی شکست ریخت ہو گئے

اور صرف ایک ہی پُر آب ہوا اور بس ۔
ہے انکی سادگی بھی تو کس کس پھبن کے ساتھ :: سیدھی سی بات بھی ہے تو اک بانکپن کے ساتھ

موذی بزرگ بھی کوئی بزرگ ہے

ایک دن آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص نہایت بد خلق تھا حضرت محبوب الٰہی کے روبرو آنا تو سخت کلامی اور دشنام سے اپنا نامۂ اعمال سیاہ کرتا مگر حضرت صاحب اسے دو روپے دیا کرتے۔ مگر حضرت صاحب اسے ۲ روپے دیا کرتے۔ جب وہ مرنے لگا تو حضرت نے دعا کی کہ یا الٰہ العالمین! اُسے میری طرف سے کوئی مؤاخذہ نہیں پھر فرمایا کہ بزرگانِ دین کے اخلاق ایسے ہوتے ہیں۔

اسی سلسلہ میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ موذی بزرگ بھی کوئی بزرگ ہے ہرگز قابل تعریف نہیں۔ چنانچہ اخیر عمر میں آپ فرمایا کرتے تھے کہ انتقامی مادہ مجھ میں نہیں رہا۔

دیگر: مولوی عبد القادر صاحب جو سفر یورپ کو بایمائے حضرت رحیم گئے تھے کہ تمام سفر میں دلائل شریف اور قرآن مجید کا ناغہ نہ ہوا۔ سب سامان ہمارے پاس موجود تھا۔ سوائے پانی کے وہاں کی کوئی چیز استعمال نہیں کی۔ حالانکہ یورپ میں ایک کے واسطے بڑا مشکل ہے کہ وہ اکلِ حلال سے گذار سکے۔

آخری تحریر کا فیضان

دیگر: مرض الموت میں وفات سے چند روز پیشتر آپ نے ایک تحریر لکھوائی جو مولوی غلام علی صاحب نے لکھی جو بجنسہٖ میرے پاس ہے نقل حسب ذیل ہے۔

میرے مکرم بھائیو! اور میرے جمیع تیماردارو! اور میرے جمیع احباب خیر خواہ و ز نار (۱) تم کو معلوم رہے کہ نواب صاحب اور صرف نواب صاحب میرے خیال سے متفق الرائے ہیں کہ خوف زدہ اور رجا کم۔ میری بھی یہی رائے ہے کیونکہ کھلم کھلا انہوں نے فرمایا ہے کہ تم غذا اور دوا میں پوری پیروی کرو۔ تاکہ کوئی حسرت باقی نہ رہے۔ میرا مدعا اس تحریر سے یہ ہے کہ دھوکے میں نہ رہو کہ اسکو آرام آگیا ہے نا امیدی خدا سے کفر ہے۔ اطلاعًا مرقوم۔ (۲) چونکہ تم سب لوگ میرے تیمارداراں اور مہربان ہو سب کو اور خاص کر برادرم محمد خاں کو معلوم ہو کہ حکیم کا فرض ہے کہ دوا اور غذا اگر دن میں دس دفعہ بھی دینا پڑے تو اپنے ہاتھ سے تاکہ اسکو معلوم ہو جائے کہ کتنی دیر میں غذا ہضم ہوتی ہے اور کتنی دفعہ۔ اور اسی طرح دوا کا۔ اور حکیم کو اس امر کی طرف ضرور توجہ کرنی چاہیئے کہ جو جو عوارض ہیں۔ ان میں کس قدر کمی واقع ہو رہی ہے اور عود سے ہر وقت خیال کرنا چاہیئے اور حفظ ماتقدم کے خیال سے ڈرنا چاہیئے۔ ہاں اجابت بھی اگر چوبیس گھنٹہ سے گذر جائے تو قابل...

اندیشہ ضرور ہے۔ (سوال) دو مہینے دس روز ہو چکے ہیں کسی حکیم نے اس طرف توجہ نہیں کی کہ اشتہار یا طلب صادق پانی کی ہووے یا ان سے ہو نہیں سکی۔ میرے خیال میں اس طرف حد سے زیادہ توجہ کرنی چاہیئے میرے خیال میں معدہ اور جگر کو اپنا کام بھول گیا ہے۔ باقی لکھانے کے لئے تیار ہوں مگر وقت نہیں ملتا اور ایسی ...... میں کئی دفعہ کر چکا ہوں نظر انداز کی جاتی ہیں۔ شاید کہا جاتا ہے کہ اسکو زندگی عزیز ہے اور وہ کون ہے جسے زندگی عزیز نہیں انتھی کلامہ۔

تبرکات مولانا در محمد سوکڑی:

مولوی در محمد ارائیں متوطن سوکڑ نے جو حضرت خواجہ اللہ بخش صاحبؒ کے مریدان سے ہیں اور حضرت خواجہ چراغ تونسوی بھی نام بردہ کے حال پر نہایت لطف و کرم فرماتے تھے حسب ذیل ملفوظات لکھ کر بھیجے ہیں جن کو میں مولانا کی اصل عبارت درج کرتا ہوں۔

اُمید ہے کہ دیگر پیر برادراں بھی اسی طرح توجہ فرمائیں گے۔ ۲۰ر جمادی الثانی ۱۳۳۲ھ کو عاصی در محمد ارائیں کو مخاطب فرما کر ازراہِ شفقت حضرت خواجہ محمود صاحبؒ نے فرمایا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْن کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے یا کسی کی شفاعت سے مسمی زید کے گناہ بخش دے تو اس نام کے جتنے زید امت محمدیہ میں ہیں سب بخشے گئے۔

(۲) ایک روز فرمایا کہ حضرت امام مالکؒ نے خربوزہ عمر بھر نہیں کھایا کیونکہ ان کے نزدیک یہ ثابت نہیں ہو سکا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طریق سے تناول فرمایا تھا۔ آیا پہلے چھلکا اتار کر قاش بنائے یا قاش بنا کر پھر چھلکا اتارا۔ یعنی اتباع سنت کے اس قدر حریص و محتاط تھے کہ خلاف سنت کوئی فعل صادر نہ ہو۔

(۳) شنبہ پنجشنبہ ۸ ربیع الاول ۱۳۴۰ھ بعد نماز شام کوئی حاکم سرکاری مشرف خدمت اقدس ہوا اور تبدیلی ملازمان کے تذکرہ میں اس حاکم نے عرض کیا کہ ہم ملازم لوگ ڈاک کے ہر روز منتظر ہوتے ہیں۔ اگر آج کی ڈاک میں تبدیلی کا حکم آجائے تو دوسری جگہ چلے جائیں گے حضرت خواجہ محمد معصوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ڈاک کے آنے میں بھی فرصت ہوتی ہے مگر احکم الحاکمین کے حکم میں کوئی توقف نہیں کیا خبر ہے کہ اسی لحظہ میں کوچ کا حکم آجائے۔

اس موقع پر ایک قصہ ارشاد فرمایا کہ کوئی امیر بہت نخوت و غرور کے ساتھ سوار ہو کر سیر کو چلا تھوڑی دور گیا تھا کہ ایک ضعیف و خستہ ناتواں شخص نے ہاتھ بڑھا کر گھوڑے کا لوند مضبوط پکڑ لیا۔ ناچار سوار اس کا پرسان حال ہوا اس شخص نے آہستہ سے امیر کے کان میں کہا میں ملک الموت ہوں۔ امیر کانپنے لگا اور بے سود فرصت طلب کی ملک الموت نے فی الفور اس کی روح قبض کر لی اور وہ

گھوڑے سے گر پڑا۔ اسی وقت وہی منظر ایک دوسرے راہرو کے پاس آیا اور اس کے کان میں بھی وہی بات کہدی شاید وہ صاحب دل تھا کہا مرحبا حاضر ہوں۔ ملک الموت نے کہا مجھے حکم ہے کہ اگر آپ کی خواہش ہوتی روح قبض کروں اور اگر ضرورت ہو تو مہلت دوں۔ درویش نے کہا اتنی ضرورت ہے کہ میں وضو کر کے دوگانہ ادا کروں جب سجدہ میں جاؤں تو آپ جان لے لینی۔ ملک الموت نے ایسا ہی کیا۔

(۴) ایک روز حضرت خواجہ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالےٰ نے ہر پیغمبر کو خاص خاص معجزے مرحمت فرمائے تھے اور ہمارے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو وہ سب معجزے عطا فرمائے تھے جیسا کہ کتابوں سے ظاہر ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت میں اولیاء کرام اور ان کے خدام سے بھی ویسی کرامات مثلاً احیاءِ موتیٰ وغیرہ ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔

فرمایا کہ پاک پتن شریف میں حضرت قبلہ عالم صاحب مہاروی رضی اللہ عنہ کے مریدوں میں سے ایک نیک مرد آدمی تھا جس کی ایک لڑکی بالغہ موجود تھی۔ اس نیک آدمی کی اجل آگئی لڑکی رونے پیٹنے لگی کہ مجھے کس کے حوالہ کر کے جاتے ہو ہائے میں کیا کروں گی کس طرح گذارہ کروں گی۔ اسی اثناء میں وہ نیک مرد کلمہ پڑھتا ہوا اُٹھ بیٹھا

اور لڑکی کو تسلّی دیکر کہا اچھا بیٹی ابھی نہیں مرتا ہوں اگر تو راضی نہیں ہوتی تو میں نہیں مرتا۔ پھر اس لڑکی کا کسی سے نکاح کر دیا۔

ان دنوں بعہد سلطنت رنجیت سنگھ دیوان صاحب سجادہ نشین پاک پتن اس علاقہ کا اجارہ دار تھا اور اجارہ کی رقم کثیر خسارہ میں تھی۔ ملازمان سرکاری کی طرف سے سخت تقاضا تھا حتیٰ کہ بعض اہلکاران دیوان صاحب مقید تھے اس نیک مرد کی کرامت کا چرچا عام تھا دیوان صاحب نے دعا کی درخواست کی اس درویش نے کہا کہ دو باتوں کا وعدہ کرو تو میں دعا کرتا ہوں۔ ایک یہ کہ آباد چاہ مع اراضی متعلقہ کو میرے داماد کے تملیک کر دیں اور دوسرا یہ کہ مرنے کے بعد میری قبر حضرت گنجشکر رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر بنا کر بے نشان اور ملیا میٹ کر دیں تاکہ کسی کو تکلیف نہ ہو۔ دیوان صاحب نے وعدہ فرمایا خدائے تعالےٰ کے فضل سے اجارہ کا خسارہ معاف ہوگیا اور اہلکار رہا ہو کر آ گئے۔ دیوان صاحب نے ایک چاہ مع اراضی درویش کے داماد کے حوالہ کر دیا بعدۂ فقیر نے اپنی لڑکی سے کہا اب تیرا بیاہ کر دیا اور وجہ معاش بھی ہو گئی ہے راضی ہو جاؤ کہ میں مر جاؤں کیونکہ اب میں تنگ ہوں اور مجھے تکلیف ہوتی ہے پھر وہ رونے لگی آخر اسکو راضی کر کے مُلّا کو بلایا اور کہا کہ مرنے والے کے سرہانے جو کچھ پڑھا کرتے ہو پڑھو خود چادر اوڑھ کر لیٹ گیا جب مُلّا نے سورۂ یٰسین ختم کر کے

دیکھا تو جان دے چکا تھا موعودہ جگہ پر قبر پائی لیکن بے نشان ہے سب لوگ اوپر چلتے پھرتے ہیں۔

(۵) اس کے بعد فرمایا کہ حضرت قبلہ عالم مہاروی صاحب رضی اللہ عنہ کے مریدان میں سے ایک شخص عارف شاہ نامی تھا جس کو عارف شاہ چرخی والا کہتے تھے وہ حضرت قبلہ عالم صاحبؒ کے گھوڑے کے آگے آگے دوڑتا جایا کرتا تھا اس کی عادت تھی کہ رستہ میں جاتے جاتے کبھی پھر کہ حضرت کی طرف دیکھتا تھا اور نعرہ مار کر بے ہوش ہو جاتا تھا دو تین گھنٹہ تک اسی حال میں پڑا رہتا تھا بڑا عاشق تھا جب اس کو کبھی اکیلا کسی طرف جانے کا اتفاق ہوتا تھا اور کوئی شخص راستہ میں مل جاتا تو اس سے پوچھتا کہ تم نے (حضرت قبلہ عالم صاحب کی طرف اشارہ کر کے) اس شخص کو دیکھا ہے؟ اگر وہ راہرو کہتا کہ ہاں میں نے دیکھا ہے تو پھر پوچھتا کہ اس کی آنکھیں کیسی دیکھی ہیں یہ کہہ کر نعرہ مار کر بے ہوش ہو جاتا۔ اس عارف شاہ کی قبر مہاراں شریف اور پاک پتن کے راستہ میں ہے۔

شریعت پاک کا تقدس

ایک دفعہ شمس العارفین حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً اسکی قبر پر فاتحہ پڑھنے کے لئے تشریف لے گئے اور صاحبزادگان مہاروی ہمرکاب تھے مگر خواجہ صاحب نے صاحبزادہ صاحبان

کو قبر پر جانے سے روک دیا اور بعدہٗ فاتحہ خوانی کے واپس آ کر فرمایا کہ یہ شخص ایسا عاشق اور دلیر ہے کہ اگر چاہے تو اپنے پیر کی اولاد کی تعظیم کے لیے قبر سے نکل آئے تو کر سکتا ہے اسلئے آپ کو اس کی قبر پر نہیں جانا چاہیئے تاکہ پردۂ شریعت قائم رہے۔

(۶) ۲۰ ماہِ صفر ۱۳۱۴ھ روز پنجشنبہ علی الصباح بعد تلاوت دلائل الخیرات نذر معین کا ذکر ہوا۔ حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اول تو چاہیئے کہ نذر مقرر نہ کرے اگر کرے تو کما حقہٗ ادا کرے ورنہ نقصان ہوتا ہے چند حکایات ارشاد فرمائیں۔

ایک شخص احمد وند سرفراز تنگرانی سکنہ ہیرڈ نے نذر مقرر کی کہ میرا بیٹا پیدا ہو تو گھوڑا نقرئی ساز کے ساتھ لنگر میں دوں گا خدا تعالےٰ کے فضل سے اس کا بیٹا پیدا ہوا نذر کا ادا کرنا اسے گراں معلوم ہوا نذر کا عوضانہ مبلغ ساٹھ روپے بھیج دیئے۔ حضرت کریم قدس سرہ العزیز... ناخوشنود ہو کر روپے واپس کئے چند روز بعد لڑکا مر گیا۔

دوسرا ایک شخص جہانیاں نام جاٹ بہت دولت مند آدمی تھا اس کی عورت اطلس کا پاجامہ پہنتی تھی اس نے کسی مطلب کے لیے پانچ سو روپیہ نذر مقرر کی مگر مطلب براری کے بعد ادائے نذر گراں گذری آخر ایسا برباد ہوا کہ دس ہزار گھماؤں اراضی میں سے بمشکل ۲۰، ۲۵ گھماؤں بچ گئے۔

سردار جوار خود کھائے

غلام حیدر تمندار سوری لنڈ نے نذر کی کہ میرے علاقہ میں سرکار کی طرف سے میرے لئے بٹائی مقرر ہو جائے چنانچہ ویسا ہی ہوا اس نے نذر ادا کر دی۔ چنانچہ بہت پشتوں سے اس کی بٹائی جاری ہے اگرچہ احمد خاں تمندار کے عہد میں لوگوں نے اس کے برخلاف تنسیخ بٹائی کے لئے لاہور تک درخواستیں کر کے چارہ جوئی کی مگر منسوخ نہیں ہوئی حضور حضرت کریم قدس سرہ العزیز فرمایا کرتے تھے کہ غلام حیدر نے یہ بٹائی قیمت سے خریدی ہے دیدہ باید۔

البتہ سابقہ تمنداراں رعایا پر بٹائی کے بارہ میں ظلم کرتے تھے لیکن اب بہت ہی ظلم شروع ہو گیا ہے اور خدا تعالےٰ کو اپنی مخلوق بہت عزیز ہے۔

سردار خاں تنگوانی سکنہ ہیرو بخدمت خواجہ خیر محمد صاحبؒ ایک یا دو بار گندم ہر سال نذر کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ علاقہ سنگھڑ میں گندم کی پیداوار کم ہوئی۔ سردار خاں نے اسی قدر جوار بھیجدی۔ حضرت خواجہ صاحب موصوف نے غلہ جوار واپس کر دیا اور فرمایا کہ ہمیں اللہ تعالےٰ گندم عطا فرمائے گا "سردار جوار خود کھائے"۔ اس تاریخ سے سردار خاں کو عارضہ ذیابیطس لاحق ہوا حسب ایماء اطباء ہمیشہ جوار کھانے پر مجبور ہوا کیونکہ اگر گندم کھاتا تھا تو زیادہ بیمار

ہو جاتا تھا حتیٰ کہ مسافری میں لاہور یا ملتان وغیرہ جہاں جاتا جوار کا آٹا ہمراہ لے جاتا کہ وہاں نایاب ہے۔

اسی موقعہ پر سید احمد شاہ سکنہ اندر پہاڑ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ فقیر پندرہ ہزار روپیہ سالانہ جاگیرات ملتان والا کے محصول کی بابت سرکار ادا کرتا ہے اور غلہ کا خرچ ۶۰ پتھ گندم اور ۶۰ پتھ جوار باجرہ نخود کا ہے۔ (۷) ایک روز حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ شعر پڑھا

دلم میدہد وقت ایں اُمید | کہ حق شرم دارد زمُوئے سُفید

ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ بھی اس موئے سفید سے شرم کرتا ہے جس موئے سفید والا حق تعالیٰ سے شرم کر کے گناہ سے باز رہے ورنہ جو شخص باوجود موئے سفید گناہوں میں وہ زیادہ عذاب کے لائق ہے۔ (۸) ایک دفعہ بوجہ قرب امتحان مدرسہ عاصی ڈرمحمد ارائیں مدرس تونسہ شریف غفلت کے سبب چند روز مدرسہ کے کام میں زیادہ سرگرم رہتا اور دربار معلیٰ میں حاضری معتاد سے کم ہو گئی۔ بعد نماز شام جب عاصی مشرف خدمت اشرف ہوا تو ازراہ شفقت مخاطب فرما کر تنبیہاً فرمایا کہ

نماز را بحقیقت قضا بود لاکن | زمان صحبت ما را قضا نخواہد بود

پھر فرمایا کہ درود شریف کا بھی یہی حال ہے اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک پڑھے یا سُنے تو لازم رہے کہ درود پڑھے اگر

اس وقت نہ پڑھا تو اس کے ذمہ باقی رہتا ہے (۹) ایک روز عربی شعر پڑھ کر ارشاد فرمایا کہ بادِ بہاری اجسامِ حیوانات پر بھی وہی اثر کرتی ہے جو نباتات پر ہوتا ہے۔

ایں آفتابہ قطب الدین است

(۱۰) ۲۴ رجب سنہ ۱۳۴۴ھ بوقت ظہر عاصی در محمد ارائیں کو مخاطب فرما کر ارشاد کیا کہ حضرت شیخ فرید الدین گنجشکرؒ بغرضِ بیعت و تلاش مرشد بخدمت حضرت شیخ شہاب الدین صاحب سہروردی حاضر ہوئے تو شیخ صاحب نے فرمایا بابا فرید الدین سلوک کو کس درجہ تک پہنچایا ہے۔ بابا صاحب نے عرض کیا کہ اگر اس کرسی کو کہوں کہ اڑ جا تو اڑ جائیگی اس وقت حضرت شیخ صاحبؒ کرسی پر جلوہ افروز تھے جوں ہی بابا صاحب نے تذکرہ فرمایا کہ کرسی کو کہوں اڑ جا اس لفظ پر کرسی معہ شیخ صاحب ہوا میں اڑ گئی جب قدرے ہوا میں گئی تو شیخ صاحب اُسے نیچے لے آئے اور فرمایا کہ فرید الدین آپ کسی اور جگہ جاویں۔

بعض کہتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا آپ دہلی میں بخدمت حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ صاحبؒ جائیں۔ القصہ جب بابا صاحب بخدمت حضرت خواجہ بختیار کاکی صاحبؒ مشرف ہوئے تو ایک دن خواجہ صاحبؒ نے فرمایا "فرید الدین آفتابہ بیار" یعنی کوزہ لے آؤ۔ بابا صاحب نے ہر چند زور لگایا کوزہ زمین سے نہ اُٹھایا

گیا۔ خواجہ صاحبؒ نے فرمایا۔ "ایں کرسی شہاب الدین نیست آفتابہ قطب الدین است بیارد"۔ بیارد کے لفظ پر کوزہ اٹھایا گیا اور آپ لے آئے۔

روح کی آسائش

(۱۱) شوال ۱۳۴۷ھ میں حضرت خواجہ صاحبؒ نے ایک روز فرمایا کہ آسائش جسم قلت طعام میں ہے اور روح کی آسائش ترک انتقام میں ہے اس سے ثابت ہوا کہ حضور تسلیم کے درجہ میں پہنچ گئے تھے اور دیگر روئیداد و کاروبار سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے بہت سی باتیں اس کی شاہد ہیں۔

(۱۲) ایک روز یہ قصہ ارشاد فرمایا۔ سکھوں کے عہدِ حکومت میں عزت نام ایک طوائف تھی اس نے ایک پٹھان خاں کے ساتھ نکاح کر لیا۔ تھا جو ضلع مظفر گڑھ میں حاکم تھا اور عزت مذکور حضرت خواجہ محمد سلیمان رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً کی دامن گیرفتہ تھی۔ کسی قصور کے سبب خان مذکور کو سکھوں نے لاہور میں قید کر دیا اور تمام جائداد قرق کر لی جب حضرت غریب نواز مہاراں شریف کے سفر میں اس راستہ سے گذرے اور کسی گاؤں کی مسجد میں قیام فرمایا۔ عزت مذکور نے قدمبوس ہو کر حالت عرض کی۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دعائے خیر کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ عزت نے عرض کیا میں سرسری دعائے خیر نہیں چاہتی اور غزلیات دیوان حافظ شروع سے نہایت خوش الحانی سے

ساتھ گانا شروع کیا حضرت صاحبؒ نے فرمایا "چپ! رن رنگہ چپ رہ ملاں آئیں گے اور مجھے اور تجھے مار کر مسجد سے نکال دیں گے" مگر وہ چپ نہ ہوئی۔ حضرت صاحبؒ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب دیکھتے کہ آثار وجد طاری ہونے ہیں تو لنسوار کی چٹکی پر چٹکی متواتر چڑھائے جاتے تاکہ سکر نہ ہو اور محرم لوگ اس بات سے واقف تھے آخر حضور متواتر لنسوار کی چٹکی چڑھاتے رہے اور ارشاد فرمایا کہ رن کیا چاہتی ہو؟

مائی عزت نے عرض کیا کہ میرا خان اسی عزت و مرتبہ عہدہ و جائداد کے ساتھ واپس آئے حضرت نے فرمایا "آئے گا" اور کیا چاہتی ہو عرض کیا کہ کل قیامت کے دن میں تیری کنیزوں سے ہوں فرمایا "ایسا ہی ہوگا" پھر وہ سلام کر کے اٹھ کر چلی گئی۔

حاضرین نے اس واقعہ کی تاریخ اور وقت کی یاد داشت لکھ لی چند روز کے بعد معلوم ہوا کہ اسی روز اسی وقت راجہ رنجیت سنگھ والئی پنجاب نے حکم دیا کہ فلاں فلاں کو قید خانہ سے لے آؤ خلعت فاخرہ و عہدہ سابقہ اور فوج عنایت کی۔ خان نے عرض کیا میری جائداد سرکار میں داخل ہے۔ فوج کی تنخواہ اور خرچ کہاں سے لاؤں گا راجہ نے بہت سا روپیہ بھی دے دیا اور خان اسی آن بان سے گھر آ گیا۔

حضرت محبوب الٰہیؒ کے زیر سایہ

حضرت چراغ تونسوی کو علم و ادب سے خاص دلچسپی تھی چنانچہ

شعرائے اردو میں سے آپ کو غالب کا کلام بہت پسند تھا اور دیوان غالب کی ایک نفیس جلد توشہ خانہ میں موجود رہتی تھی غالب کے ادق اور بلیغ کلام کو آپ خود شوق سے پڑھتے اور اسکی بلند پروازی اور اجتماعِ ضدّین کی صنعت جو تقریباً ہر شعر سے نمودار اور عیاں ہے بڑے غور سے ملاحظہ کرتے اور چند شعرا علی پایہ کے آپ کو یاد ہو گئے تھے جو اثناءِ تحریر و تقریر میں نہایت برمحل استعمال کئے جاتے۔

اور ایک عجیب واقعہ یہ ہے کہ جب آپ دہلی تشریف لے گئے تو حضرت محبوبِ الٰہی کی خانقاہ پر فرمایا کہ غالب کی قبر میں خود شناخت کروں گا۔ یہ ایک روحانی تعلق اور محبت تھی۔ گو غالب رند مشرب ہو مگر شعر و سخن کے لحاظ سے اس کا پایہ بہت بلند ہے اور ہمارا تو پختہ خیال ہے کہ اخیر عمر میں ہر فعل منکر سے اس نے توبہ کی ہو گی ورنہ کلام کو ایسی قبولیت کہاں سے نصیب!

یا حضرت محبوبِ الٰہی کے زیرِ سایہ آجانے کا اثر ہے۔ بہرحال آپ کو غالب سے الفت تھی اور اس کے کلام سے محبت۔

ایک دفعہ اس ناچیز نے آم و تربوزہ کا مناظرہ کیا یہ اشعار بالکل معمولی ہیں۔ مگر ہر بات کا موقع ہوتا ہے۔ موسم آموں کا تھا کوئی مصرع دربار میں پسند آیا۔ اس پر آپ نے حسبِ ذیل سرفراز نامہ ارقام فرمایا جو میرے پاس حرزِ جان بنانے کے واسطے موجود رہے گا۔ میرے

شعر یہ تھے ۔

ایک دن آم سے تربوز نے کی یہ گفتار — تو میرے رتبۂ عالی کو نہ پہنچے زنہار
رنگ ہے زرد ترا صورت و شکل بیمار — عام ہے نام ترا خاصوں میں ہونا دشوار
کھال کے نیچے ترے بال خلاف نیچر (فطرت) — اوپر ہر شاخ کے رہتا ہے تو پنہاں مکار
ہے تو چھوٹا سا مگر دل کا بہت کھوٹا ہے — اِک تولے کی تو رس نکلے ہے باقی بیکار
بھوک بھوکے کی نہ تو گاہے ہٹا سکتا ہے — پیاس پیاسے کی بجھائی کبھی تو نے اِک بار؟
آم نے لاف سُنی غصہ سے فوراً آ ٹپکا — بولا تربوز سے اے میرا پیارا مٹکا!
تو گھڑا آب کا ہے میں ہوں ڈلا سونے کا — قدر و قیمت میں نہ تو میرے برابر ہوگا
مجھ کو غالب نے ہر اک میوے سے غالب پایا — کیونکہ ہر شخص میرا ذوق سے طالب پایا
پوچھ تو شاہ جہانگیر سے میرا رتبہ — پوچھ تو خان اللہ بخش سے میرا درجہ
ہے سفیدا میرا دنیا میں نہایت مشہور — میرا لنگڑا بھی ہے عالم میں مثالِ تیمور
قدر و قیمت نہ بڑائی پہ ہے ہرگز ناداں! — لاکھ تربوز ہوں اک آم پہ کر دوں قرباں

سرفراز نامہ حسبِ ذیل ہے۔

تونسہ ! ۲۴-۲۸ جون۔

میرے پیارے خان صاحب عزّزک اللہ تعالےٰ !

وعلیکم السلام !

میں یہ معلوم کر کے کہ آجکل آپ میووں کے استعمال سے محظوظ ہیں۔ بہت ہی خوش ہوا ہوں اللہ تعالےٰ جنت الفردوس کے نعم

لازوال سے بہرہ ور فرمائے آمین۔

مناظرہ آم و تربوز کا سُنا گیا دونوں نے اپنی اپنی خوبیاں اور دوسرے کی بُرائیاں بیان اچھی طرح سے کیں۔ اور میرے دوست بھی غالب کے طرفدار ہیں جو یہ آجکل عام دستور ہے کہ ہر شخص غالب کی طرفداری کرتا ہے مگر ہے یہ عام دستور سے

جو خاص بندہ ہیں وہ بندۂ عوام نہیں :: ہزار بار جو یوسف بکے غلام نہیں

اتنا عرض کر دینا نامناسب نہ ہوگا۔ کہ آم کے ابتدائی لفظ میں عامی ہے اور تربوز کے نام کی ابتدار سے تراوت و تازگی ٹپکتی ہے۔ خاص کر رنگت بہشتی سبزی ہے۔ اور پیلا پن بیماری پر دال ہے۔ ہاں صفراوی رنگ بھی تَسُرُّ النّٰظِرِیْنَ (اشارہ ہے آیہ کریمہ کی طرف صفراء فاقع لونہا تسر الناظرین) ہے مگر وہ دوسری زردی ہے نہ کہ آم والی۔

بھائی صاحب! دونوں اللہ کی پیدائش ہیں اور طبیعت میں ایک دوسرے کے مخالف۔ قدرتًا ایک گرم اور خاصہ گرم۔ دوسرا سرد اور نرالا سرد۔ البتہ موسم دوسرے کا مؤید ہے خاص کر جناب کے قرب میں دونوں ہیں مگر تربوز اعلیٰ اور آم معمولی۔ اثر دونوں کے تخالف۔ البتہ آموں کا ضرر تربوز سے دفع ہو سکتا ہے۔ اور تربوز کا ضرر اگر پیدا ہووے تو آم بے چارہ اسکو دفع کر ہی نہیں سکتا یہ ہے تجربہ واللہ اعلم عند اللہ۔!

(اختتام خط مبارک)

زندگی آمد برائے بندگی

حضرت موصوف کی محبت نماز بھی جو آخری دم تک ظہور پذیر ہوئی اور یہی وہ اعلیٰ صفت ہے جو انسان کو ایک خاص فضیلت عطا کرتی ہے آپ کو حکماء اور ڈاکٹر منع کرتے کہ آپ ایک جگہ پلنگ پر لیٹے رہیں اور آپ کا پلنگ نماز کے وقت اپنی جگہ سے نہ اٹھایا جائے مگر آپ نے ہرگز نہ مانا تاکہ نماز باجماعت کے ثواب سے محروم نہ ہوں۔

یہی وہ صفت ہے جو قرن اولیٰ کے مسلمانوں میں میدانِ جنگ میں کہ تیروں کی بوچھاڑ ہو رہی ہے برابر نمودار ہوتی تھی۔ حضرت غریب نواز نے خواہ سفر میں ہوں خواہ مقام پر، سمندر میں ہوں یا خشکی پر نماز باجماعت کو کبھی قضا نہ کیا۔ اور یہی کیفیت روزوں کی تھی ایک سال بوجہ بیماری کئی یوم بہ ہدایت حکیم اجمل خاں روزے نہ رکھے پھر ان کی قضا اور ادائیگی میں اگرچہ بہت تکلیف محسوس ہوئی مگر قرض ادا کر کے چھوڑا۔ اور اس وقت تک آرام نہ فرمایا جب تک یہ فرض ادا نہ ہوا۔

چنانچہ ایک نوازش نامہ میں حسب ذیل عبارت درج ہے

"میری صحت پہلے سے کسی قدر اچھی ہے مگر بسبب قضاء صیام پارسالہ کے البتہ ضعف اور کمزوری کچھ زیادہ ہو گئی ہے آج ستائیسواں روزہ انشاء اللہ ادا ہوگا۔ باقی صرف تین روزے ہیں

اللہ تعالیٰ ادا کرنے کی توفیق بخشے مگر پہلے میرا ارادہ تھا کہ سوز بالاقساط ادا کروں مگر آنے والے رمضان سے ڈر کر یک مُشت ادا کر دیے ہیں قبولیت کے لیے ذاتِ باری سے دُعا طلب فرماویں۔

(تاریخ: رجب ۱۷ جنوری ۱۱۔ صبح ۱۱ بجے کشتی میں بحالت سفر)

عالی شان مسجد کی تیاری:

حضرت چراغ تونسوی کے مخصوص کارناموں میں تونسہ شریف میں ایک عالی شان مسجد کا تیار کرنا ہے۔

حضرت ممدوح ہمیشہ جھگڑوں اور فساد سے علیحدہ رہے چنانچہ جب آپ کو تونسہ شریف میں از حد تکلیف دی گئی۔ مثلاً کئی دفعہ آپ جامع مسجد میں نماز میں مصروف ہیں کہ فتنہ پردازوں نے آزار پہنچانا چاہا۔ ایک دفعہ عرس شریف کے موقع پر فساد ہوتا ہوتا رہ گیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب آپ نے دیکھا کہ جامع مسجد میں فریضۂ نماز ادا کرنے سے روکا جاتا ہے تو آپ نے محض امن پسند ہونے کی وجہ سے مسجد کی تیاری کا حکم دیا۔ اس پاک ارادہ کی ہر جگہ تعریف ہوئی۔ بلکہ آپ لکھتے تھے کہ ہم کو چند سال پہلے یہ خیال آتا تو کیوں ناگوار واقعات سُننے یا دیکھنے میں آتے۔ اگرچہ اس خانۂ خدا پر ہزاروں

روپے کا خرچ ہوا۔ کیونکہ جگہ کی ناہمواری اور پھر اس میں بھراؤ۔ بڑا بھاری کام تھا۔ مگر اس شیر مرد جواں ہمت نے جس کام کو شروع کیا اس میں کیا دیر تھی۔ حوض عالی شان تیار ہوا۔ مسجد بھی جامع مسجد آستانہ کا نمونہ تیار ہوئی ہے۔ آپ کا ارادہ تھا کہ جانب جنوب کچھ اور اراضی مل جائے تو صحن اس سے بھی زیادہ وسیع کیا جائے مگر جن لوگوں کی زمین تھی وہ دینے پر راضی نہ ہوئے اور حضرت چراغ تونسوی کسی پر جبر نہ کرنا چاہتے تھے۔

پھر بھی یہ مسجد بہت وسیع ہے عرس شریف کے موقع پر ایک مسجد میں لوگوں کو تکلیف ہوتی تھی۔ اب دو مسجدوں کے ہونے سے ہر طرح ادائے فرض میں سہولت ہوگی۔ شاعران فصیح البیان اور مؤرخین نکتہ شناس نے اس مسجد کے متعلق بہت سی تواریخ قلمبند کی ہیں چند تاریخیں درج کی جاتی ہیں۔

تاریخ مسجد شریف محمودیہ

قَدْ بَنٰی محمودنا باب الرضا — ربنا هیئ لنا خیر الجزاء
حبذا هٰذا المقام والبناء — حبذا هٰذا المفضلُ الفنا
ادخلوها للصلوٰة والدعاء — عجّلوا وقت النداء للاداء
ربنا افتح لنا باب الرضاء — والصلاح والفلاح دائما
قلت ما تاریخه جاء النداء — ربنا بارک لنا هذا البناء

۱۳۴۷

از زبدۃ الحکماء حکیم احمد صاحب ملغانی سوکڑی۔

بنیٰ قطب الوریٰ للہ بیتاً | بنیٰ اللہ لہٗ بیتاً منیراً
واداہ وایدہ بنصر | واٰتیٰ ربہ اجراً کثیراً
ھواللہ یعز من یشاء | وکان اللہ سلطناً نصیراً
لسان الغیب للتاریخ نادیٰ | واعطیٰ ربہ خیراً کبیراً
۱۳۴۷

مقامِ محمود

چونکہ در مسجدے حریم کریم۔ | منع کردند از ادائے سجود
چہ عجب مسجدے بناء فرمود | از سرِ صدق خواجہ محمود
حافظانِ صلوٰۃ وقتی را | این درِ جامع دگر بکشود
سائلانِ درِ سلیمان را۔ | بابِ رحمت ز لطف خوش کشود
زائرانِ حریم حضرت را | از وفاتِ نماز باز نمود
جامع با چنیں دل آویزی | بقعۂ از جناں نزول نمود
مسجد با چنیں دل آرائے | یا مقامے است برتریں محمود
اے اساس عبادت عالم | باش معمور از رکوع و سجود
باز باش اے درِ اجابت حق | پیش ہر طالب رہِ مقصود
یاالٰہی تو باتیش را دہ | مقعد صدق قرب حق معبود
صالح عاصی محوِ حیرت ماند | سالِ تاریخ او چوں فکر نمود

مست جام مئے طرب ہاتف

واہ عجب خانۂ خدا فرمود

۱۳۴۷ھ

مولانا صالح محمد خاں ملغانی تحریر کرتے ہیں کہ غوثِ زماں حضرت خواجہ شاہ محمد سلیماں تونسوی قدس سرہٗ کی مسجد شریف کا مادۂ تاریخ میرے داداجاں مولانا محمد عمر صاحب سوکڑی نے "خانۂ خدا" تلاش کیا تھا۔ پوتے نے لکھ پال پوتے کی بناکردہ مسجد واہ عجب لگا کے نفیس ترین تاریخ کا حق ادا کردیا ؏

وزیرے چنیں شہر یارے چناں

مسجد لاثانی

صد شکر کہ ایں مسجد ربانیٔ محمود
شد ساختہ باطاقت روحانیٔ محمود

زیں جلوہ گہ حضرت رحمانی محمود
ہر جائے شدہ نور درخشانیٔ محمود

زیں منبع فیضان سلیمانی محمود
بر ارض و سما بودہ ثنا خوانیٔ محمود

مشتاق شد آفاق بہ دربانئ محمود
وہ نیک عجب طالع پیشانئ محمود
تاریخ بنائش بہ ادب گفت سرشے
مقبول شد این مسجد لاثانئ محمود
۱۳۴۷ھ

مسجد عالی ز عالی ہمتے
چوں تمام آمد بآثارِ عروج
ہاتف تاریخش از قرآن کریم
گفت باقلب ادب ذات البروج
۱۳۴۷ھ

مبارک سال تاریخش بگوشم
سرشے گفت ملجائے غریباں
۱۳۴۷ھ

از سردار محمود خاں ہوتانی۔ مؤلف مظہر سلیمانیہ۔

خانۂ خدا محمود

قطب آفاق جانِ جاں محمود
مخزن علم و بحر جحر درشہود

از سرِ صدق و با فراخ دِلی
مسجدے ساخت از پئے محمود

سالِ تاریخ او چہ خوش بے حد
یافتم خانۂ خدا محمود
۱۳۴۷ھ

مقتدائے زمانہ پاک نسب
مرشد عامیاں خجستہ لقب
بہر خوشنودئ خدا و رسول
مسجدے ساختہ بہ صدق و ادب

سیزدہ سن برفت و چل سن بود
چوں شد آغازِ او بماہِ رجب
سالِ تاریخ مسجد محمود
ہاتف از غیب گفت مظہر رب
۱۳۴۷ھ

رَبَّنَا ثَبِّتْ بِہٖ اَقْدَامَنَا

مظہرِ محمودیت فرخندہ نام
برگزیدہ حضرت خیر الانام
عارف کامل شہنشاہ کرام
قبلہ گاہِ ما ابو خواجہ نظام

مسجدے ہمچوں بہشت آراستہ
اندریں دوراں با اخلاصِ تمام
رَبَّنَا ثَبِّتْ بِہٖ اَقْدَامَنَا
لِلسُّجُودِ والقعودِ والقیام

سال تاریخش نوشتم ایں چنیں
وہ عجب چہ ثانیٔ بَیْتُ الْحَرَام
۱۳۴۷ھ

مقبلاں را پیشوا و رہنما — خضر صورت خواجہ محمود ما
حبذا الضیائہ کشف الدُّجیٰ — مسجدے با صدقِ دل کردہ بناء
اُسِّسَ بُنْیَانُہٗ بِالْاِھْتِدار — مژدہ باد اے عابدانِ بے ریا

سالِ تاریخ بنائش از سماء
گفت ہاتف خانۂ نیکو خدا
۱۳۴۷ھ

باز باد ایں بابِ رحمت بہر دیں
تا قیامت یا اِلٰہ العالمیں
ہاتفے تاریخ بابِ رحمتی
گفت بابے ادخلوھا خلدیے
۱۳۴۷ھ

چوں امام زمانہ نیک سرشت

کرد از آسماں نزولِ بہشت

آمد از آسماں ہمیں آواز

شد دخولِ درش دخولِ بہشت

۱۳۴۷ھ

اُسّس مسجدٌ علی التقویٰ — صبغۃ اللہ مرشد الملت

وجہ محرابہ لوجہ اللہ — مثلہ ما رأیتُ فی الجنۃ

زینت افزودہ اش بنقشِ طلا — اکرمُ الخلقِ اکمل الجملہ

انفق المال فی سبیل اللہ — خوب آراست علی الہمہ

سال تاریخ او شدید قویٰ

باسر الہام گفت ذو مِرّہ

۱۳۴۷ھ

تاریخی تحفے

چوں بنا شد بہ شہر تونسہ شریف — خواجہ محمود ہست مرشد ما

مسجدے دلکشا ز فضلِ خدا — کرد تعمیر مسجد زیبا

سالِ تاریخ او خرد گفتہ — سال تاریخ او نوشت بلوچ

مسجد شاندار شرف فزا — کعبۃ اللہ ثانی قبلہ نما

۱۳۴۷ھ — ۱۳۴۷ھ

نیکو خانۂ خدا ——— عجوبہ خانۂ خدا ——— مقام رفیع ذوالجلال
۱۳۴۷ھ ——— ۱۳۴۷ھ ——— ۱۳۴۷ھ

مستقر رب القدیر — بنائے ہمایوں بے نظیر — یادگار تونسہ شریف
۱۳۴۷ھ ——— ۱۳۴۷ھ ——— ۱۳۴۷ھ

سنگھڑ میں از لطف خدا ——— مسجد بنی ہے دل کشا
بانی کو ہے صد آفریں ——— اور مرحبا صد مرحبا
تھی جستجو تاریخ کی ——— بولے ملک صلِّ علیٰ
کیا خوب ہی تاریخ ہے ——— لاریب مسجد خوش نما
۱۳۴۷ھ

از مولانا الف۔ب بلوچ سوکڑی

دلِ مرواں شو بسوئے تونسہ

مابین شب ۳ و ۴ شوال سنہ ۱۳۴۸ھ مطابق ۵، ۶ مارچ سنہ ۱۹۳۰ء حضور پُر نور کا تابوت ملتان سے تونسہ شریف لے جانے کی خبر تمام اقطاع عالم میں برقی رَو کی طرح پھیل گئی۔ یہ ناچیز بھی اپنے نشیمن سے نکلا اور ۵ مارچ کو پہلی گاڑی کروڑ سے عازم ملتان ہوا۔ گاڑی میں قدم رکھا تو بیشمار مخلوق کو تونسہ شریف اور ملتان کا ہمسفر پایا۔ جب گاڑی کوٹ سلطان پہنچی۔ بلا مبالغہ عرس کے برابر لوگ اُترے میں حیران تھا کہ ان سب لوگوں کو اطلاع کیسے مل گئی۔ آخر یہ نیاز مند ملتان چھاؤنی

اُترا - اور رہائش کا انتظام کر کے خانقاہ حافظ جمال اللہ صاحب قدس سرہ العزیز میں پہنچا - کیا دیکھتا ہوں کہ ایک مسقف دالان کے نیچے سینکڑوں حافظ قرآن جمع ہیں ختم پڑھ رہے ہیں - بیشمار لوگ اطراف و جوانب سے حضرت محمود عالم کی زیارت کو حاضر ہیں - بعض اصحاب بے خود ہو کر جھوم رہے ہیں - اور بعض آنکھوں سے دریا بہا رہے ہیں - اللہ اللہ کیا جلال ہے خانقاہ جمالیہ پر ایک خاص جمال ہے دن کا اکثر حصہ وہاں گذرا - پھر حضرت صاحبزادہ صاحب کے دیدار فرحت آثار کے واسطے نواب صاحب کے بنگلہ پر آیا -

دیکھا کہ دُور دُور سے اصحاب آئے ہوئے ہیں کوئی پشاور سے کوئی دہلی سے کوئی بہاولپور سے کوئی مہار شریف سے - غرضیکہ جسے دیکھا آنسو بہاتے پایا - رات کو ہم نے ارادہ کیا کہ آج اس عاشق رسول کے قدموں میں تمام شب گذار دیں گے -

چنانچہ ۸ بجے آفتابہ و گلاس لے کر عازم خانقاہ ہوئے برادرم فتح محمد خاں اور حاجی محمد اعظم خاں سوداگر چرم ملتان بھی ساتھ تھے خانقاہ مبارک پر کچھ عجب بہار تھی گویا دن چڑھا ہوا تھا - قاری اور حافظ اپنی قرارت اور قرآن خوانی میں مصروف تھے -

بعض اصحاب کی بے تابی دیکھی نہ جاتی تھی ہر ایک اس برگزیدہ خدا کے اوپر جان و دل نثار کر رہا تھا - ہم بھی پائنتی بیٹھ گئے - اور

اوراد و وظائف میں مصروف ہوئے۔ ۲ بجے کے قریب موٹر کی آواز سے ہم اُٹھے کہ ضروریات سے فارغ ہو کر تازہ وضو کر لیں۔ چنانچہ اندھیری رات میں باہر گئے ۳½ بجے تمام بزرگ جمع ہوئے جن میں اکثر حافظ قرآن مجید تھے۔ سب پروانہ کی طرح اس شمع محمودی کے گرد جمع ہوئے۔ جو اینٹ اکھاڑی جاتی تھی لوگ آنکھوں پر رکھتے ہوئے ایک کونہ میں رکھتے جاتے تھے یہاں تک کہ فرش پر مٹی کا نشان نہ آنے دیا جب صندوق نکالا گیا فرطِ شوق سے لوگ دیوانہ وار دوڑے۔ رات کے پونے چار بجے کا وقت، اندھیری رات سارا ملتان ٹوٹ پڑا۔ غور سے دیکھتا تھا تو مشہدی لنگیوں والے زیادہ نظر آتے تھے۔ خانقاہ کے جنوبی وسیع صحن میں صندوق کو رکھا گیا اور لوگ زیارت کو دوڑے۔ شوق و عقیدت سے ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے۔ عالی جناب نواب احمد یار خان صاحب بالقابہ۔ اور ان کے فرزند ارجمند اگرچہ سب موجود تھے مگر خان صاحب نواب زادہ دُر محمد خاں کی رقت دیکھی نہ جاتی تھی۔

آخر وہاں سے صندوق باہر دروازہ پر لائی گئی اور موٹر پر رکھی گئی باہر آ کر دیکھا تو خلقت کا وہ ہجوم ہے کہ اس کا شمار نہیں ہو سکتا۔ یہ بھی نواب صاحب کی دانشمندی تھی کہ یہ کام رات کو ہوا۔ دن ہوتا تو لوگ خدا جانے کس طرح ایک دوسرے کے اوپر گر کر فنا ہوتے۔ بے شمار

جمع تھیں۔

پہنچی وہاں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

آخر صبح کی نماز کے وقت ملتان سے یہ نعمت لے لینے وطن کو چلی گئی۔ میں نے مسجد میں ایک نیم مجذوب فقیر کو دیکھا اس قدر گریہ وزاری کر رہی تھی جیسا کہ کسی کا عزیز ابھی فوت ہوا ہے تونسہ شریف اور راستہ میں اس قدر مخلوقات تھی کہ بیان سے باہر ہے اتنا ہجوم وہاں چشم فلک نے نہ دیکھا تھا۔ ہندو مسلمان زار وزار رو رہے تھے لوگوں نے زیارت کی خاطر اپنی پگڑیاں دُور سے پھینکیں۔ تاکہ کپڑا تو صندوق کو مس کرے اور اس کپڑے کو وہ آنکھوں پر لگائیں یہ ہے نیک کمائی اور خاصانِ خدا کا اثر اور جذبۂ عقیدت اور جوشِ محبت۔ حکامِ وقت حیران تھے۔ عین اسی وقت آسمان نے بھی آنسو برسائے۔ ع

"فلک بہ گریہ در آمد ز بیقراری شاں"

کا صحیح نمونہ نظر آیا۔ بالآخر حضرت چراغ تونسوی کو ہزار ہا آہوں سے سرزمین تونسہ مقدسہ میں سپرد خاک کیا گیا۔

تعمیر روضہ مبارک:

حضرت چراغ تونسویؒ کی خواہش تھی کہ آپ اپنے والد بزرگوار کے قدموں میں انہیں جگہ ملے۔

قدرت نے سامان ایسے کر دیئے کہ روضہ مبارک کے صحن میں بھی آپ دفن نہ ہوئے آپ کا علیحدہ روضہ تیار ہُوا ہے جس کا انتظام نواب احمد یار خان صاحب خاکوانی کے زیر اہتمام ہوا ہے تعمیر جلد کرانے کے واسطے بے شمار کاریگر لگائے گئے۔ نمونہ روضہ شاہ سلیمانؒ کا ہے۔ مگر اس کا دور اس کے برابر نہیں بلندی میں بھی تناسب کا خیال رکھا گیا ہے خدا کرے کہ حضرت چراغ تونسوی کا فیض تا ابد جاری رہے۔ خان صاحب محمود خاں ہوتانی نے روضہ کی تاریخ مبارک بیت آں نُورٌ علیٰ نُور اخذ کی ہے اور ۱۳۴۸ھ پیدا ہُوا۔

چوں فریدیؒ بجست تاریخش
در دل خود بفکر پنہانی
ہاتف گفت باسر حکمت
باز شد باب فیض سبحانی
۱۳۴۸ھ

عنایت کرم شکریہ مہربانی!!

مؤلف سیرۃ المحمود اپنے گرامی قدر دستوں اور عنایت فرمائے بزرگوں کا کمال و ممنون و شکر گذار ہے کہ انہوں نے اس ناچیز تالیف کو عزت و تعظیم کی نگاہوں سے دیکھا۔ بلکہ بعض اصحاب نے قطعات تاریخیہ

لکھ کر ناظرین کی دل چسپی کا سامان فراہم کیا منجملہ ان اصحاب کے پیر محمود شاہ صاحب گیلانی متوطن لنڈی سیداں علاقہ نواب صاحب تمندار گورچانی میرے خاص شکریہ کے مستحق ہیں۔ آپ ایک روشن دماغ اور تاریخ گوئی میں اچھا مذاق رکھتے ہیں۔

غلام محمد مہار کی وفات کے یہ چار بیت لکھ دیئے گئے ہیں ؎

غلام محمدؐ عجب خوش لقا ؛ زدار فنا رفت سوئے بقا
۱۳۴۷

ازیں مصرع گردد وفاتش عیاں
غلام محمد بدیع زماں
۱۳۴۷

غلام محمد یگانہ زماں ؎
۱۳۴۷
سوم بار بنویس تاریخ آں

رقم کن دگر بار نوشتہ خاں
غلام محمد معزز جواں
۱۳۴۷ھ

اس عاجز نے حضرت ثانی رحمۃ اللہ علیہ (خواجہ اللہ بخش صاحب قدس سرہ العزیز) کی ولادت باسعادت میں مندرجہ ذیل تاریخیں استخراج کی ہیں ۱۲۴۱ھ میں آپ رونق افزائے دنیا ہوئے ع

زاد پاکیزہ روئے اللہ بخش، روح جہاں اللہ بخش، مالک آفاق اللہ بخش، قبلہ کونین اللہ بخش، اکمل الکاملین اللہ بخش ع

اے حقائق مآب اللہ بخش ع سبحان اللہ، اللہ بخش مولود۔

ان سب سے بلا تعمیہ وتخرجہ ۱۲۴۱ھ (سن ہجری) نکلتا ہے شاہ صاحب نے صرف انہی تواریخ پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ حضرت کے وصال کا منظوم قطعہ بھی قلمبند کیا وہو ھذا ؂

خواجہ اللہ بخش فخر الاولیاء
رہنما و راہبر و مشکل کشاء

در وصالت خلق گریہ زار زار
بلکہ در یادت بگرید روزگار

چشمِ گریاں باز پرسیدم ز خضر
عیسوی تاریخ کن برہن عیاں

چوں ندائے حق رسیدش ز آسماں
شد خراماں جانب باغ جناں

سال گو محزوں باصداۂ و آہ
قبلہ اللہ بخش مقبول الٰہ

در جواب ام دُر تاریخش چہ سفت
آہ جید شیخ اللہ بخش گفت

☆

دیگر

خواجہ اللہ بخش صاحب اولیاء ؛ چل دیے افسوس وہ قطب زماں
ہادی و مشکل کشا خلقِ خدا ؛ ان کا غم کرتی ہے سب خلقِ جہاں

☆

ہائے قسمت خواجہ اہلِ کمال ؛ جبکہ سر تاریخ لکھنے کو جھکا
کر گئے دنیا سے آخر انتقال ؛ تب خرد عقدہ کشائی سے برملا

☆

کہہ دیا یوں سال رحلت کا ہمیں ؛ سالِ رحلت کا پھر لکھو بے اشتباہ
قبلہ اللہ بخش مہدی ملک ہیں ؛ قبلہ اللہ بخش ہے عالم پناہ

۱۳۱۹

زود خرم سالِ رحلت از دلم
پیش من فرمود از حد رنج و غم

حضرت رحیم خواجہ محمد محمود صاحب کی وفات حسرت آیات کی بھی پیر محمود شاہ گیلانی نے چند تاریخیں اخذ کی ہیں ع

زیں جہاں رفت بفردوس قبلہ محمود ع صاحب ارشاد والا
۱۳۴۸ ۱۳۴۸

خواجہ محمود گفت دیگر ع

خواجہ محمود صاحب تونسوی حاج۔ گو۔
۱۳۴۸

★

دیگر منہ

خواجہ محمود صاحب مقتدائے خلق بود ☆ در لقائے ذات مطلق از جہان پردہ نمود
تا نویسم سال تاریخش بالفاظ نکو ☆ از فلک شد ناگہاں آواز اے محمود گ
در وفات شیخ کردم در دل خود جستجو
خواجہ محمود مرشد کامل تاریخ او

☆

شاہ محمود اولیائے وقت ☆ سال فوتش خرد چنیں فرمود
مرتحل گشت و رفت در جنت ☆ عمدۃ الملک خواجہ محمود

اللہ بخش نام جو میرا ہے دوستو!
اس نام کے طفیل میں بخشا ہی جاؤنگا

حضرت غریب نواز مرشدی خواجہ اللہ بخش صاحب کی تاریخ تو ل "زہے بیدار بخت" جو کتب و ملفوظات میں موجود ہے۔ پیر محمود شا صاحب گیلانی کی جودت طبع نے چاہا کہ اس تاریخ کو منظوم قط میں لکھا جائے چنانچہ آپنے یہ اشعار لکھے ہیں۔ ؎

صد مبارک بود بخواجہ من ☆ کہ خدا داد نیک فرزندش
نام زد شد باسم اللہ بخش ☆ زہے بیدار بخت تاریخش
۱۳۰۱ھ

☆

تبرکات حضرت قاضی القضاۃ

بیرم خامہ را بانام ..... نامی
کہ گردد نامہ از وے گرامی
ہمان نامی کہ او محی العظام است

ہم او را حیّ و ہم قیّوم نام است
فیا محی العظام احی عظامم
و یا قیوم قیم اسم و جانم

پس صلوات خوانم بر محمدؐ
کہ گردد نامرام از وے ممجد
ازاں پس بر ہمہ اصحاب و آلش

بخواہم از خدا لطف و نوالش
الٰہی بر ہمہ اتباعِ احمد
بکن رحم و لعبد خود با حمدؐ

اگرچہ عبد تو عبدِ اثیم است
بحمد اللہ کہ او عبد الکریم است
کریما عبد خود را کن تو مسرور

غفران خودش فرما تو مغفور
زفیض مصطفےٰ از قلب محمود
دلش دائم بود معمور و مسعود

بدہش دو نظامے را نظامش
بکن سیراب از کاس الکرامش
بہ اجابت بوقت نزع جانش
تو با ایمان کامل کن روانش

استغاثہ عبدِ اثیم بحضور خواجہ رحیمؒ

اے لقائے تو جواب ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

یا غیاثی یا مغیثی یا کریم
یا عیاذی یا معیذی یا رحیم
اے کریم ابن الکریم ابن الکریم

عبد آمد سائلانہ بر درت
پس مرانش آئسانہ از درت
سائلاں را گفت لا تنہر کریم

پس نشاید عبد را راند کریم　　از کرم چوں می پری صدہا ہزار　　چیست پس پروردن یک خاک

نسبتے دارم بتو اے ملتجا　　از طفیل نسبت را ہم نما　　من چو نسبت را بتو پیوستہ ام

از ہمہ پیوند خود بگسستہ ام　　ہاں غلط گفتم کہ من پیوستہ ام　　وز ہمہ پیوند خود بگسستہ ام

من و نسبت را بتو پیوستہ ام　　نہ از کسے پیوند خود بگسستہ ام　　خواجہ ما ہر چہ خواہد میکند

خود پیوند خود او مے بگسلد　　خواجہ ما نیست اللہ است و بس　　ہر چہ است او نیست اللہ است و بس

فانی فی اللہ چوں توئی اے پیشوا　　باقی باللہ ہم توئی اے مقتدا　　پس مرا با خویش خود پیوست

وز ہمہ پیوند من بگسستہ　　نیں مرا ہم نیست کن در ہستیت　　بعد ازاں خود ہست کن با ہستیت

حاجت ایں عبد ز آقائے کریم ؛ پس ہمیں بود او خبیر ست و علیم

الغیاث اے عالم علم لدن ؛ الغیاث اے محرم اسرار کن

از تونسہ شریف

محبی و مخلصی قاضی عبدالکریم سلمہ الرحمٰن !

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خط ملا محبت کا شکریہ ! اللہ کریم آپ کو ہمیشہ خوش آباد اور مطمئن رکھے

آمین ثم آمین ۔

میں شوال کے دوسرے ہفتہ قادرپور پہنچوں گا اگر حیات مستعار

باقی تو مل ہی رہیں گے فقط والسلام

(الراقم محمود سلیمانی ! لازال ظلہم المتعالی عن رؤسنا اجمعین ابدا)

آمین ثم آمین

قطعات تاریخ انتقال حسرت مال

قدوۃ السالکین شمس العارفین محی السنۃ دمیت البدعۃ شیخ دوراں محبوب رب ودود خواجۂ خواجگاں حضرت خواجہ محمد محمود صاحب تونسوی رح

(از اثیم قاضی عبدالکریم محمودی سلیمانی کوٹ سلطان)

دریغا کہ آں فرد احمد نظام ؛ صمد خدا احد قدو مسعود نقش غیاث الوریٰ قطب اقطاب عالم
چراغ ھدیٰ شاہ محمود بخش ؛ زما شد جدا سال تاریخ شد الہ کریم بمحمود بخش
۱۳۴۸

آں شیخ ماواں پیر ما ؛ نور سراج منیر ما ؛ محبوب رب قدیر ما ؛ معروف محمود الوریٰ
داں منبع جود وسخا ؛ صدق وصفا علم وحیا ؛ علم وعمل ورع وتقیٰ ؛ خُلقش چو خلق مصطفےٰ
ماہ سما اہتدا ؛ مہر قلوب اصدقا ؛ نور عین اولیا ؛ آئینۂ رب العلیٰ
شاہ زمن شیر خدا ؛ رشک بتاں دلربا ؛ آں آفتاب اتقیا ؛ نور ظلم بدر دجےٰ
صد حیف آں شیر خدا ؛ از ما جدا شد حسرتا ؛ آں مظہر نور خدا ؛ عین علی مرتضےٰ
چوں روح او تیار شد ؛ در ہر جہت سیار شد ؛ ہر ذرہ انوار شد ؛ از نور آں نور ہدیٰ
چوں رفت بر صدر علا ؛ با صد شکوہ صد ضیا ؛ گفتند ایں ملاء علیٰ ؛ محمود ما شمس ضحیٰ

دیگر

پناہ ورائے خواجہ محمود عالم ؛ کہ حرز خدا بود حرز سپاہش ؛ چو در پیش حق بر زمین بہ جبیں ما
زادج سما بر گذشتہ کلاہش ؛ مکرم چو میداشتے ہر کسے را ؛ زہر کس معزز شدہ عزّ وجاہش
بآخر بذکر خدا رفت زانکہ ؛ بذکر خدا رفت شام وپگاہش ؛ روانش بسیر جناں چوں رواں شد
بفرمود ہاتف بوصل الٰہش ؛ چو میکرد با خلق حق جود وبخشش ؛ رسید بمحمود بخشے الٰہش

غیاث الورٰی خواجہ محمودِ عالم　زہر کس بہر وصف بردہ سبق　چو از عنصر قدسش روحِ اطہر
وداعی بفرمود امر حق　بعد ایں بفرمود ہاتف بوصلش　بپّر بدسوئے جناں مرغ حق

دیگر باردو

وہ فخرِ جہاں خواجہ محمود عالم　جہاں نور سے انکے معمور ہو　ہمیں دے گئے آہ داغ جدائی
رواں انکی جنت میں مسرور ہو　ز سال وصالش بپرسید آں ثم　بفرمود ہاتف وہ مغفور ہو

تمنائے مؤلف

درِ خواجہ سے عبد کی اک دعا ہے　الٰہی دعا اسکی منظور ہو
بوقت نزع قبر و محشر ہیں خواجہ　میری آنکھ ہو اور تیرا نور ہو

خواجۂ ملت کے حضور

اے کہ جد الجد تو غوث الزماں

و یکہ جدّ الجدت قطب جہاں

عمِ اکرم تو کریم الناس بود　عمِّ دیگر حافظ انفاس بود　والدِ پاکت کہ تاج اولیاست
بستہ بافتراک لطفش جان ماست　در ہمہ اوصاف محمود وحید　خود اد محمود است واحمد ہم فرید
فیض او عام است بہر خاص و عام　دین ما　است زاں ہر دم نظام　آں نصیر دین اقطاب الورٰی
غوث عالم خود محمود الورٰی　اشمل اللہ علینا بر سہم　قدس اللہ العزیز سرّہم
اے نظام الدین نظام الاولیاء　در نظام تست اکنوں کارِ ما　کار ہر کس را چو دادی انصرام
دین عبد خویش را ہم دہ نظام　مسند خواجہ را چوں تو زینتی　اکرم الآباء اطہر طینتی

بر سرِ من ہر چہ از دورِ زماں آمدہ پیشت کنم آں را بیاں از کما لیبہ دلم شد پُر ملال
سوئے تونسہ خواہم اکنوں انتقال پس مرا زینجا بآنجا منتقل ہم بفرمائے بفرما مستقل
عبد را در سلک خود ہم نظم کُن بندہ را شائستۂ آں بزم کُن

نام اللہ دے پیر پٹھاناں

کڈی آ جاناں ترساجا میڈا پیر محمود دن خواجہ میڈا ہر دو جگ دا راجا
میڈا پیر محمود دن خواجہ
ہجر تیڈے تن لایاں بھاہیں سوز دن نکلم آہیں و ہائیں نام خدا دے سوہناں سائیں
ایہا نار یجھاؤ میڈا پیر محمود دن خواجہ
ہجر تیڈے میکوں ڈتڑے رولے ساڑ جگر تن کیتم کولے تیکھوں جاواں او لے گھولے
میکوں شمس جمال ڈکھاجا میڈا " "
حسن تیڈے دیاں ملیاں بانگاں عشق تیڈے تن لایاں سانگاں وچہ مسجد بہ تیڈو تانگاں
میں نوں اگے نماز پڑھا جا میڈا پیر " "
حسن تیڈے آں لایاں جھڑیاں سکیاں سڑ ریاں تھیاں ہریاں اجڑی پجڑی ہیں ہک کھڑیاں
ایہیں اجڑی کوں آپ وسا جا میڈا " "
عشق تیڈے دے اگھبڑ ابیرے پار گیا لنگھ جگر نوں چیرے " " باجھ وصال دے کیا تدبیرے
آ ہو جام وصال پلا جا " "

عشق دی پندھڑی سخت اولّڑی بہت کولڑی سخت کلّلڑی باجھوں شوق دے کجھ نہیں پلڑے

میں نوں گئے توڑ پچا جا میڈا پیر ،، ،،

حسن تیڈیڈا نقش بچاواں اسم تیڈیڈا ورد کماواں عشق تیڈیڈے گیتڑے گانواں

میرے سرتوں آپ ٹھہاجا ،، ،،

نام تیڈا ہے نام نبی دا شان تیڈا دت شان علی دا صدقہ نام تے شان علی دا

مینوں نام تے شان ڈکھا جا میڈا پیر ،،

عبدالتیم ہے عبد نماناں درد تے ہجر دے سول رنجاناں نام اللہ دے پیر پٹھاناں

ابندے تے سول مٹا جا میڈا پیر ،،

میڈا ضامن دین و ایمان وی توں

میڈی عزت حرمت شان وی توں
میڈا خواجہ پیر پٹھان وی توں

میڈا دین یقین ایمان وی توں
میڈا مرشد ہادی مان وی توں

میڈا دھرم وی توں میڈا بھرم وی توں
میڈا ہردو جگ دا شرم وی توں

میڈا مخزن جود و کرم وی توں
میڈا منبع لطف احسان وی توں

میڈا درد وی توں درمان وی توں
میڈا مرض وی توں لقمان وی توں

میڈی جانِ جاناں جہاں وی توں
میڈا حاکم تے سلطان وی توں

میڈا نام وی توں میڈا ننگ وی توں
میڈا رنگ تے ڈھنگ امنگ وی توں

میڈا خویش قبیلہ سنگ وی توں
میڈا واقف جان سنجان وی توں

میڈا باب علوم و مطالب توں | علی اسد اللہ الغالب توں
میڈا شجرہ چشت دا صاحب توں | میڈا نور تے فخر جہان دی توں
میڈا خواجہ شاہ سلیمان وی توں | خواجہ اللہ بخش رح پٹھان دی توں
اوندی مسند دا برہان وی توں | اوندا عین عیان بیان وی توں
میڈا مطلب تے مقصود وی توں | میڈا حاضر تے موجود دی توں
میڈا خواجہ شاہ محمود وی توں | میڈا ضامن دین ایمان وی توں
میڈی کام وی توں تے مرام وی توں | میڈا مبدأ تے اتمام وی توں
میڈا خواجہ شاہ نظام وی توں | ایہیں عبدالکریم دا ماڑ وی توں

میں ہوں پروانہ تیرا

مجھ کو کہتا ہے جہاں اے خواجہ دیوانہ تیرا | اور مستانہ تیرا اور مست پیمانہ تیرا
ہوشیاری اور خودی تجھ میں میری گم ہو گئی | تو ہے میری شمع محفل میں ہوں پروانہ تیرا
تجھ میں گم ہو کر مرے دکھ درد سارے مٹ گئے | کسقدر پُرامن ہے اے خواجہ کاشانہ تیرا
بیخودی میں ہوں مجھے بھی ساتھ لے جا اے رحیم | مجھ کو کہتا ہے جہاں اک مست میخانہ تیرا
تیری منزل دور ہے اور میں یہاں رنجور ہوں | ہے خمارِ عشق سر میں لب پہ افسانہ تیرا
نیست و نابود ہوں ناچیز ہوں اک ذرہ ہوں | ذرہ پرور ہے مگر دربار شاہانہ تیرا
تشنہ ہوں لب خشک ہوں اے قلزم آبِ حیات | کیوں ترستا ہوں سگ در ہوں نہ بیگانہ تیرا
اے ہمارے ساقی جام شراب ناب عشق | اس طرف بھی قطرہ بادہ آباد میخانہ تیرا
بد بھی تھا بدکار تھا اور اب بھی ہے عبد رحیم | جسکو کہتا ہے جہاں اک مست خمخانہ تیرا

مرثیہ شہر آشوب بر وفات حسرت آیات قبلہ دو جہاں محبوب الرحمٰن حضرت چراغ تونسوی خواجہ محمد محمود صاحب

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کیوں فرطِ غم سے آج جہاں تنگ و تار ہے — بزمِ فلک یہ کس کے لیے سوگوار ہے
چشمِ سحاب کس کے لیے اشکبار ہے — ماہِ تمام کس کے لیے داغ دار ہے
کیوں دیدۂ عدو بھی ہے خوننابہ بار آج — آنکھوں سے سیلِ اشک ہے بے اختیار آج
چشمِ جہاں سے آج وہ نورِ نظر چھپا — وہ آسمانِ چشت کا روشن قمر چھپا
وہ آفتابِ ملّتِ خیر البشر چھپا — سرمایۂ حیات و قرارِ جگر چھپا
وہ عندلیبِ باغِ سلیمان کا اڑ گیا — وہ رنگ نو بہارِ گلستان کا اڑ گیا
سالارِ کاروانِ حقیقت نہیں رہا — سرتاجِ مہربانِ طریقت نہیں رہا
وہ صورتِ جمالِ نبوت نہیں رہا — وہ سیرتِ کمالِ ولایت نہیں رہا
پیوندِ خاک ہو گیا وہ چشمِ تر لیے — امت کی خستہ حالی کا دردِ جگر لیے
اسلام رو رہا ہے مرا تاج سر گیا — تیرِ حوادثات میں سینہ سپر گیا
غم ہے کہ آج وارثِ خیر البشر گیا — غازۂ جمالِ چہرۂ دیں سے اتر گیا
شورِ بلا ہے فتنۂ محشر بپا ہوا — مرقد سے سر اٹھاؤ محمد کہ کیا ہوا
شانِ سلف کو جی میں بٹھا کے چلے گئے — جامِ شرابِ کہنہ پلا کر چلے گئے
دہرا وہ ذوق و شوق کا گا کر چلے گئے — آنکھوں میں اپنی شان دکھا کر چلے گئے

یارب کیا ہے باقی جہاں میں جو تو نہیں
وہ سیر گل وہ بلبل وہ گفتگو نہیں

جس نے ہمیں خدا سے ملایا کہاں گیا؟
جس نے ہمیں رسول دکھایا کہاں گیا؟

الفت کا لطف جی میں رچایا کہاں گیا
جام شراب عشق پلایا کہاں گیا

ساقی نہیں وہ بزم نہیں جام جم نہیں
آنکھیں نہیں وہ دل نہیں وہ ہم نہیں

اللہ سے پیام تھا اپنا کلام تھا
حقا کہ حق کا ابوالہوسوں میں قیام تھا

دل تھا کلیم اپنا تو سینا مقام تھا
نعمت بھی فرش خاک پہ در لطف عام تھا

نقشہ آنکھوں سے دیکھ پاتے تھے چہرۂ رسول کا
دنیا کو کیا دکھائیں گے اسوۂ رسول کا

صورت وہ پاک جس پہ ملک کا یقین ہو
ایمان و جان کے لیے حصن حصین ہو

شرمندہ اس کے آگے ہو جتنا حسین ہو
یوسف لقا ہو غنچہ دہن مہ جبین ہو

صدق و صفا کا آئینہ پتلا وہ نور کا
خاکہ ریاض خلد کا نقشہ ہر فرش کا

چھو جائے گر نسیم تو عارض ہوں داغ دار
قطرے گریں جبیں سے تو لولوئے شاہوار

لپٹیں جدا ہوں اس سے تو ہو بزم اشکبار
کردیں دماغ و روح کو مست لقائے یار

مدفون خاک آہ وہ دُرِ یتیم ہو
درج لحد میں ہائے وہ ذات رحیم ہو

وہ بزم یار یار کی رنگیں بیانیاں
منہ سے وہ پھول جھڑتے وہ گوہر فشانیاں

نکتے وہ بات بات میں وہ رازدانیاں
جولانیاں وہ طبع رواں میں روانیاں

موجیں وہ حسن عشق کی لہریں پیار کی
یاد آئیگی تو روئیں گے آہ یہ بزم یار کی

نکتے وہ معرفت کے لگیں ہونے جب بیاں
بہ جائیں ذوق و شوق میں آنکھوں سے ندیاں

اڑ جائیں دل سے دامن ظلمت کی دھجیاں
رہ جائے کیوں فریب گماں کا وہاں نشاں

قدسیوں کی بزم نظر آئے سب کی سب ۔ آنکھوں میں انکی خیال سما جائے سب کی سب

جب علم دیں پہ آئیں تو جھک جائیں سب کے سر ۔ گو مجتہد فقیہ ہوں عالم ہوں باخبر

تقریر دلپذیر وہ اسرارِ دیں پر ۔ تسلیم اعتبار سے چارہ نہ کچھ اصغر

علامہ زماں بھی ہوں قائل حضور کے ۔ برہان و فکر مبلغ علم و شعور کے

مذکور بزم شعر میں گر آئے دھوم کر ۔ رہ جائے خوش بیانی بھی منہ چوم چوم کر

روحِ لسانِ غیب بھی آجائے جھوم کر ۔ غالب کی روح شیفتہ ہو گھوم گھوم کر

جھڑنے لگیں وہ پھول کہ داماں بھی تنگ ہو ۔ اس قوتِ بیان پہ انسان بھی دنگ ہو

ہائے وہ نکتہ سنج کہاں تھا کہاں گیا ۔ چھپ کر کہاں وہ طوطیِ شکر بیاں گیا

نقشہ جما گیا جہاں غنچہ وہاں گیا ۔ موتی بہا گیا جہاں بحرِ رواں گیا

خاکی نشان قدسیِ رفعت نصیب جو تھا ۔ ہم کو جھلک دکھا کے فلک پر وہ جا بسا

باتوں میں حسن و عشق کی تصویر در تھے ۔ فرہاد و قیس آپکے کوچے کی گرد تھے

اس منزل عظیم کے وہ رہ نورد تھے ۔ عشق بزد پیشہ سے مردِ بزد تھے

اُف تک نہ کی جگہ بھی جو خوں ہو یہ گیا ۔ تا وصل ذات پاک بھی یہ درد رہ گیا

اے مات دادہ بلبل بستاں سرائے را ۔ اے بر فلک جہاندہ سمِ بادپائے را

چونی بزیر گل کہ تو بے ما نبودہ ۔ بے خلقۂ خدم گہے تنہا نبودہ

پہلو میں تیرے دل تھا عجب باوفا دل ۔ آشفتہ دل فریفتہ دل بے قرار دل

ہمدردِ خلق مونس جاں غمگسار دل ۔ وہ مہبطِ جمالِ خداوندگار دل

طورِ کلیم معنی حقائق کا راز داں ۔ آئینہ خیال و تمنا کا ترجماں

اپنوں کو ایک کانٹا لگے تو فگار دل　　آشفتہ دل فریفتہ دل بے قرار دل

یاروں کے غم پہ ان سے سوا سوگوار دل　　رنج و غم خدم پہ پُر از انتظار دل

خاموش کیوں ہو نشتر غم دل کے پار ہیں　　آنکھوں سے سیل اشک ہیں سینے فگار ہیں

مدہوش جب ہوں بادۂ غفلت پیے ہوئے　　اپنے گناہ کندھوں پہ اپنے لیے ہوئے

پہنچے تیری جناب میں اک دل دیے ہوئے　　تیرے جمال چہرہ پہ نظریں کیے ہوئے

غفلت کہاں گئی وہ کہاں خواہشیں رہیں　　تیرے پریم میں وہ کہاں کاہشیں رہیں

جب کفر و معصیت کو جھکا نفس بے حیا　　غارِ گناہ میں گرنے لگا نفس بے حیا

تا وادیوں میں جا ہی گرا نفس بے حیا　　تیری گرج سے چونک اٹھا نفس بے حیا

تیرا بیاض چہرہ دلیل ہُدیٰ بنا　　بخشش کا وہ سبیل کفیل ہدیٰ بنا

اے آسمان ستم تیری دیرینہ خو سہی　　غارت گر خزینۂ صد آرزو سہی

مکار کار تشنۂ خون جنگ جو سہی　　کم بخت تیری مشق ستم سو سو سہی

تیر ستم کی اپنی کشاکش کو دیکھ لے　　سب تیر تیرے خالی ہیں ترکش کو دیکھ لے

جو ذات پاک جلوۂ مہر خدا رہے　　جو ذات پاک چشمۂ آب بقا رہے

ہر آرزو جو بندہ کو زیر نگاہ رہے　　اسکی رہیں منت دستِ دعا رہے

اسکو بھی ترک و منع پہ مجبور کر دیا　　بندِ غم حیات میں محصور کر دیا

جو ذات پاک رحمت حق کا نشان تھی　　جو روح فخر رحمت کون و مکاں تھی

بزمِ قدس سے آئی ہوئی مہمان تھی　　جو آفتاب نیر گشت جہاں تھی

خفاش دور اس سے بھی فگن رہا　　آئینہ جلال کا اسکے شکن رہا

محمود جس کی پشت سے بیٹا فرید سا ۔۔۔ تو نے قسم ہے تجھ کو نہ دیکھا کبھی سنا
صورت میں جو ملک تھا کہ حور جناں تھا ۔۔۔ سیرۃ میں جو محاسن فطرت کا آئینہ
محمود کا یہ لخت جگر اور دل کا نور ۔۔۔ دنیا کا یہ سفر کیا تو نے چور چور
احمد وہ جس کے نام سے عالم لرز گیا ۔۔۔ جسکی گرج نے فتنہ عالم چھپا دیا
مہر و وفا کا آئینہ ہیبت میں شیر سا ۔۔۔ وہ رزم و بزم میں نشہ مرداں کا نقش یار
محمود کا یہ لخت جگر اسکے سامنے ۔۔۔ اے مرگ زیر خاک کیا تو نے کاٹ کے
جو جانشین مجلس علم النبی رہا ۔۔۔ جو یادگار محفل ہر ہر ولی رہا
جو راز دان علم خفی و جلی رہا ۔۔۔ جو جانشیں بزم سلیماں کبھی رہا
اس پر ہزار طرز سے تو نے ستم کیئے ۔۔۔ جلاد وار جور و ستم دم بدم کیئے
گہ رد کا اسکو دادے کے پاک آستاں سے ۔۔۔ پا بوسئ حبیب میں عرض بیان سے
اس پر گرائی بجلی آسماں سے ۔۔۔ بجز اس اس کی شان میں گندہ دہاں سے
دید حبیب سے کبھی محروم کر دیا ۔۔۔ اس چارہ گر کو بیکس و مظلوم کر دیا
افلاک کے ستم سہے جور و جفا سہے ۔۔۔ بیٹوں کے تیر غم سہے کرب و بلا سہے
اللہ کے پیارے تھے ابتلا سہے ۔۔۔ اف تک نہ کی جو رنج بھی بے انتہا سہے
سر اپنا زیر خنجر تسلیم کر دیا ۔۔۔ وقت اپنا ذکر خیر میں تقسیم کر دیا
اس بر دیار غیر میں مارا وطن سے دور ۔۔۔ اس عندلیب زار کی عرض سخن سے دور
گو آپ مست بادۂ دیدار ہو گئے ۔۔۔ تیرے غلام بیکس و بیچارہ جو ہوئے
یہ ماتم حسین ہے بزم عزا نہیں ۔۔۔ کرب و بلا ہے تو لسنہ اگر کربلا نہیں

محشر ہے کیوں یہ فتنۂ محشر بپا نہیں
مرگِ جہاں ہے مرگِ حبیبِ خدا نہیں

اے مرگ ہم پہ موت کو آسان کر دیا
جنسِ عزیزِ عمر کو ارزاں کر دیا

اے آرزو و خونِ ہزار آرزوئے ما
اے جستجو و حسرتِ صد جستجوئے ما

اے آبروئے گم شدۂ آبروئے ما
اے غائب و حاضرِ ہر گفتگوئے ما

دستم بریدۂ و چہ خنجر خلیدۂ
مرگم بخود سپردہ و چشم دو دیدۂ

قدموں میں نہ تیرے ہو مرنا وہ مرنا کیا
تیرے سوا نہ جینا ہو دنیا میں دھرنا کیا

گر تو نہ ہو جہاں میں تو کرنا ہے کرنا کیا
گر تو ملے نہ موت پہ مرنا ہے مرنا کیا

جینا عبث ہے آج تو مرنا بھی ہے عبث
یہ زندگی ہے یا کہ ہے کمتر ز خار و خس

جینا ہے اپنا سینہ پہ داغوں کے واسطے
حسرت کا خون پینے کو نالوں کے واسطے

جن میں نہ کچھ اثر ہو ان آہوں کے واسطے
اس ماتمِ سیاہ پہ نوحوں کے واسطے

کیوں اپنے ساتھ ہم کو نہ لیکر جدا ہوئے
خلقِ خدا میں چھوڑ کے ہم کو جدا ہوئے

یاس و غم و فغاں ہے یہ نظارۂ حیات
سیپارۂ الم ہے یہ سیپارۂ حیات

اٹھ کر دیکھ لو کہ نہیں چارۂ حیات
آوارۂ جہاں ہوں میں آوارۂ حیات

ہے مر کے تیرے پہلو میں آرام زندگی
تیرے قدم میں ہو مری شامِ زندگی

کوئی تو پاس رکھتا ہے بچوں کی راحتیں ۔ کوئی تو مال و نعمتِ دنیا کی لذتیں
اک نیر ادیکھنا تھا مری سو حسرتیں ۔ تیری نگاہِ ناز پہ میری تھیں حسرتیں
گر تو نہ ہو تو تو ہی بتا میرا کیا ہے اور
تیرے سوا جہاں میں بھلا میرا کیا ہے اور

مجھ سا نہیں ہے کوئی بھی ناکام آرزو ۔ جب تو ہی آرزو تھا تو لیا نام آرزو
ہے صبح آرزو ہی مری شام آرزو ۔ ڈھونڈوں و گر نہ ڈھونڈوں بھی انجام آرزو
سو حسرتوں کا نام مری آرزو رہا
اک موت کا پیام مری آرزو رہا

ہر آرزو کہ ہم بغل مدعا رہی ۔ تیری رہین منت دست دعا رہی
جو احتیاج تشنۂ آبِ غنا رہی ۔ سیراب تیرے دریۂ زموج عطا رہی
بس آرزو ہے مرکے ہو امتحاں میرا
تیرے قدوم پاک میں ہو آشیاں مرا

اپنے سوا نہ ہونا مرا تو قبول کر ۔ پاؤں میں اپنے سونا مرا تو قبول کر
قدموں میں جان کھونا مرا تو قبول کر ۔ ہر صبح شام رونا مرا تو قبول کر
جیسے کرم تھا یہاں پر وہاں بھی ہو
صالح تھا جیسے ترا یہاں ویسے وہاں بھی ہو

یہ مرثیہ مولوی صالح محمد صاحب ملغانی خلف مولانا حکیم احمد صاحب ملغانی مرحوم کے زورِ قلم کا نتیجہ ہے جو بزمِ محمودی کے ایک درخشاں گوہر

اور نہایت زکی نوجوان ہیں۔ خداوند کریم ان کو فرزند عطا کرے حضرت چراغ تونسویؒ کی بزم کے پروانہ ہیں۔ اور آباؤ اجداد سے علمی مذاق میراث میں پایا ہے۔ سرکاری سکول میں ہیڈ ماسٹر ہیں۔ ان کے برادر مولوی اللہ بخش حکیم بھی ایک قابلِ عزت ہستی ہیں۔ اور دونوں میرے دیرینہ دوست ہیں۔

(مؤلف)

خُلدِ آشیاں تھے خواجہ محمودؒ

حضرت خواجہ محمد محمود تونسوی علیہ الرحمۃ ہمارے لکھ پال خواجہ تھے بارہا ان کی زیارت سے مشرف ہوں زہد و تقوٰی اور خدمت مخلوق خدا میں اپنی مثال آپ تھے۔ مسلم تو مسلم غیر مسلم بھی اس چراغ سلیمانی کے جان نثار شیدائی تھے جس دن آپ کا وجود مسعود صندوق میں موٹر پہ تونسہ شریف آیا۔ رود سنگھڑ کے آر پار ہزارہا افراد استقبال کے لیے جمع تھے اور سب پر گریہ طاری تھا۔

اس دن معلوم ہوا آپ ساگی سلیمان تونسوی تھے۔

(تاثرات :۔ سردار چیتن داس چاولہ فتح آباد (حصار))

غياث الدّين والدنيا

فان المخدوم المكرم والمولى المعظم ذا المجد الاثيل والشرف النبيل والخلق العظيم واللطف العميم صاحب الفضل والعلم والبرّ والتّقى غياث الدين والدنيا۔

قبله اهل الحاج مخدومنا الحاج الشيخ محمود التونسوى مدظله العالى مادامت الايام واللّيالى

محمود الالسنة

مخدوم الهداة الرشده مطاع الجواهر الزره ماحى ماحى الحق وهادى المودة له فيما يحمل الثناء والحمدة وله فى بيانه اللطيف الجودة حتى كانه السحر او شعبدة بل فى كل امر الله هو ابن البجده محمود الالسنة ممدوح الافئده صاحب المجد والمكرمات المعتده والمبرات المعتده والسجايا الكريمة المتعمده

والشیم المرضیۃ المنفردۃ علی الحضرۃ سنی السدۃ

الذی لہ الباع الطویل فی تحصیل الجمیل والکعب العالی

فی کسب المعالی فسبحان من افردہ فی اللطف والجود

وبذل المجہود والمجود ونیل الخلۃ الحسنی والخلق

الرضی ۔ قبلہ اہل الحاج الشیخ الحاج محمود التونسوی

لازالت عتبۃ ماثومۃ ولا برحت الجباہ بتراب اسکنتہ

موسومۃ من سفر الفتن حین عن الفتن ۔

هدیۃ الاعز والاشراف ص ۵۹ مطبوعہ لاہور

کہف الفقراء

من ہو ممدوح کابر الاناف مجمع مکارم الاخلاق

حسن الاسم والصفات رب الفضائل والکرامات

مقدمۃ الکرام الاماجد قدوۃ اولی المجد والمحامد

ذوالشرف الباذخ والفضل الشامخ الدر الاانہ

النفید العقید الاانہ الفرید کہف الفقراء ملاذ

الغرباء ازی الحسب اعلی النسب فہو الذی کاسمہ

محمود اعنی قبلہ اہل الحاج مخدومنا ومطاعنا

الحاج شیخ محمود التونسوی صاحب خلۃ الحسنی

والخلق السوی اکرم اللہ تعالیٰ العالمین باشم عتبۃ العلیہ وخلدہ لانتفاع العاکفین علیٰ سدتہ السنیہ (ھدیۃ الاعزۃ والاشراف از مولانا احمد بخش ڈیروی مرحوم خلیفہ مجاز اعلیٰ حضرت فاضل بریلی قدس سرہٗ)

حضرت چراغ تونسویؒ کا آخری تحریری تبرک

"بیمار ہوں لاچار ہوں مضطر ہوں دربدر ہوں حکیم پریشان ہیں گھر سے جدائی زیادہ تر مصیبت ہے کنار ساحل تک پہنچنا بہت دشوار ہے۔ نواب صاحب اور حکیموں کا ارادہ مجھے دہلی لے جانے کا ہے جس سے گھر سے بعید تر ہو جاؤں گا۔ اگر وہاں خاتمہ بالخیر ہو جائے تو زہے نصیب۔

[لیٹے ہوئے پنجشنبہ دوپہر ۱۷ ربیع الاول شریف ۱۳۴۸ھ مطابق ۲۲ اگست ۱۹۲۹ء]

اک باب بھی پورا نہ ہوا

سیرتِ محمودؒ آپ کے سامنے ہے ہم نے کوشش کی ہے کہ خوب سے خوب تر ہو اس سلسلہ میں ہمیں جو بھی بکھرے موتی میسّر آئے ان کو جدید شکل میں یکجا کر دیا ہے۔ تاہم ابھی حضرت چراغ تونسوی رضی اللہ عنہ کی دل موہ صحیفۂ حیات کا ایک باب بھی پورا نہیں ہوا آپ اطمینان فرمائیں۔ ہماری جد و جہد جاری ہے۔ انشاء اللہ العزیز ایسے نایاب جواہر سامنے آئیں گے۔ آپ دِل کی گہرائیوں سے ہمیں دعاؤں سے نوازیں گے۔ خدا پاک نظامی خاندان کو آباد شاد رکھے۔ جن کی مخلصانہ دُعائیں اور مُرشد عرب و عجم کے دانشمندانہ مشورے ہمارے خضر راہ رہے۔ آخر میں دلی دُعا ہے۔ یا اللہ! سعی مشکور کو منظور فرما۔ ہماری کوتاہیوں کو معاف فرما دے۔

تبرکاً حضرت خواجہ رحیم رضی اللہ عنہ کا پسندیدہ شعر پیش کر کے اجازت چاہوں گا ؎

ہاتھ نکلے دونوں اپنے کام کے
دل کو تھاما ان کا دامن تھام کے

محتاجِ دُعا :

ابو سلیمان راشد نظامی عفی عنہ

عمرش دراز باد

ایک دن ایک شخص نے حضرت محبوب کریم قدس سرہ الرحیم کے حضور چائے نوشی کے متعلق چند اشعار پیش کیے۔ رشک میں بندہ نے بھی درج ذیل اشعار لکھ کر آپ کے سامنے پڑھے۔ اور آپ نے پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔

خوش بزم چاہست حضرت محمود حق پرست
آرام گاہ خاطر پیرانِ مضطر است

ہم مجلس نشاط جواناں پارساست
زیں بزم بہرہ یافتہ عالم سراسرست

مردم بگو نہ بگو نہ فراہم ہمے شوند
با بوئے چا کہ قطرہ بہ قطرہ معطرست

ہر روز بامداد برائے جہانیاں
تقریب اجتماع چہ احسن مقررست

تا بندہ بر سریر سلیمان روزگار
در بزمِ چائے خویش چوں خورشید نادرست

عمرش دراز باد الٰہی بعافیت
زانجا کہ صد ہزار مساکین پرورست

محمود علیہ ہمہ کاتب برآورد
ایں شاہ تونسوی کہ غلام پیمبر ست

پیشوائے سالکاں

ایک مرتبہ حضرت محبوبِ کریم قدس سرہ الرحیم مدّت کے بعد قادر پور سے تونسہ شریف تشریف لائے اور بندہ پر قدرے ناراض بھی تھے قدم بوسی کے وقت درج ذیل دو قطعے عرض کئے آپ، راضی ہو گئے۔

مرحبا اے نورِ چشم ثانی حضرت کریم
پیشوائے سالکاں را بر صراطِ مستقیم

بے شک آنکس کہ ترا رنجیدہ خاطر میکند
خود بخود پاداش گیرد داورِ حق زاں لئیم

ایں دعائے ما بود ہر دم کہ در تونسہ شریف
رونقت دائم بود با فضل رحمٰن و رحیم

چونکہ من با صد ندامت بر درت باز آمدم
فَاعْفُ عَنِّیْ یا کریم ابن الکریم ابن الکریم

ولے دل با خدا ہمراز داری

ایک دن حضرت محبوب کریم رحمۃ الرحیم نے اپنے ہاتھ پہ باز بٹھایا ہوا تھا چند شعر تجلّاتی ہو گئے۔

اگر بر دست بازو باز داری
ولے دل با خدا ہمراز داری

چرا عشاق در دامت نیا مند
کہ تو با ہم نیاز و ناز داری

دل از حسن کلامت مست گردد
کہ چوں داؤد خوش آواز داری

بیک دم بود اعجاز مسیحا
تو با ہر موئے صد اعجاز داری

باد رحبت کے رسد سالک بہ پرواز
کہ چوں روح الامیں پرواز داری

قسم با چشم خود دیدہ فریدی
کہ از حضرت نبی اعزاز داری

صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلّم۔

یاالٰهی ہمیشہ ہوں دلشاد

صاحبِ فیض حضرت محمود
کیجیو فیضِ خلق ان کا وُجود

اپنے فضل و کرم سے اے دلدار
برگزیدہ کر ان کو از ابرار۔

دائما فیض ان سے ہو بہ جہاں
ذات شیخ ان پہ ہو وسیلہ کناں

یاالٰهی ہمیشہ ہوں دل شاد
اور طفیل ان کے دیجیو میری مُراد

★

از تبرکات مولینا عزیز الدّین بہاولپوری
(۱۲ ربیع الاوّل ۱۲۹۲ھ)

آفتاب خاندانِ چشت

قطبِ دوراں اُٹھ گیا دنیا سے حیف
رنج و غم پر رنج و غم افزود ہے

خاندانِ چشت کا تھا آفتاب
افضلیت اس کی لامحدود ہے

شاہ اللہ بخش کا فرزندِ خورد
خاک تو نور اس سے ہی مسجود ہے

فکر ہے تاریخ کی عزمی اگر
خواب گاہ خواجہ محمود ہے
۱۳۴۸ھ

[از نتائج افکار حضرت مولینا محمد یار صاحب فریدی
گڑھی شریف]

بندہ نواز محمود

دین و ایماں دل و جاں است نیاز محمود
ہست ذی شان چہ خوئے بندہ نواز محمود

ایں زماں دیدہ جہانے کہ شنیدند بگوش
باز پیدا شدہ محمود و ایاز محمود

ہست بر روئے زمیں واہ چہ مقام محمود
بار ہم دست دہد صدق نماز محمود

سینہ پُر داغ شود در کش فردوس ارم
گر شود بستہ دل نقش طراز محمود

شو نصیرم تو با انوار چراغ دہلی
کہ نصیبم شود ایں سوز و گداز محمود

بہر عشاق کمند یست دل آویز عجب
طرہ سلسلۂ زُلفِ دراز محمود

من نشان دادے امجد نشہ محمود خودت
ایں زماں بودے اگر زندہ ایاز محمود

از تبرکات: مولینا عبد المجید امجد سلیمانی
رئیس پٹیالہ

نُورانیت مُبارک باد

اس دن جب حضرت محمود رضی اللہ عنہ جناب شاہزادہ غلام نظام الدین صاحب کی شادی خانہ آبادی کے لیے تونسہ شریف سے ڈیرہ اسماعیل خاں روانہ ہونے یہ تہنیت نامہ تحریر کیا۔

۲۶ر شعبان سنہ ۱۲۱۱ ھر

بظل مظہر سبحانیت مبارک باد
جمال یوسف کنعانیت مبارکباد

عروس گوہر افزانیت مُبارک باد
جہان لعل بدخشانیت مبارک باد

لباس حشمت سُلطانیت مبارکباد
نگار شمع شبستانیت مُبارک باد

سیاہ نرگس بستانیت مُبارک باد
زچاہ شہد زنخدانیت مُبارک باد

بتار زُلف تو آویختہ حمائل گُل
ز مُوئے عنبر افشانیت مبارک باد

خوشا ترانۂ گفتہ عروس حجلہ نصیب
کہ از دراج قمر ثانیت مبارکباد

برآسماں ہمہ افلاک نغمہ سرا
کہ روئے مہر درخشانیت مبارک باد

ندائے برزدہ قاضئ آسماں بزمیں
کہ حوت طالع پیشانیت مبارکباد

بسے فزودۂ رونق بدیدہ اسمٰعیل
بدست ہمت مردانیت مبارک باد

زہے خجستہ نام ترا نظام الدین
بنام فرخ نورانیت مبارکباد

دراز باد حیاتت بسایۂ پدری ۔
ہمیشہ صحت جسمانیت مبارکباد

چہ عاجزانہ دعائے گوئے تست ابن فرید
کہ بخت و تخت سلیمانیت مبارک باد

حضرت خواجہ کریمؒ کا فرمان مبارک

حجۃ الاسلام حضرت خواجہ شاہ اللہ بخش ثانی کریم قدس سرہٗ نے عصر کے بعد مولانا خدا بخش جراح محدث تونسوی سے مخاطب ہو کے فرمایا۔

"میرا محمود بیٹا دو سخت مشکل اوقات میں میرے بڑا کام آیا ایک اس وقت جب اجمیر شریف میں بیمار ہوا تو اس نے ماں باپ سے بڑھ کر میری خدمت و تیمار داری کی اور دوسرا یہ وقت جو صدمہ سخت بڑھاپے میں میرے سر آیا جو تمام بدخواہوں نے میرے ضعیف الحال بیٹے (حضرت حافظ محمد موسٰی علیہ الرحمۃ) اور اس کے ملازم کو حیلہ سازی کر کے جھوٹے مقدمے میں پھنسا دیا۔ محمود میرا جوان بیٹا تھا کمال استقلال جرأت و جلال سے افسران بدسگال کو لاجواب کر کے ہم سے دفع کیا ورنہ مجھ سے اور بے چارے موسٰی سے تو کوئی تدبیر نہیں ہو سکتی تھی اس گفتگو کے خاتمہ کے بعد حضرت اعلیٰ تونسوی علیہ الرحمۃ کی مزار شریف کی طرف منہ کر کے فرمایا

"اللہ تعالیٰ محمود کو دین و دنیا میں مسعود بنائے"

(مظہر سلیمانیہ)

مرشد عالم صدر المشائخ

خواجۂ ملت حضرت شاہ نظام الدین

تونسوی محمودی سلیمانی رضی اللہ عنہ

ع دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں

مکاشفات خواجہ میں آتا ہے ۔ صدیوں پہلے غوث زماں حضرت فخر الاولیاء شاہ محمد سلیمان پیر پٹھان قدس سرہٗ کی کچہری لگی ہوئی تھی ۔ اہلِ بصیرت اولیائے کاملین اس نکتہ پر گفتگو فرما رہے تھے کہ اس وقت ہمارے ماحول میں سب سے سخی کون ہے؟ اکثر نے کہا ڈیرہ اسماعیل خاں کے نواب نظام الدین خان انتہائی کریم صاحبِ دستِ سخا اور السخیُّ حبیب اللہ کے صحیح مصداق ہیں ۔ حضرت غوثِ زماں رح نے مسکراہٹ کے ساتھ فرمایا ۔ واقعی سخی ہے مگر سوچ و بچار والا جب ہمارا نظام آئے گا تو ساری حدیں توڑ کر رکھ دے گا ۔ ارباب محبت بخوبی جانتے ہیں ماضی قریب میں حضرت نظام بادشاہ تونسوی قدس سرہٗ نے جس دلیری کے ساتھ سخاوت و فیاضی فرمائی ۔ حضرت اعلیٰ تونسوی علیہ رحمۃ کی پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی آپ نے راہ خدا میں دنیا

کو ایسے لٹایا کہ دنیا والے دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ سائل کو اتنا دیا کہ وہ حاجت مند ہی نہ رہا۔ علاّمہ نے تو دو ٹوک اعلان کر دیا — لوگو سن لو! ؎

باب انعامش ہمیشہ باز بود ٭ جود او واللہ حاتم ساز بود

ولادتِ مبارکہ: اولیائے چشت کے نامور مؤلف تحریر کرتے ہیں۔ حضرت خواجہ نعیم قدس سرہٗ کی ولادت باسعادت اسلامی سال کے چھٹے مہینے جمادی الآخر میں ہوئی جس سے یہ نفیس اشارہ تھا کہ آپ وہی کارنامے سرانجام دیں گے جو بڑی چھٹی والے خواجہ غریب نواز اجمیری علیہ رحمۃ کر گئے ہیں۔ راجوں مہراجوں کا بھی مقابلہ ہوگا اور ملک میں بے جگری کے ساتھ نظامِ مصطفوی کے نفاذ کی بھی جنگ لڑیں گے۔ تاریخ شاہد ہے فرنگی کو بھی ماننا پڑا یہ وہ کڑیل نوجوان ہے جس کے جسم میں خوف و ہراس کا شائبہ تک نہیں اور اپنے پروگرام میں سر سے پاؤں تک مخلص ہی مخلص ہے

ہاں تو ایسے مشائخ کے بادشاہ، عزیمت و جوانمردی کے امام حضرت نظام رح سائیں کی ولادت شریف ۲، جمادی الآخر ۱۳۲۶ھ بروز شنبہ مطابق ۶ جولائی ۱۹۰۸ء تونسہ مقدسہ میں حضرت محمود المشائخ خواجہ رحیم چراغ تونسوی رح کے کاشانہ اقدس میں ہوئی۔

بادشاہِ چشت: تذکرہ شریف میں مذکور ہے۔ حضرت خواجہ رحیم چراغ تونسوی رضی اللہ عنہ کو خواب میں حضرت محبوبِ الٰہی قدس سرہ، کی زیارت ہوئی فرمایا جو آرہا ہے ہمارے سلسلہ کا وہ آخری بادشاہ ہے۔ اسکی روحانی حکومت روئے زمین پر ہوگی اس کا نام میرے نام پر رکھنا۔ بعینہٖ وہی ہوا جس طرح شیخ الشیوخ نے فرمایا تھا، بحمد اللہ مرشدِ عالمؒ کے نام لیوا روئے زمین کے چپّہ چپّہ پر دِکھائی دیتے ہیں صاحب خیر المقال فی تراجم الرجال رقمطراز ہیں۔

" وکان عالِماً صالحاً فاضلاً جمیلاً جوّاداً ولہٗ اجازۃ تامۃٌ فی الطریقۃ الچشتیۃ النظامیۃ بل انتھت الیہ ریاسۃ الچشتیۃ فی زمانہ۔

بابرکت نسب: حضرت خواجہ غلام نظام الدینؒ ابنِ حضرت خواجہ محمد محمود رحیمؒ ابنِ حجۃ الاسلام حضرت خواجہ شاہ اللہ بخش کریمؒ بن حضرت خواجہ گل محمد سلیمانیؒ بن غوثِ زماں حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ قدس سرہم، جب نسب شریف اسقدر پاکیزہ اور بابرکت ہو تو پیدا ہونے والا قطب مدار اور ثانی سلیمانؒ ہی ہوگا۔ پوری دنیا کے لوگ آپ سے فیض یاب ہوں گے

آگے چلکر وقت نے ثابت کر دیا آپ کو اللہ پاک نے محبوبیت
کا خاص مقام عطا فرمایا کیونکہ ؎

ع پیشوائی کو نکل آئی خدائی ساری

تعلیم و تربیت: آپ نے خاندانی روایت کے مطابق
چھوٹی عمر میں قرآن مجید پڑھا۔ آپ
کے استادوں میں خطیب پاکستان علامہ الحاج مولانا فیض رسول
نظامی علیہ الرحمۃ کے والدِ محترم مولانا حافظ عبدالرسول سلیمانی
علامہ علی گوہر اور مولانا احمد جبراح ایسے قابل علماء کا نام آتا ہے
فارسی زبان میں آپ کو کمال کا درجہ حاصل تھا عربی کے تو آپ
جی جان سے فدائی تھے۔ علوم و فنون میں وہ کامیابی پائی کہ
معاصرین حیران رہ گئے۔ حضرت خواجہ رحیم رح کے فیضاب مولانا
محمد اسحٰق تونسوی رح کہا کرتے تھے۔ حضرت خواجۂ ملت رح کو بے شمار
فقہی جزئیات اور ہزارہا احادیث مبارکہ سند کے ساتھ زبانی
یاد تھیں۔ علم تصوف اور علم کلام میں سپیشلسٹ کی حیثیت سے
جانے جاتے تھے۔ عارف کامل حضرت مولانا محمد دین محمودی
پیر آف مکھڈ شریف حضرت شیخ الاسلام سیالوی رح قطب مدینہ
مولانا ضیاء الدین مدنی امام اہلسنت علامہ سید احمد سعید کاظمی
محدث ملتانی رح۔ مولانا محمد نور اللہ محدث بصیر پوری رح مولانا عارف اللہ

شاہ میرٹھی قائدِ اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی ایسے اکابر علماء اہلسنت نے آپ کی شخصیت سے بھرپور علمی و روحانی فیضان پایا دارالعلوم محمودیہ کے صدرِ مدرس حضرت مولانا خان محمد تونسوی فاضل دارالعلوم دیوبند روایت کیا کرتے تھے کہ ہم پڑھانے والے لوگ جس مسئلہ پر گھنٹوں بحث کر کے صحیح سمت نہ پاتے آپ چشمِ زدن میں ہماری علمی مشکل حل فرما دیا کرتے، پھر ایسی نفیس شرح و بسط، معلوم ہوتا تھا علم کا بحرِ ذخار ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ مگر اب ہم نے مان لیا۔ مومن کامل کے علم کا مصدر اور ہوتا ہے ؎

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

من العجائب: دنیائے علم و ادب کے نامور محققین نے تجزیہ کرتے ہوئے بیان کیا علم و حکمت کا مرکز خیر آباد ہو یا رامپور دہلی و دیوبند ہو یا سہارنپور اجمیر شریف ہو یا بریلی، بخدا سب کا سرچشمہ تونسہ شریف کی البیلی سرزمین ہے بالواسطہ یا بلاواسطہ سب کا روحانی و علمی سلطان حضرت پیر پٹھان رح ہے۔ اس لحاظ سے یہ آستانہ پیر خانہ بھی ہے اور استاد گھرانہ بھی۔

رضی اللہ عنہ ثم ارضاہ

تاج خلافت: اس سے پہلے کہ علم حجاب اکبر بنتا آپ کو باطنی توجہ سے نوازا گیا حضرت خواجہ رحیمؒ نے فرمایا پیارے نظام! سنبھل کے رہو رات کو تنہائی میں اپنے رب کی یاد کیا کرو اور انسانیت کی خدمت میں اپنا سب کچھ قربان کر دو اس کا نام فقیری اور ولایت ہے مولانا الف ب بلوچ روئیداد یوں لکھتے ہیں " تونسہ شریف میں اہل دل جمع تھے۔ ہندوستان کے علماء، و مشائخ کا ہجوم تھا۔

متولی اعظم اجمیر شریف دیوان صاحب پاکپتن شریف حضرات کرام مہار شریف۔ مشائخ سیال و مکھڈ شریف حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑہ شریف بمعہ حضرت بابوجی رونق افروز تھے حضرت چراغ تونسویؒ نے فرمایا۔ پیارے نظام! میں چاہتا ہوں جو نعمت مجھے مرشد کریمؒ سے عنایت کی گئی ہے وہ امانت تیرے سپرد کر دوں پھر آستانہ عالیہ میں تبرکات منگوائے گئے اور حضرت اعلیٰ تونسویؒ کی کلاہ شریف صاحبزادہ نظام الدین کے سر پہ رکھی اور تاجِ خلافت سے نوازتے ہوئے فرمایا ہاں بیٹا! ہم نے تمہیں ساگی سلیمانؒ بنا دیا۔ بس ہر دم مخلوق خدا کی خدمت میں کمر بستہ رہنا واقفان حال بیان کرتے ہیں شہزادہ نظامؒ نے " وصیت الشیخ " کا حق ادا کر دیا اور پوری زندگی خدمتِ خلق میں گزار دی۔ بیشک ؎ ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد

ہمہ صفت موصوف: خدائے ذوالجلال نے آپ کو بے پناہ خوبیوں سے نوازا تھا۔ علم وحکمت میں یگانۂ روزگار، جود وسخا میں اپنی مثال آپ تھے۔ جو آیا جو مانگا دے دیا۔ ہیبت و دبدبہ ایسا کہ کسی کو چوں کرنے کی مجال نہیں ہر جگہ میر محفل، تمام مشائخ کرام سے جو چیز آپ کو ممتاز کرتی تھی وہ آپ کی نظام مصطفوی سے والہانہ محبت تھی۔ اسی نصب العین کے لئے بہادرانہ زندگی گزاری، جنگ آزادی، تحریکِ ختم نبوت میں بھرپور حصہ لیا بادشاہوں سے ٹکرا گئے۔ علامہ اقبال نے پہلی نظر میں دیکھتے ہی کہا۔ تونسہ شریف کے یہ صاحبزادے بلند مقام کے مالک ہیں۔ غریب پروری، غریب نوازی آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ بالآخر غریبوں کے داتا کروڑوں مسلمانوں کے مرشدِ کامل لاتعداد خلفاء کی جماعت چھوڑ کر ۷ صفر المظفر ۱۳۸۵ھ شب منگل وصال فرما گئے ؎ کروڑوں رحمتیں مرقد پہ برسیں شہزادگان کرام نے آپ کے نقشِ قدم پہ چلتے ہوئے تادم آخر کوشش کی کہ وطن عزیز امن وسکون کا گہوارہ بن جائے۔ کالی کملی والے کا نظام نافذ ہو اور مخلوقِ خدا اپنے خالقِ حقیقی کی معرفت وپہچان پا سکے آپ کی تعلیمات و ارشادات آج بھی ہمارے لئے روشنی کا مینار ہیں مطالعہ کر کے عمل کی کوشش فرمایئے گا۔

ارشاداتِ مرشدِ عالم قدس سرہٗ

- اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دل کی دنیا آباد و رونق دار ہوتی ہے
- محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری ہی دین و دنیا کی کامیابی ہے۔
- نماز باجماعت ادا کرنے سے رزق میں بے حد برکت ہوتی ہے۔
- زکوٰۃ نہ دینے سے بے برکتی اور بارانِ رحمت رک جاتی ہے۔
- روزہ رکھنے سے جسم تندرست اور روح طاقتور ہوتا ہے۔
- حج کرنا فرض اور بارگاہ رسالت کی حاضری عین فریضہ ہے۔
- مسلمان جذبۂ جہاد سے کھرے مومن اور غالب ہوتے ہیں۔
- محفل میلاد شریف منعقد کرنا مسلمانوں کا مقبول شعار ہے۔
- درود شریف کی کثرت سے بلائیں دور اور مقام حضوری ملتا ہے۔
- پاک پیغمبر کے لئے "ما کان و ما یکون" کے علم کا اقرار ہی رسالت ہے
- نعرۂ رسالت یارسول اللہ محمدی کہلانے کا قدیمی معمول ہے۔
- بارہ ربیع الاوّل شریف کا جلوس سُنّت ملائکہ اور شوکتِ اسلام ہے۔
- جناب رسالتمآب کے اصحاب کی طرف میلی آنکھ دیکھنا بدنصیبی ہے
- خاندان نبوّت کی عزت و احترام ایمان کی نشانی ہے۔
- انگوٹھے چومنا صدیوں سے مسلمانوں کا شیوہ اور نور بصارت کے لئے بہترین ہدف نسخہ ہے۔

- مشاہیر اسلام کی آستان بوسی سے غرور کی گردن ٹوٹ جاتی ہے۔
- مخلوق خدا کی مشکلات حل کرنے میں دلچسپی لینا جہاد اور بعید ثواب ہے۔
- اسلامی قانون کے لئے جدوجہد کرتے رہنا مسلمان کا مذہبی حق ہے۔
- سچا عقیدہ وہی ہے جس پر سادات صوفیاء عمل کرتے آئے ہیں۔
- شریعت مقدسہ پر عمل کرنے کا نام مسلمانی اور پیری فقیری ہے۔
- خلیفہ الاول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ امت مسلمہ کے عزت مآب نانا جان ہیں
- خال المسلمین حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو شریف آدمی گالی نہیں دے سکتا۔
- حلالی آدمی یزید پلید کے بارہ میں نرم گوشہ نہیں رکھ سکتا۔
- حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری رح ملت اسلامیہ کے مرشد و محسن ہیں۔
- سائل کو منہ مانگا دینا سخاوت اور زائد دینا جوانمردی ہے۔
- نماز جنازہ کے بعد دُعا مستحب اور آج کل ضروری ہے۔
- مسلک احناف ہی درحقیقت دینِ حنیف کا نام ہے۔
- ختم خواجگان چشت شریف حل مشکلات کا محبوب وظیفہ ہے۔
- مزارات پر روشنی کرنے سے دل کی دنیا روشن ہوتی ہے۔
- مال و دولت سے محبت کرنا مردان خدا کا کام نہیں۔
- حضرت قبلہ عالم مہاروی رضی اللہ عنہ علم و عمل کے چمکتے آفتاب تھے۔
- حضرت پیر پٹھان رضی اللہ عنہ مراد مرشد بن کر مرشد کائنات بنے۔
- پیارے پاکستان کی ترقی و مضبوطی کے لئے غیرت مند مسلمان بن جائیے

فخرِ ملّت، فخرِ دیں، فخرِ جہاں

حضرت ابوالنصر خواجہ حافظ غلام فخرالدین صاحب نظامی قدس سرہٗ

حضرت خواجہ فخرِ جہاںؒ درگاہِ محمودیہ نظامیہ کے دوسرے سجادہ نشین اور حضرت نظام بادشاہؒ کے فرزندِ اکبر تھے آپ نے اپنے مبارک عرصہ میں وہ کارنامے سرانجام دیئے جو تاقیامِ قیامت صدقہ جاریہ کے طور پر یاد رکھے جائیں گے۔

ولادت: آپ ۱۵ ار رمضان شریف ۱۳۵۶ھ بروز ہفتہ بعد از نمازِ صبح اس دنیائے رنگ و بو میں تشریف لائے۔ چہرہ سادہ۔ ادائیں من پسند، کسے معلوم تھا آگے چل کر آپ سلسلۂ عالیہ محمودیہؒ سلیمانیہؒ کے قلندر اور ملّتِ اسلامیہ کے خدا ترس محسن ہوں گے۔

نہ تاج و تخت میں نے لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے

تعلیم: آستانہ عالیہ محمودیہ کے نامور استاد میاں جی اللہ بخش لغاری سے قرآن مجید حفظ فرمایا فارسی وابتدائی عربی حضرت مولانا خالق داد صاحب گرمانی سے حاصل فرمائی۔

نامور اساتذہ مدرسہ سے علوم و فنون مکمل کئے دورہ حدیث شریف حضرت مولانا خان محمد تونسوی رح سے پڑھ کر درس نظامی کی تکمیل فرمائی بعد از مغرب مطالعہ کی عادت تھی بے شمار فقہی مسائل اور احادیثِ مقدسہ زبانی از بر تھیں مدرسہ کے نادار طلباء سے آپ کو خاندانی محبت تھی موقعہ بموقعہ ان سے بھر پور شفقت اور نوازشات سے مالا مال فرماتے ۔ مثنوی شریف سے عشق تھا ۔ عارف جامی رح شیخ سعدی رح ، حافظ شیرازی رح کے بے شُمار اشعار موقعہ کے مطابق استعمال فرماتے ۔ امام احمد رضا بریلوی رح کا نعتیہ کلام اور حضرت کھتر علیہ رحمۃ کی نعتیں سن کر جھُوم جھوم جاتے ۔ غرض کہ ادب و احترام اور عشق و محبت میں اپنے مشائخ کرام کا کامل نمونہ تھے

مسندِ ارشاد مرشدِ کامل کے وصال کے بعد جب آپ مسندِ سجادگی پر رونق افروز ہوئے ۔ دنیا جانتی ہے سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے پلیٹ فارم سے وہ مجاہدانہ کارنامے سرانجام دیئے جو مسلمانانِ پاکستان کے لئے موجبِ صد افتخار ہیں ۶۵ء میں جب بھارتی درندوں نے مملکتِ خداداد پر حملہ کیا تو آپ جذبۂ جہاد سے سرشار ہو گئے جامع مسجد محمودیہ میں آپ کی زیرِ صدارت جلسہ ہوا آپ نے واشگاف الفاظ میں فرمایا " ہم اپنا سب کچھ قربان کر دیں گے ۔ وطنِ عزیز پہ آنچ نہیں آنے دیں گے ۔ اسی

طرح جب سوشلسٹوں نے پاکستان کو لینن گراڈ بنانے کی ناپاک
کوشش کی تو آپ نے ببانگ دہل اعلان فرمایا پیران تونسہ
شریف اور ان کے لاکھوں نام لیوا عظمتِ اسلام کیلئے کٹ جائیں گے

غوثِ زماں: حضرت پیر پٹھان رحمۃ اللہ علیہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد مبارک "ٹھلا کھاونڑ" "ٹھلا پاونڑ" "ٹھلا الاونڑ" ہم پہاڑی لوگوں کا شیوہ ہے خواجہ فخر جہاں رحمۃ اللہ علیہ اس ضرب المثل کے صحیح مصداق تھے۔ سادہ خوراک، سادہ لباس، سادہ گفتگو۔ آپ کی طبیعت کا خاصہ تھا معلوم ہوتا تھا صدیوں بعد خود پیر پٹھان رحمۃ اللہ علیہ بول رہا ہے بات کھری اور وہ بھی منہ پہ آپ کا دل آئینے کی طرح صاف تھا۔ کسی کے خلاف بغض نہ کینہ، سینہ سراپا مدینہ ہر آنیوالے سے گھل مل جانا آپ کی خوش مزاجی میں شامل تھا لنگر خانے کا دروازہ صبح و شام کھلا رہتا تھا۔ مہمان نوازی اور فیاضی تو آپ کے ورثہ میں آئی ہوئی تھی بے شمار مرتبہ حرمین شریفین کی زیارت کی مشائخ چشت عنبر سرشت کی زیارت کے لئے افغانستان بھی تشریف لے گئے۔

مجموعہ اوصاف نے ۹ جمادی الاول ۱۳۹۹ھ کو وصال فرمایا اپنے جد امجد کے پہلو میں محو استراحت ہوئے آپ کے سجادہ نشین حضرت خواجہ نصر المحمود صاحب فخری صاحبزادہ نظام المحمود صاحب فخری خوش اسلوبی سے ملتِ اسلامیہ کی رہبری فرما رہے ہیں۔

والئ تونسہ مقدّس پیکر مہر و وفا

معین الملت محمدؐ ابوالفیض حضرت خواجہ غلام مُعین الدین خاں نظامی قدس سرہٗ

اب اس تاجدار طریقت کا ذکر کیا جاتا ہے جو صدر المشائخ حضرت نظام سائیں رضی اللہ عنہ کے دستِ راست اور جانباز فدائی تھے جماعتِ اہلِ سنت کے اس ضیغمِ اسلام کا تذکرہ ہو گا جس نے مجاہدانہ سج دھج سے ملک و بیرونِ ملک خدمتِ اسلام کا فریضہ سرانجام دیا آپ کی برکت سے سلسلہ چشتیہ نظامیہ سمندر پار بھی پہنچ گیا اور آئے دن ترقی و کامرانی سے بڑھ رہا ہے۔

ع خُدایا خیر سے طے منزلیں ہوں

پیدائش: ۱۶ شعبان المعظم ۱۳۵۸ھ بروز اتوار مطابق یکم اکتوبر ۱۹۳۹ء کو آپ کی وِلادت باسعادت ہوئی۔

خاندانی جاہ و جلال محمودی رعب و دبدبہ سلیمانی شان و شوکت بھی بطورِ خاص مرحمت ہوئی۔ صدر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے اولاد کو بنانا پڑتا ہے ہمیں خدا نے بنا بنایا بخش دیا ہے قادرِ کریم اسے سعادتِ دارین سے نوازے۔ دار العلوم محمودیہ میں اپنے بڑے بھائی جان کے ساتھ نامور اساتذہ سے قرآن پاک اور دینی علوم کی تکمیل فرمائی بچپن سے ہی آپ سراپا شفقت اور غریب پرور تھے، اس لئے آپ کو غریب الوطن دِینی طالب علموں اور

غریب مسلمانوں سے بے پناہ پیار تھا۔ معلوم ہوتا تھا سارے جہاں کا درد آپ نے اپنے سینے میں پوشیدہ کر رکھا ہے۔ ہر ایک کے دُکھ درد میں شریک ہونا انکی بلائیں لینا چُپکے چُپکے ان کی مالی امداد و اعانت کرنا آپ کا دلپسند مشغلہ تھا۔ جواب میں لوگ بھی آپ سے عشق کی حد تک محبت کرتے تھے معمولی بات نہیں سب پیروں کا پیر لاکھوں مسلمانوں کا مرشد ایک مفلس غریب سے محبّت بھری باتیں کرے وہ جان نہ فدا کرے تو کیا کرے۔

رونقِ مسند: حضرت نعیم رضی اللہ عنہ کے وِصال کے بعد مسندِ محمودیؒ و سلیمانیؒ کو آپ نے رونق عطا فرمائی۔ دنیا دیوانہ وار آئی اور اپنے اپنے ظرف کے مطابق فیض پایا۔ علماء کرام مستفیذ ہوئے۔ مشائخ حضرات نے خلافت حاصل کی۔ اجمیر شریف و دہلی والوں نے بھی حصہ لیا۔ قندھار و غزنی والے بھی فیضیاب ہوئے۔ عرب شریف والوں نے توجی بھر کے پیر پٹھانؒ کے لنگر کو لُوٹا۔

اہل محبت بیان کرتے ہیں حضرت معین المشائخ رضی اللہ عنہ کی شخصیّت مجمع البحرین تھی مذہبی طاقتوں نے بھی آپ سے رہبری پائی اور اہلِ سیاست بھی آپ کے دامن میں پناہ لینے پر مجبور ہوگئے۔ دوستوں اور غلاموں کے اصرار پر جب آپ قومی سیٹ پر کھڑے ہوئے تو آپ نے اعلانِ محبت کرتے ہوئے فرمایا۔

نہ میں سیاستدان ہوں نہ سیاسی آدمی صرف شریعتِ مقدسہ کی بالادستی کے لئے آیا ہوں عمر بنی کے عشق کا رستہ دکھا کے چھوڑوں گا

خداگواہ : ہے آپ کو اپنے آقا و مولا مدنی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عشق تھا۔ ہر وقت درود پاک کا وظیفہ جاری رکھتے تھے اسی میں پوری زندگی گزاری۔ آپ اکثر یہ پڑھا کرتے تھے

زباں تو بود در دہاں جائے گیر ؎ ثنائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم بود دلپذیر

ربع صدی سے زائد عرصہ یہی آپ کا پیغام رہا اسمبلی کے اندر بھی اور باہر بھی کالی کملی والے کی غلامی میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔

بڑا امتحان : جس قدر شان زیادہ ہوتی ہے امتحان اُتنا سخت ہوتا ہے۔ آپ کی زندگی بھی آزمائش کا مجموعہ تھی بالآخر سرخرو ہو کر ۲۲ شوال المکرم ۱۴۱۲ھ کو لاکھوں مسلمانوں کے شیخِ طریقت نے داعیٔ اجل کو لبیک فرمایا۔

ع خدا کی رحمتیں برسیں کریموں کے مزاروں پر

آستانہ عالیہ محمودیہ نظامیہ میں مرقد مبارک زیارت گاہ خلائق ہے۔ آپ کے بڑے صاحبزادے ابو عثمان حضرت خواجہ غلام نظام الدین خان صاحب معینی اور دوسرے ابوالفضیل حضرت خواجہ غلام اللہ بخش خان صاحب معینی ہیں۔ خدا پاک عمرِ خضری بخشے اپنے آباء و اجداد کے نقشِ قدم پر جا رہے ہیں۔

اشعار فراقیہ بر وفات حسرت آیات

حضرت خواجہ غلام معین الدین خاں پیر پٹھانؒ تونسوی قدس سرہٗ

نکل چکے ہیں خرد کی حدوں سے دیوانے — اب اہلِ ہوش سے کہہ دو نہ آئیں سمجھانے
یہ کس کے غم نے دِلوں کے سکون لوٹ لئے — یہ کس کی یاد میں سر پھوڑتے ہیں دیوانے
بساطِ بزم اُلٹ کر کہاں گیا ساقی — فضا خموش سبو چپ اداس پیمانے
بھری بہار کا منظر ابھی نگاہ میں تھا — مری نگاہ کو کیا ہو گیا خدا جانے
وہ اک شبیہہ جو کل تک تھی زینتِ محفل — اسے نہ دیکھ کے روتے ہیں آج دیوانے
تمام شہر میں اِک درد آشنا نہ ملا، — بسائے اسلئے اہلِ جنوں نے ویرانے
بچھڑنے والے یقین ہے کہ آملیں گے ضرور، — چراغ رکھا ہے روشن امید فردا نے
معینؒ و فخرؒ وہ شاخِ نظامؒ کے دو پھول — کھلے تھے خواجہ سلیمانؒ کا باغ مہکانے
معینؒ خاں وہ سپہرِ وفا کا بدرِ منیر — ہیں جس کے نور سے روشن دِلوں کے کاشانے
بہارِ جاں، چمنِ حسن، گلشنِ خوبی — نسیمِ فیض ریاضِ کرم سلف شانے
امینِ فقر و غنا فطرت وادب شیوہ — وقارِ بزم وعطا گستر و سخن دانے
معین خاںؒ ترا پیکر ہے پیکرِ محمود — ترے جمال کو مانا ہے ایک دنیا نے
دیارِ تونسہ کے ذرّے یہ دے رہے ہیں صدا — معینؒ آ، کہ مقدّر ہمارا چمکانے
طفیلِ شاہ سلیمانؒ قبول فرمائیں — کھڑے ہیں لے کے ہم اشکوں کے آج نذرانے
دعا یہ ہے رہے آباد معدنِ محمودؒ — خدا کرے کہ چمکتے رہیں یہ دُر دانے
نصیرؔ اشک تو پلکوں پہ سب نے دیکھ لئے — گزر رہی ہے جو دل پر، وہ کوئی کیا جانے

از خامہ: حضرت صاحبزادہ سید نصیر الدین شاہ نصیرؔ۔ گولڑہ شریف۔

سلطان چار طاق سلیمان نہ رواق

سیرت شاہ محمد سلیمان
تونسوی قدس سرہٗ

۱۹۳۵ء کے نایاب نسخہ کا خوبصورت عکس

حسب ارشاد :

شہزادگان ذی شان حضرت معین المشائخ تونسوی رضی اللہ

★ تونسہ شریف کے نامور ادیب مولانا صالح محمد صالح سوکڑ
کے ہزارہا صفحات کے مطالعہ کا انمول نچوڑ۔

★ اردوئے معلیٰ میں حضرت غوثِ زماں رحمۃ اللہ
کی پہلی سوانح حیات۔

★ پاکستان میں پہلی مرتبہ خوبصورت طباعت کیساتھ منظرِ عام پر آرہی

ہدیہ : ۵۳ روپے

ناشر: اجمیری کتب خانہ، پیر پٹھان روڈ۔ ملتان

احسان پرنٹنگ سنٹر شاہین مارکیٹ